Dodwell
Dupleix and Clive

نصابات سلسلۂ علمیۂ جامعۂ عثمانیہ

ڈوپلے اور کلائیو

تصنیف

ہنری ڈاڈول ایم۔ اے (آکسن)، ایف۔ آر ہسٹ۔ ایس۔

ترجمہ

مولوی مسعود علی صاحب بی۔ اے (علیگ)

سابق سشن جج علاقۂ سرکار عالی، حال رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۴۶ھ م سنہ ۱۳۳۷ ف م سنہ ۱۹۲۷ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین
ڈوپلے وکلائیو

میرا مقصد اس کتاب میں اُن دو نامور مگر ایک دوسرے سے بالکل مختلف مشاہیر کی ذاتی تاریخ لکھنے کا نہیں ہے جن کے نام سے میں نے اس کتاب کے سرورق کو مزین کیا ہے بلکہ میں اُن خیالات اور حالات کی تاریخ کا خاکہ کھینچنا چاہتا ہوں جنھوں نے اُن کے ذریعے سے نشو ونما پا کر انگلستان کی ایک کمپنی کو ہندوستان کی اہم ترین طاقت بنا دیا۔ اور یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں انگریز کہاں تک فرانسیسیوں کے ممنون احسان تھے۔ ان احسانات کے اظہار میں عام طور سے انگریزی مورخوں نے تفریط اور فرانسیسیوں نے افراط سے کام لیا ہے۔ اس مضمون پر سب سے آخر قابل لحاظ مورخ کرنل میلیسن ہیں جنھوں نے بہت سی صریح غلطیاں کیں۔ اور بے بنیاد نتائج مستخرج کئے ہیں۔ وہ قدیم مرسومہ اور غیر صحیح آراکو اختیار کئے ہوئے ہیں مثلاً یہ کہ جنگ ادھیار پہلی لڑائی تھی جس نے اہل یورپ کے فوجی غلبے کو ثابت کر دیا یا یہ کہ جس قدر مدد سانڈرس کو لندن کی کمپنی سے ملی اُتنی مدد ڈوپلے کو پیرس کی کمپنی سے نہیں ملی۔ یا یہ کہ بسی کو دکن سے بلا لینا فرانسیسیوں کی تباہی کا باعث ہوا۔ جب یہ خیالات واقعات کے مقابلے میں لائے جاتے ہیں تو وہ بالکل غلط ثابت ہوتے ہیں۔

ہمارا مضمون دو ایسے حصوں پر منقسم ہوتا ہے جو بظاہر علحدہ مگر باہم ایک دوسرے سے متعلق اور پیوستہ ہیں۔ پہلا حصہ ڈوپلے کی اُن تجویزوں سے متعلق ہے جو جنگ توریث ملک آسٹریا کی کشمکش میں اختیار کی گئیں۔ جنگ مذکور کے اُتار چڑھاؤ نے

ڈوپلے کو نواب کرناٹک سے لڑا کر ایسے وقت میں اُس کی فوجی قوت میں اضافہ کرا دیا جبکہ
اتفاق و بخت سے اُس کے ہاتھ چندا صاحب سا رفیق لگ گیا جو کہ نواب کرناٹک کا حریف
تھا۔ نواب لڑائی میں شہید ہوئے اور چندا صاحب باضابطہ طور سے آرکاٹ کی مسند
پر بٹھا دیئے گئے جنھوں نے نہایت فیاضی سے اپنے مددگاروں کو جاگیریں عطا
کیں۔ انگریزوں نے چند روزہ تردد کے بعد نواب شہید کے فرزند محمد علی خاں کی
طرف سے تلوار اُٹھائی اس خوف سے کہ کہیں اُن کی نوآبادیاں فرانسیسی جاگیروں سے
نہ گھر جائیں اور ان کی تجارت فرانسیسی محصولوں سے تباہ نہ ہو جائے۔ اس بنا پر ایک
سخت کشمکش شروع ہوئی جس میں ابتداءً تمام کامیابی فرانسیسیوں کے ہاتھ رہی۔ نواب
ناصر جنگ کو بحیثیت صوبہ دار دکن کے کرناٹک کی سیادت پہنچتی تھی وہ فرانسیسی نواب کو
تخت سے اُتارنے کے لئے بڑھے مگر فریب سے خود شہید کر دیئے گئے اور اس مہم کا نتیجہ
یہ ہوا کہ نہ صرف نواب کرناٹک بلکہ صوبہ دار دکن بھی فرانسیسیوں کے ساختہ و پرداختہ
ہو گئے۔

لیکن یہی کامیابی ڈوپلے کی تباہی کا پیش خیمہ بن گئی۔ اُس نے جو جال ڈالا تھا وہ
ضرورت سے زیادہ وسیع تھا۔ اُس کی فوجیں متفرق ہو گئی تھیں۔ بسّی جو اُس کے تمام
افسروں میں حقیقی قابلیت کا شخص تھا ایسے وقت میں اورنگ آباد بھیج دیا گیا تھا جبکہ
ترچناپلی میں اُس کی حاضری کی بیحد ضرورت تھی۔ ڈوپلے کی یہ ایسی غلطی تھی جسکا تدارک
پھر کبھی نہ ہو سکا اگر بسّی اور اُس کی فوجیں ہوتیں تو جنوب میں جنگ کا پلہ کبھی انگریزوں
کی طرف نہ جھکنے پاتا۔ مگر بجائے اس کے لارنس اور کلائیو نے ایسے نام و نمود کے
فتوحات حاصل کئے کہ فرانسیسی کمپنی نے غیر متناہی لڑائیوں سے تنگ آ کر جن کے
وجوہ اور مقاصد سے وہ کبھی مطلع نہیں کی گئی تھی۔ ڈوپلے کو واپس بلا لیا۔ اس کشمکش
کے اثنا میں ڈوپلے نے ایک کامل حکمت عملی تیار اور مطمح نظر کر لی تھی۔ آغاز تو اس
سے ہوا تھا کہ ایک دعویدار ریاست کو کرائے پر فوجیں دی جائیں مگر خاتمہ اس کا یہ تھا
کہ وہ ملک کے اُس حصے پر جو دریائے کرشنا کے جنوب میں واقع ہے حکومت کا
دعویٰ کرنے لگا تھا۔ مگر یہ بھی ویسی ہی غلطی تھی جیسے فوجوں کا متفرق کر دینا یہ کس طرح
توقع کی جا سکتی تھی کہ انگریز فرانسیسیوں کے ہاتھ میں ایسی قوت رہنے دیں گے جبتک کہ

ساحل کرومنڈل پر اُن کا تھوڑا سا بھی عمل و دخل باقی رہیگا؟ اس طور سے ڈوپلے کو شکست ہوگئی کچھ تو اس وجہ سے کہ اُس نے قبل از قبل اس کا اندازہ نہیں کیا کہ اُسکی حکمت عملی کا آخری نتیجہ کیا ہوگا اور کچھ اس وجہ سے کہ اُس نے ایسے کھلے ہوئے اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہا جس کے اندیشہ ناک نتائج سے انگریز کسی طرح چشم پوشی نہیں کرسکتے تھے۔ اس اثنا میں بسی نے دکن میں اپنا غلبہ قائم رکھا اور بیشمار دولت جمع کرلی۔ اس طور سے ان دو اشخاص نے یہ بتادیا کہ دیسی ریاستوں کے ساتھ معاملات کرنے میں کیا کرنا اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔

فرانسیسیوں کے تجربات سے ایک اور سبق بھی ملا جو افسر دکن میں اور جو افسر اور سول عہدہ دار کرناٹک میں مقرر تھے ان کو دولت جمع کرنے کے لئے ایسے مواقع حاصل تھے جو ہندوستان میں کبھی یورپ والوں کو نہیں ملے تھے ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ عہدہ داروں تک کوئی ایسا نہ تھا جس نے ان غیر معمولی مواقع سے فائدہ نہ اٹھایا ہو یا اس کی کوشش نہ کی ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قدیم طریقۂ حکومت کے متزلزل ہوجانے سے دفعتاً فوجی اور غیر فوجی سررشتوں میں خودسری پھیل گئی جس نے حکمرانی کو تقریباً ناممکن کردیا اور جس سے فرانسیسیوں کی وہ تمام کوششیں جو بعدہٗ جنگ ہفت سالہ میں اُس کی اصلاح کے لئے عمل میں لائی گئیں تقریباً غیر موثر اور بیکار ثابت ہوئیں۔

ان سب کارروائیوں کو کلائیو یا تو بچشم تامل ملاحظہ کرتا رہا یا خود اُن میں بڑا حصہ لیتا رہا تھا۔ وہ ڈوپلے سے تقریباً تیس سال چھوٹا تھا۔ ڈوپلے نے جب اس معرکۂ خوف ورجا میں قدم رکھا اُس کی عمر (۵۰) برس کی تھی۔ کلائیو ۱۷۴۴ء میں بحیثیت ایک محرر کے ایسے وقت مدراس آیا تھا جبکہ لڑائی شروع ہونے والی تھی دو سال کے بعد مدراس کی تسخیر نے اُس کو اُس کی خدمت سے علیحدہ کرکے فوج میں داخل ہونے پر مجبور کردیا۔ ڈوپلے نے قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کی فتح کی جو کوششیں کیں اور اس ضمن میں جو لڑائیاں ہوئیں اُن سب میں کلائیو شریک رہا اور باسکون کے پانڈیچری کے محاصرے میں بھی اس سے کام لیا گیا صلح ہوجانے کے بعد وہ پھر اپنی سول خدمت پر عود کر آیا مگر دوبارہ جنگ شروع ہوجانے پر وہ نیم فوجی خدمت یعنی انتظام رسد پر مقرر کیا گیا جس نے تین سال کے عرصے میں اُس کو چالیس ہزار پونڈ کی دولت کا مالک بنادیا۔ مگر اس زمانے کا

تمام آخری حصہ اُس نے میدان کارزار کی فوج میں بسر کیا جس میں اُس کو کپتان کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ اسی زمانے میں اُس نے آرکاٹ کو دشمنوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھا جو مشہور و معروف ہے اور لارنس کے اُن معرکوں میں مدد کی جن میں فرانسیسی فوج نے ترچناپلی کے سامنے اپنے ہتھیار رکھ دئے اور جن میں وہ ملک آرکاٹ سے مار کر خارج کر دیئے گئے۔

ان خدمات کو انجام دینے کے بعد وہ انگلستان چلا گیا تاکہ جو دولت اُس نے جمع کی ہے اُس سے حظ اُٹھائے مگر اُس کی فیاضی اور فضول خرچی نے اُسکو بہت جلد خالی ہاتھ کر دیا۔ ۱۷۵۵ء میں اُس نے پھر بحیثیت افسر دوم سواحل کارومنڈل کا رُخ کیا اس قرار داد کے ساتھ کہ قلعہ سینٹ جارج کی پریسیڈنسی کی جانشینی کا اُس کو حق ہوگا۔ قلعہ گیریہ جو سواحل مالابار پر واقع اور لیٹروں کے قبضے میں تھا اُس کی تسخیر کی کارروائی میں شریک رہ کر وہ مدراس چلا گیا۔

اسی عرصے میں صوبیدار بنگال سراج الدولہ سے چھیڑ شروع ہو گئی۔ کلکتے پر سراج الدولہ کا قبضہ ہو گیا اور ۱۲۳ قیدی ایک تیرہ و تنگ کوٹھڑی میں بند کر دئے جانے سے دم گھٹ کر مر گئے اور کمپنی کو جو قابل لحاظ آمدنی بنگال سے ہوتی تھی وہ دفعتاً مسدود ہو گئی اُس نے کلائیو کے سامنے وہ منظر پیش کر دیا جس میں اُس کو جنگ اور مصالح ملکی کے اُن تجربوں سے کام لینا پڑا جو اُس کو جنوب میں حاصل ہوئے تھے۔ یہاں سے قصے کا دوسرا جز شروع ہوتا ہے جو اگرچہ پہلے جز سے اس بنا پر علیحدہ ہے کہ مقام واردات کرناٹک سے دور ہے مگر فی الحقیقت یہ پہلے ہی جز کا فطری نتیجہ تھا اور اسی سے پیدا ہوا تھا۔ اُس کے عامل (ایکٹر) وہی فوج اور افسر تھے جو قبل ازیں مدراس میں جمع کئے گئے تھے اور اُن کے خیالات۔ مسلک اور مقاصد اُس تجربے کے ثمرات تھے جو اُن کو کرناٹک میں حاصل ہوئے تھے۔ اور جو کامیابی کلائیو کو بنگال میں ہوئی وہ کرناٹک کی بعد کی کشمکش میں پورے طور سے موثر ثابت ہوئی۔ یہ تعلقات مختصراً اس طرح بیان کئے جا سکتے ہیں۔ ڈوپلے کی جنگ کی وجہ سے جن افواج کا جمع کرنا لازم ہو گیا تھا وہ بنگال میں انگریزوں کے غلبے کا باعث ہوئیں اور جو دولت اس غلبے کی بنا پر انگریزوں کے ہاتھ لگی اُس کی بدولت مدراس کی فوج قائم رہ سکی جس نے لالی کو

شکست دے کر پانڈیچری کو فتح کرلیا۔ آخر میں ہم کو وہ تدریجی ترقی دکھائی پڑے گی جو انگریزوں نے بنگال میں کی۔ اس کا آغاز اسی قسم کے قوی اثر سے ہوتا ہے جو ڈوپلے کا چند اصاحب اور بسی کا صلابت جنگ پر تھا۔ یہ بنگال میں کلائیو کی پہلی آمد (۱۷۵۶-۶۰ء) کا نتیجہ تھا لیکن اس حالت کو قائم رکھنے کے لئے مسلسل نگرانی اور ہوشیاری کی ضرورت تھی جس میں کلائیو کے جانشین مطلق کامیاب نہیں رہے انہوں نے نہ صرف نواب کو اپنے ہاتھ سے نکل جانے دیا بلکہ اس سے بدتر جو ہوا وہ یہ تھا کہ خود اُن کے سول اور فوجی افسر اُن کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ذاتی مفاد حکومت کے خاص مقاصد سمجھے جانے لگے۔ کونسل اور کمپنی کے احکام تعبیر اور تاویل کر کے اپنے مقاصد کے مطابق کر لئے جاتے تھے یا پس پشت ڈال دئے جاتے تھے سنہ ۱۷۶۴ء میں کلکتے کے حکام ویسے ہی بے دست و پا تھے جیسے کہ پانڈیچری کے حکام سنہ ۱۷۵۸ء میں۔ دونوں صورتوں میں دولت کی خواہش اور اُس کے حصول کے مواقع نے جو ہندوستان کی سیاسیات میں مداخلت سے پیدا ہو گئے تھے کمپنی کی حکومت کو درہم برہم کردیا۔ پانڈیچری میں (۱۷۵۸-۶۱ء) لیلے نے اصلاح کی کوشش کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ ایسی اصلاح جنگ کے موقع پر نہیں ہو سکتی تھی۔ کلکتے میں اپنی دوبارہ حکومت کے زمانہ (۱۷۶۵-۶۷ء) میں کلائیو کو اسی قسم کی اصلاح کا حکم دیا گیا جس کو اُس نے انجام دیا اور اسی کے ساتھ اُس نے انگریزی حکومت کی آئندہ ترقی کی بنیاد قائم کردی۔ یہ ڈوپلے کے خیالات اور اُس کی حکمت عملی پر اہم اضافہ تھا اور یہ کلائیو کا وہ شخصی اور ذاتی حصہ ہے جو اُس نے مشرق میں یورپین حکومت کے مسئلے کے حل کرنے میں لیا ہے۔ یہی وہ دو قصے مع اُن کی متوازی ترقیات کے ہیں جن کے اہم واقعات میں آئندہ صفحات میں کھول کر بیان کرنا چاہتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈوپلے و کلائیو

حصہ اوّل

فرانسیسی جدوجہد

فصل اوّل

جنگ توریث ملک اسٹریا

اٹھارویں صدی کے آغاز میں مدراس اور پانڈیچری کے تعلقات بہت دوستانہ تھے فرانسیسیوں کی آبادی کی ابتدا تھی۔ تعداد نفوس کم اور اُن کی قلعہ بندی ہندوستان کے لحاظ سے بھی بہت کمزور حالت میں تھی یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اسپین کی توریث کی جنگ میں انگلستان اور ہالینڈ فرانس سے لڑ رہے تھے۔ پانڈیچری کے قائم کرنیوالے اور اُسکے گورنر فرنیکاس مارٹن کو اس خوف کا موقع تھا کہ اُس کا کیا کرایا کہیں پھر ضائع نہ ہو جائے جیسا کہ سنہ ۱۶۹۲ء میں قوم ڈچ کے ہاتھ سے ہو چکا تھا۔ اسلئے اُس نے مدراس کے گورنر پٹ کو ترغیب دے کر ایک معاہدہ عدم شرکت جنگ کا کرالیا جس میں یہ قرار پایا تھا کہ دونوں آبادیوں کے لوگ اور جہاز ایک دوسرے پر حملہ نہ کریں گے۔ جس وقت مارٹن کو معلوم ہوا کہ ڈچ پانڈیچری کے محاصرے کی تیاریاں کر رہے ہیں تو اُس نے تمام فرانسیسی مال انگریزی آبادی میں حفاظت کے لئے بھیج دیا

فصل اول

اور جس وقت فرانسیسی جہازوں کے ایک بیڑے نے بحرِ ہند میں آکر انگریزی جہازوں کو گرفتار کرنا شروع کیا اس وقت پانڈیچری کی کونسل نے ان گرفتاریوں کے محدود کرانے اور جو انگریزی جہاز گرفتار ہوگئے تھے اُن کو واجبی شرائط پر واپس دلانے میں پوری کوشش کی۔ اور انگریز اس قدر مہربان تھے کہ انھوں نے وہ رقم جو فرانسیسی گرفتار شدہ جہازوں کے معاوضے میں ملی تھی اس غرض سے بنگال بھیج دی کہ فرانسیسی تجارت میں لگادی جائے[۱]۔

مگر بیس سال من ابتدائے سنہ ۱۷۲۰ء لغایت سنہ ۱۷۴۲ء کے عرصے میں پانڈیچری کی ترقی اور اُس کی تجارت کی افزائش سے یہ رنگ بالکل بدل گیا تھا۔ سنہ ۱۷۲۱ء میں بھی فرانسیسیوں کو یہ خیال تھا کہ اُن کی جو تجارت نیلا[۲] سے ہے اُس کو انگریز رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سنہ ۱۷۲۵ء میں ماہی اور تلیچری کی انگریزی اور فرانسیسی آبادیوں میں سواحل ملابار پر تقریباً علانیہ جنگ چھڑگئی تھی۔ سنہ ۱۷۳۶ء میں فرانسیسی ہمارے "خوفناک رقیب[۳]" ہوگئے تھے۔ دوسرے سال کے ختم پر انگلستان کے ڈائرکٹروں نے یہ حکم دیا کہ "فرانسیسی قومی رقیبوں اور اُن کی تجارت کے متعلق جو خاص اطلاعیں دستیاب ہوسکیں وہ سالانہ ہمارے پاس بھیجی جاتی رہیں[۴]"۔ سنہ ۱۷۴۲ء میں انگریزوں نے دیسی حکام سے اس غرض سے استمداد کی کہ جو جولاہے اُن کے پاس کام کرتے ہیں اُن کو فرانسیسی پھسلا کر اپنے پاس کپڑا بننے کے لئے نہ لے جاسکیں۔ اس لئے جب یہ معلوم ہوا کہ فرانس اُس لڑائی میں جو انگلستان اور اسپین میں ہورہی تھی بقیاس غالب شریک ہوگا تو "ایسٹ انڈیز" میں انگریزی اور فرانسیسی تعلقات کا مسئلہ ایک مہتم بالشان مسئلہ بن گیا۔ دونوں ممالک میں وہ لوگ جن کو ہندوستان کی تجارت سے تعلق تھا دو فرقوں میں منقسم تھے۔ ایک طرف یہ کہا جاتا تھا کہ لڑائی سے تکلیف دہ رقیبوں کی تجارت کو تباہ اور برباد کرنے کا موقع

---

[۱] دیکھو روئداد سوپیریر کونسل جلد ۱ صفحہ ۸۔۶ و ۵۵ اور ۴۴۔۳۶ و ۳۹ و ۱۰۶۔

[۲] " " " ۲۹۱۔۳۹۔

[۳] ویلر کی کتاب موسومہ "مدراس قدیم زمانے میں" صفحہ ۵۴۹

[۴] مراسلہ از انگلستان مورخہ ۳۰ دسمبر سنہ ۱۷۳۷ء۔

مل جائیگا جس کی ضرورت ایک زمانے سے محسوس کی جارہی تھی۔ دوسری طرف جس میں زیادہ لوگ شریک تھے یہ کہا جاتا تھا کہ لڑائی میں شرکت سے بجائے کسی فائدے کے نقصان کا زیادہ اندیشہ ہے۔ ان کے قلعے اور فوجیں صرف ہندوستان کے دیسی رؤساء کی دست بُرد سے حفاظت کے لئے ہیں۔ قومی جنگ میں عدم شرکت ہی اُنکے حق میں مفید ثابت ہوگی۔

موخر الذکر رائے سے اس مبہم حالت کا اظہار ہو جائیگا جو ان کمپنیوں کی تھی یورپ میں وہ محض خانگی جماعتیں تھیں مگر ہندوستان میں اُن کو سیاسی وجود حاصل ہو گیا تھا۔ اور چونکہ اُن کا انتظام یورپ سے ہوتا تھا اس لئے یہ فطری بات تھی کہ اُنکے تجارتی مقاصد کو اُن کی سیاسی کارروائیوں پر ترجیح دی جائے کیونکہ ان کا مقصد صرف اُن اقوام کی دولت میں اضافہ کرنا تھا جنھوں نے اُن کو قائم کیا تھا نہ کہ اُن کے سمندر پار اثر کو قوت دینا اور ممالک کو فتح کرنا۔ جو لوگ لڑائی کے طرفدار تھے وہ بھی بمشکل اپنی رائے کے صحیح تصور سے واقف ہونے کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ اصل سوال بحث طلب یہ تھا کہ آیا ایسی لڑائی میں شرکت کی جائے یا نہیں جس سے ہندوستان کے قبضے کا فیصلہ ہو جائیگا۔ مگر یہ کسی کے بھی پیش نظر نہ تھا۔ فرانسیسی جزائر کے گورنر لابورڈانس نے ۴۰-۱۷۴۱ء میں محکمۂ وزارت فرانس کو اس بارے میں کارروائی کرنے کی طرف توجہ دلائی اسلئے کہ اُس کو گرفتار شدہ جہازوں سے معقول منفعت کی امید تھی۔ انگلستان کے ڈائرکٹروں کی انجمن نے ۱۷۴۴ء میں محکمۂ امیر البحری سے ایک بیڑا طلب کیا اس لئے کہ وہ اپنے رقیب ملک فرانس کی تجارت کو برباد کرنا اور اُس کے جہازوں کو بحر ہند سے خارج کر دینا چاہتے تھے۔ بہت سے لوگ انگلستان میں اور زیادہ تر فرانس میں غیر جانبداری کے حامی تھے کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس کی وجہ سے تجارت درہم برہم نہ ہونے پائیگی اور جو منافع اُن کو مل رہا ہے اُس میں کمی نہ واقع ہوگی دونوں کمپنیوں کے وہ ملازم جو مشرق میں موجود تھے اپنی ذاتی تجارتوں میں اس قدر مستغرق تھے کہ وہ کسی ایسی تجویز کو پسند نہیں کر سکتے تھے جس سے اُن کی ذاتی دولت معرض خطر میں پڑ جائے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں کمپنیوں میں سے کوئی کمپنی بھی لڑائی میں عملی حصہ نہیں لینا چاہتی تھی۔ مگر انگلستان کی کمپنی کی یہ خواہش تھی کہ شاہی بیڑے کے ذریعے سے

فصل اول

اُس کے حریف کی تجارت کو نقصان پہنچایا جائے اور فرانس میں بھی تقریباً ایسی ہی تجویز کی پخت و پز ہو چکی تھی۔

سنہ ۱۷۴۱ء میں لابورڈانس کی پرزور وکالت کا فرانس کے محکمۂ وزارت پر اتنا اثر پڑا کہ وہ ایک بیڑے کے ساتھ فرانسیسی جزائر کو اس حکم کے ساتھ روانہ کر دیا گیا کہ اعلان جنگ کی خبر سننے کے ساتھ ہی انگریزی تجارت پر حملہ کر دے۔ مگر فرانس کی غالب رائے اس کے خلاف تھی۔ سنہ ۱۷۲۱ء میں یہ کمپنی بطریق جدید قائم ہوئی تھی اور اُس وقت سے بوجہ کمی سرمایہ بے دست و پا تھی اُس نے سالانہ سامان بھیجنے کے لئے یہ تدبیر نکالی تھی کہ ہر سال کے سامان خریدنے کے لئے ایک سال کے وعدے پر قرض لیا جاتا تھا اور وہ اسی سال کی فروخت سے ادا کر دیا جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اگر ایک سال کے لئے بھی مال کا بھیجنا موقوف کر دیا جاتا تو نہ دیون واجب ادا ہوتے اور نہ جدید قرض مل سکتا اور کل کاروبار تجارت بند ہو جاتا۔ یہ عدم شرکت جنگ کے لئے ایسی قوی حجت تھی کہ لابورڈانس اپنے بیڑے کے ساتھ فوراً واپس طلب کر لیا گیا۔

مگر باوجود اس کے فرانسیسی کمپنی کو بہت کم امید تھی کہ کسی عام غیر جانبداری کا انتظام ممکن ہوگا۔ ہنری لوتھر نامی ایک شخص جو انگریزی کمپنی کا قدیم ملازم تھا اور اس زمانے میں فرانس میں رہتا تھا اُس نے سنہ ۱۷۴۲ء میں بغیر انگلستان کے ڈائرکٹروں کی اجازت کے اس معاملے میں فرانسیسی کمپنی سے گفتگو شروع کی اور فرانسیسی ڈائرکٹروں لی نور اور ڈوما سے ایک تجویز جو تین دفعات پر مشتمل تھی لکھوالی جس میں دونوں کمپنیوں کی طرف سے جنگ میں عدم شرکت کا وعدہ تھا اس کو کارڈینل فلیری اور مُنس نے بھی دیکھ کر پسند کر لیا۔ مگر جب اس کی اطلاع لوتھر نے ہنری گاف کو دی جو اُس زمانے میں انگریزی کمپنی کا صدر نشین تھا تو اُس نے یہ جواب دیا کہ ہماری رائے میں اس سے بجز اس کے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کہ انگریزی اور فرانسیسی آبادیوں میں ایک معاہدہ ہو جائے جیسا کہ گزشتہ جنگ میں مدراس اور پانڈیچری کے درمیان ہو گیا تھا۔ وہاں جنگی جہازوں کا بھیجنا بہرحال ہمارے لیے مفید ثابت ہوگا . . . . کیونکہ آجکل فرانسیسی جہاز قیمتی سامان سے پُر ہیں[1]۔

[1] برٹش میوزیم اے ڈی دی قلمی ۰۶ ۔۳۵۹ ۔ ایف ایف ۸ ، ۷ و باسکوان کا سفرنامۂ بحری صفحہ ۴۳ ، ۷ و مراسلہ تاکسن صفحہ ۳ ، ۸۔

فصل اول

اس بنا پر ۱۷۴۴ء میں فرانسیسی کمپنی نے ڈوپلے کو ہدایت کی کہ اگر ممکن ہو تو ایسا مقامی معاہدہ کر لیا جائے جس کی طرف انگلستان کے جواب میں اشارہ پایا جاتا تھا۔ یہ ایسی تجویز تھی جس کو وہ دل سے چاہتا تھا اور جس کی وہ خود فرانس کی کمپنی سے سفارش کر چکا تھا[1]۔ بحیثیت گورنر پانڈیچری وہ اپنی حالت پر نظر کر کے اس رائے کی طرف مائل ہوا تھا۔ پانڈیچری میں کوئی گودی نہ تھی اور نہ وہاں جہازوں کو درست کرنے اور ملاحوں کو بھرتی کرنے کی آسانیاں موجود تھیں اس لئے جنگ کی حالت میں اُس کے تجارتی جہازوں کے گرفتار ہو جانے کا اندیشہ تھا اور اُن کے مالک اس قابل نہ تھے کہ وہ ایسے جہاز مہیا کر سکیں جو دشمن کے جہازوں پر حملہ کر کے اُن کے نقصانات کی تلافی کرا سکیں۔ شرکت جنگ میں اُن کا سراسر نقصان ہی نقصان تھا کسی نفع کی امید نہ تھی[2]۔ اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ فرانسیسی جزائر کی حالت اس سے بالکل مختلف تھی۔ وہاں اچھی گودیاں موجود تھیں جن میں جہاز تیار اور درست ہو سکتے تھے۔ ملاح قوم "کرول" اور "کافری" غلاموں سے جو میڈاگاسکر سے آتے تھے بھرتی کئے جا سکتے تھے یہ اُن ملاحوں سے مختلف قسم کے لوگ تھے جو ساحل کرومنڈل پر ملاحی کے لئے دستیاب ہو سکتے تھے۔ اس لئے لڑائی سے جزائر کو وہ اندیشہ نہ تھا جو خاص پانڈیچری کو تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ڈوپلے غیر جانبداری کا طرفدار تھا اور لابورڈانس اس تجویز کو حقارت آمیز نظر سے دیکھتا تھا۔

اعلان جنگ کی اطلاع مدراس میں ۱۶ دسمبر ۱۷۴۴ء کو پہنچی۔ ایک رومن کیتھولک نے اس کی خبر فوراً پانڈیچری کو دی[3]۔ اگرچہ ڈوپلے کو کوئی ہدایت ۲۸ نومبر تک نہیں ملی تھی مگر اُس نے انگریزوں کا عندیہ لینے کے لئے ماہی کی مجلس کو

[1] کلتر و ڈوپلے صفحہ ۱۸۹۔

[2] پانڈیچری بنام کمپنی ۱۱ فروری ۱۷۴۵ء (پی۔ آر ۶۔

[3] مدراس پبلک کونسل ۵ ستمبر ۱۷۴۴ء۔ مدراس کے مراسلات بابت ۱۷۴۴ء۔

نمبرہ ۱۱ و پانڈیچری بنام ماہی ۲۲ ستمبر ۱۷۴۴ء پی۔ آر نمبر ۶۰ الیف ۶۲۵

فصل اول

ہدایت کی کہ وہ تلیچری کی مجلس سے ۱۷۲۸ء[1] کے قدیم معاہدے کو برقرار رکھنے کی تحریک کرے
اس تحریک کا نہ صرف نہایت خوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا بلکہ انگریزوں کے افسرانِ اعلیٰ
نے قدیم معاہدے میں توسیع کی رائے دی۔ یہ معلوم کر کے ڈوپلے نے فوراً مدراس میں
انگریزوں کو لکھا۔ وہاں سے بلحاظ ضرورت وقت ایک مصلحت آمیز جواب دیدیا گیا
کیونکہ یہ ایسا معاملہ تھا جس میں اُن کو بطور خود کوئی اختیار نہ تھا[2]۔ بالآخر جب پیرس سے
ڈوپلے کو ہدایت ملی اور اُس نے باضابطہ طور سے انگریزی آبادیوں اور جہازوں کی
غیر جانبداری کی تحریک کی تو اُس کو پریسیڈنسی سے یہی جواب ملا کہ وہ ایسا معاہدہ
کرنے کی مجاز نہیں ہے[3]۔ اس جواب سے ڈوپلے یقیناً متحیر ہوا ہوگا کیونکہ اُس کو
کامل یقین تھا کہ انگریز ضرور اس تجویز پر راضی ہو جائیں گے۔ جس دن اُس نے مدراس
کو دوسری تجویز بھیجی اسی دن پانڈیچری کی مجلس نے کمپنی کو یقین دلایا کہ مدراس کے اعلیٰ
افسر کی اس سے زیادہ کوئی اور خواہش نہیں ہے[4]۔ اور ڈوپلے نے اسی رنگ میں
لابورڈانس کو جزیرۂ مارشیس[5] میں لکھا۔ ڈوپلے فطری طور سے زود باور واقع ہوا تھا
وہ نہایت آسانی کے ساتھ وہ امر جس کی اُسے خواہش ہوتی تھی یقین کرنے لگتا تھا۔

اس موقع پر تو اُسے یہ امید کرنے کی کہ اُس کی تجویز انگریز منظور کر لیں گے ایک
حد تک معقول وجہ بھی تھی۔ مدراس کی قلعہ بندی نہایت ابتر حالت میں تھی۔ تجارتی کمپنیاں
فطری طور سے فوجی اخراجات میں تخفیف چاہتی تھیں اور ان مثالوں کی تقلید کر رہی
تھیں جو بصراحت اُن کے پیشِ نظر تھیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی آبادیوں کے مختلف گورنروں

---

[1] پانڈیچری بنام ماہی ۲۲ ستمبر ۱۷۴۴ء (پی۔ آر نمبر ۶۰ ایف ۶۲۵)۔
[2] تلیچری ماہی کے ماتحت تھی۔
[3] مدراس پبلک کونسل ۱۳ و ۲۶ نومبر ۱۷۴۴ء
[4] پانڈیچری بنام کمپنی ۲ ڈسمبر ۱۷۴۴ء (پی۔ آر ے)۔
[5] یادداشت متعلقہ لابورڈانس۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان خطوط کی بنا پر عجیب عجیب بیانات شائع ہو گئے جن کا زمانۂ حال کے لکھنے والوں نے بھی اعادہ کیا ہے (وبر کا تذکرۂ جنگ ہندوستان بزبان فرانس صفحہ ۲۴۹ دیکھو خطوط)۔

فصل اول

پر آغاز جنگ سے تقریباً دس سال پہلے سے تخفیف مصارف کے لئے بے حد زور ڈالا جا رہا تھا۔ بمبئی کا ایک گورنر محض اس قصور پر موقوف کر دیا گیا تھا کہ اس نے اپنے شہر کی قلعہ بندی کی جرأت کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی گورنر کے متعلق ایک مشہور ڈائرکٹر نے کہا تھا کہ وہ نہایت ایماندار آدمی مگر ضرورت سے زیادہ مہنگا گورنر تھا[۱]۔ اس طور سے مدراس کی قلعہ بندی کی وہی حالت تھی جو ٹامس پٹ کے زمانے میں تیس سال قبل تھی اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی اور ہر سمجھدار شخص اس پر متفق تھا کہ سخت حملے کی حالت میں اس کا محفوظ رہنا ناممکن ہے۔ بارنٹ افسر فوج نے ۱۷۴۵ء میں انٹیسن کو لکھا کہ "اس ساحل کرومنڈل پر نوآبادیوں کے قلعوں کی کمزوری کی یہ حالت ہے کہ اگر جنگی جہاز ان کی حفاظت کے لئے نہ موجود ہوں اور پانڈیچری کی فوج میں تھوڑی سی امدادی جمعیت کا بھی اضافہ ہو جائے تو دشمن کے لئے اس آبادی اور قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کو لے لینا چند گھنٹوں کا کام ہوگا۔ اس وقت یہاں قلعہ بندی کا مزید کام ہو رہا ہے اور صلح نامے پر دستخط ہونے تک یہ مقام غالباً اچھی حالت میں ہو جائیگا صحیح اور قدیم انگریزی انتظام یہی ہے۔ ڈائرکٹر دربار کی نقل کرتے ہیں اور لڑائی کا اس وقت تک کوئی انتظام نہیں کرتے جب تک کہ اس کا اعلان نہیں ہو جاتا اور اس وقت اس کا ٹھیک طور سے انتظام ہونا ظاہر ہے کہ محال ہے"[۲]

بارنٹ نے جو مراسلہ ڈائرکٹروں کی خفیہ کمیٹی کے نام بھیجا تھا اس میں لکھتا ہے کہ قلعہ بندی کا جو کام ہوا ہے اس میں بہ نسبت کسی تجویز کے اتفاق کو زیادہ تر دخل ہے۔ جس قدر برج بنے ہیں سب خلاف قاعدہ ہیں .... اگر میں گورنر ہوتا تو جنگ فرانس میں کبھی گہری نیند نہیں سو سکتا تھا اگر (۵۰۰) یورپین بھی پانڈیچری میں موجود ہوتے[۳]۔

اس حالت کی زیادہ پروانہ کی جاتی اگر وہ فرانسیسیوں سے پوشیدہ ہوتی مگر

۱۔ انسن کا خط صفحہ ۱۱۔

۲۔ برٹش میوزیم اے ڈی ڈی قلمی ۱۵۹۵۵ ایف ۱۱۳۔

۳۔ انسن کا خط صفحہ ۴۴۔

فصل اول

ڈوپلے مدراس کی قلعہ بندی کی حالت سے بخوبی واقف تھا اُس کو وقتاً فوقتاً پادری نورنہا سے (جو میڈم ڈوپلے کا رشتہ دار) اور ایک چھوٹے سے گرجے کا مہتمم تھا جواب تک سواد شہر میں قائم ہے[1] تمام اطلاعیں ملتی رہتی تھیں۔ مزید براں فرانسیسیوں کا خاص انجینیر پیراڈس مدراس میں آیا تھا اور وہ حملے کا ایک نقشہ تیار کرکے لے گیا تھا[2] ۱۷۴۶ء کی فروری میں ڈوپلے نے لابورڈانس کو لکھا تھا کہ مدراس کا گورنر۔ وہاں کی فوج۔ اُس کی قلعہ بندی۔ سب کی حالت قابل رحم ہے[3] اس تمام علم کی بنا پر اُس کو کامل یقین تھا کہ انگریز عدم شرکت جنگ کو ضرور منظور کرلیں گے کیونکہ بحالت حملہ اُن میں مقابلے کی طاقت نہ تھی۔

لیکن اس رائے کے قائم کرنے میں وہ اس کے اندازہ کرنے سے قاصر رہا کہ انگریزی کمپنی کا مقصد یہ ہے کہ قلعہ بندی کی کمی شاہی بیڑے کے ذریعے سے پوری ہو جائیگی۔ جنگ توریث اسپین میں جس میں نہ صرف فرانسیسی سرکاری بیڑا بلکہ فرانس کے خانگی جہاز بھی انگریزی جہازوں پر بحر ہند میں چھاپہ مارنے کیلئے تیار کئے گئے تھے جو تجربہ عہدہ داران کمپنی کو ہو چکا تھا وہی اس موقع پر اُن کا ہادی تھا۔ جس وقت جنگ صرف اسپین ہی میں ہو رہی تھی کمپنی نے اپنے سابقہ نقصانات حکومت کو یاد دلائے اور ایسے اختیار کی استدعا کی جس سے وہ خود اپنی حفاظت کر سکے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے جہازوں کو دشمن کے جہازوں پر حملہ کرنے اور لوٹ لینے کی اجازت ہو گئی[4]

جس وقت ۱۷۴۴ء میں فرانس اعلان جنگ کرنے والا تھا یہ قرار پایا کہ فوراً ایسٹ انڈیا کمپنی کو اطلاع دی جائے اور مشرق میں جو آبادیاں انگریزوں کی ہیں

---

[1] دی لز چرچ۔

[2] کلنز ڈوپلے صفحہ ۱۹۹۔

[3] ڈوپلے بنام لابورڈانس ۲۲ر فروری ۱۷۴۶ء۔

[4] ناٹونس انیڈ۔ قلمی (ایچ - ایم - سی) صفحہ ۱۴۹ و پی - آر - او - امیر البحری ۱۲ ۳۹ و مراسلہ مول بنام کابرٹ مورخہ ۱۴ر جنوری و ۲۴ اکتوبر ۱۷۴۳ء۔

فصل اول

اُن کی حفاظت اور جو فرانسیسیوں کی ہیں اُن پر قابض ہو جانے کی تدابیر پر غور کیا جائے۔[۱]

اس سے تین ہفتے کے بعد جو بیڑا ایسٹ انڈیز میں کام کرنے نامزد ہوا تھا اُس کو تیاری کا حکم دیا گیا[۲] اور وہ یکم مئی کو کموڈور کرٹس بارنٹ کے زیر حکم روانہ ہو گیا۔ کرٹس بارنٹ ایک قابل اور پُر جوش افسر تھا اور جنگ میں اپنی شجاعت کا ثبوت دے چکا تھا۔

بارنٹ نے بحر ہند میں داخل ہوتے ہی اُس کو فرانسیسی جہازوں سے صاف کر دیا۔ علاوہ کمپنی کے تین جہازوں کی گرفتاری کے جو چین سے قیمتی سامان لا رہے تھے اُس نے فرانسیسیوں کا جہاز ملینا جس میں چار لاکھ ڈالر تھے اور دوسرے جہاز جو سورت۔ بصرہ اور موخاہ[۳] سے واپس آرہے تھے گرفتار کر لئے۔ موخر الذکر "دیسی جہاز" تھے۔ یہ کشتیاں اسی نام سے موسوم کی جاتی تھیں اور ایسٹ انڈیز میں ایک بندر سے دوسرے بندر میں سامان لے جا کر خرید و فروخت کرتی تھیں۔ اُن کو عام طور سے چند تاجر ملکر جماعت مشترکہ کے اصول پر صرف ایک سفر کے لئے مہیا کر لیتے تھے۔ اس سفر کے اختتام پر سرمایہ اشخاص متعلقہ میں تقسیم ہو جاتا تھا اور کشتی کسی دوسری اسی قسم کی جماعت کے ہاتھ فروخت کر دی جاتی تھی جس میں ممکن ہے

---

[۱] روئداد پریوی کونسل ۲۲ مارچ ۱۷۴۴ء۔ برٹش میوزیم ای دی قلمی ۴۔ ۳۳۰۰۰۔

[۲] الیف ۸۔ ۷۔ احکام بنام کپتان مورخہ ۱۷ اپریل ۱۷۴۴ء۔ پی۔ آر۔ او۔ ۲۔ وا ۶۱۔ الیف ۱۹۵ غالباً یہ امر قابل بیان سمجھا جائے کہ جہازوں میں "بیر" کا ذخیرہ صرف ایک ماہ کے لئے اور "انگریزی مالٹ اسپرٹ" کا ذخیرہ (۷) ماہ کے لئے مہیا کرنے کا حکم دیا گیا تھا (احکام امیر البحری مورخہ ۷ و ۱۱ اپریل ۱۷۴۴ء امیر البحری ۲۔ ۶۱۔ ایف الیف۔ ۱۲۲۔ و ۱۷۵) اس بارے میں بارنٹ نے ۹ اکتوبر ۱۷۴۴ء کو امیر البحر کو لکھا کہ جو برانڈی آپکی ہدایت کے مطابق تقسیم ہوتی ہے وہ ملاحوں کی بہت موافق مزاج ہے اگرچہ ابتدا میں وہ لوگ پانی کے امتزاج کی وجہ سے بغاوت کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے مگر اب اس پر رضامند ہو گئے ہیں اور اس سے خوش ہیں اور میرے نزدیک وہ صحت بخش مشروب ہے۔

[۳] بارنٹ بنام امیر البحری ۲۸ جنوری ۲۲ فروری ۱۷۴۵ء و ۹ جنوری ۱۷۴۶ء پی آر او امیر البحری او ۱۲۰۔

ان کے پہلے مالک شریک ہوں یا نہ ہوں۔ ان جماعتوں میں عام طور سے بڑا حصہ گورنر اور اُسکی کونسل کے لوگوں کا ہوتا تھا اس لئے ان کشتیوں کی گرفتاری نے ڈوپلے اور اُسکی کونسل کے لوگوں کو سخت نقصان میں مبتلا کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کارروائی سے ڈوپلے کی اُس ذاتی دولت کا بڑا حصہ ضائع ہو گیا جو اُس نے بیس سال کی تجارت میں پیدا کی تھی اور ساحل کرومنڈل پر یک قلم تمام فرانسیسی تجارت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اگرچہ یہ کارروائی شاہی بیڑے کی تھی جس پر اس معاہدے کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا جو ڈوپلے نے تجویز کیا تھا اور جس کی تکمیل سے انگریزوں نے انکار کر دیا تھا۔ گر فرانسیسی گورنر نے فوراً اُن جہازوں کی واپسی کی استدعا کی[1] یہ امر سمجھنا مشکل ہے کہ اُس نے اپنے دل میں بھی اس استدعا کی معقولیت کے متعلق کیا دلائل قائم کئے تھے۔ انسان ذاتی نقصانات کی پریشانی میں استدلال سے زیادہ کام نہیں لیتا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اس عمل کو اپنے حق میں صفت فریب اور دغابازی قرار دیا اور فوراً لابورڈونس کو اپنی مدد کے لئے مع بیڑے کے طلب کیا اور اس عرصہ مدت میں دیسی حکومت کے ذریعے سے انگریزوں کو جس قدر دق اور پریشان کر سکتا تھا دق اور پریشان کرنا شروع کیا۔

موخر الذکر کارروائی کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ مارچ ۱۷۴۵ء میں انگریزوں کے پاس انورالدین خاں نواب کرناٹک کا ایک خط وصول ہوا جس میں یہ ہدایت دی گئی تھی کہ دونوں قوموں کو امن کے ساتھ رہنا چاہیئے اور ہندوستان کے سواحل پر دونوں قوموں کے بیڑوں کو جنگ کی ممانعت ہے اور نیز یہ کہ ان کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا[2]۔ تین ہفتے کے بعد ایک دوسرا مراسلہ وصول ہوا جو پہلے مراسلے سے زیادہ پریشان کن تھا اس میں درج تھا کہ نواب صاحب نے دیسی رعایا اور نیز پردیسیوں[3] کو مغلئی جھنڈے اور اجازت نامے دے دئے ہیں جن جہازوں پر یہ جھنڈے

[1] مدراس پبلک کونسل ۴ جنوری ۱۷۴۵ء۔

[2] مدراس کونسل ۴ مارچ ۱۷۴۵ء۔

[3] مدراس بنام فرانسیسیوں کے۔

فصل اول

اُڑاتے ہوں اُن سے کوئی مزاحمت نہ ہونی چاہیئے۔[51] اگر یہ منظور کر لیا جاتا تو فرانسیسی
جہازوں کو تجارت کی ویسی ہی آزادی رہتی جیسے انگریزی بیڑے کے آنے سے پہلے
تھی۔ لیکن برنٹ اور اُس کے افسر اس خفیف چال کی بنا پر گرفتار شدہ جہازوں کے
گراں بہا معاوضے کو کس طرح چھوڑ سکتے تھے۔ انگریزوں نے ایک وکیل بھیج کر اپنی
حالت اور ایسی صورتوں میں یورپ کا جو عملدرآمد ہے اُس کا اظہار کیا۔ اور طویل
بحث کے بعد انگریز اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور اُنھوں نے المعالہ آخرکار
نواب کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ جو نقصان انگریزوں سے بگاڑ لینے میں ہوگا۔[52] اُسکی
تلافی فرانسیسیوں کے نذرانوں سے نہیں ہوسکتی۔" اس معاملے میں تو ڈوپلے کو
زک ہوئی مگر اُس کو جو کامیابی ہوئی وہ صرف اس حد تک تھی کہ اُس نے ایک حکم
اس مضمون کا حاصل کر لیا کہ پانڈیچری پر انگریز کوئی حملہ نہ کریں۔ اس کا گورنر مدراس
نے یہ جواب دیا کہ میں جناب کے حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا بشرطیکہ
فرانسیسیوں نے بھی اُس کی اسی طرح وقعت کی۔[53] لیکن جب ڈوپلے نے قریب
کے قلعۂ سنیٹ ڈیوڈ کی آبادی پر حملے کی دھمکی دی تو یہ امر انگریزی بیڑے کے پانڈیچری
کے محاصرے میں مانع نہ سمجھا گیا۔

اس عرصے میں لابور ڈانس جزائر میں ایسے بیڑے کی تیاری میں مصروف تھا
جو انگریزی بیڑے کا کلہ بہ کلہ جواب دے سکے اس کے لئے بیحد جدوجہد کی ضرورت
تھی مگر یہ کام ایسا مشکل نہ تھا جیسا کہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ آخرکار کمپنی کے آٹھ جہاز اور ایک
دیسی کشتی کے جو اُس نے جزائر ہی میں بنوائی تھی فراہم کرنے میں کامیاب ہوا۔ فرانسیسی
کمپنی کے جہاز زیادہ تر بڑے جہاز ۸۰۰ سے ۹۰۰ ٹن تک کے وزن کے تھے جن
میں (۴۰) سے لے کر (۵۰) توپیں تک چڑھ سکتی تھیں۔ (۲۹۰) توپوں میں سے جو
اس بیڑے میں تھیں صرف ۴۷ - ۱۸ پونڈی تھیں۔ اُس نے فرانسیسی بیڑے کو

[51] مدراس کونسل ۲۵ مارچ ۱۷۴۵ء۔

[52] مراسلۂ عام بنام انگلستان ۲۴ ستمبر ۱۷۴۵ء۔

[53] پبلک کونسل مدراس ۱۵ جولائی ۱۷۴۵ء۔

فصل اول

بمقابلہ انگریزی جنگی جہازوں کے بہت کمزور کردیا جو معمولی طور سے (۱۸) پونڈی توپوں سے مسلح تھے۔ علاوہ اس کے انگریزی جہاز اُن جہازوں سے جو اسباب کے حمل ونقل کے لئے بنائے گئے تھے زیادہ تر سریع الحرکت تھے۔ لابورڈانس نے ان دونوں نقائص کی تلافی ملاحوں کی زیادتی سے کرنی چاہی۔ اس میں انگریز کمزور تھے۔ ان کی پوری تعداد (۱۶۰۰) آدمیوں کی تھی لیکن گرم ممالک اور خرابیٔ خون کی بیماری نے اُن کی تعداد گھٹا کر انکو اور زیادہ کمزور کردیا تھا اس لئے انگریز بشمول "لشکر" کے صرف (۱۳۰۰) یا (۱۴۰۰) سے زیادہ ملاح لابورڈانس کے (۳۰۰۰) ملاحوں کے مقابلے میں نہیں لاسکتے تھے[1]۔ بہت سی تعویق اور حادثات کے بعد ۲۵ ر جون سے ۶ ر جولائی تک فرانسیسی جہاز ساحل سے نظر آنے لگے۔ ان کی آمد غیر مترقبہ نہ تھی۔ فروری گزشتہ میں انگریزوں کو خبر پہنچ چکی تھی کہ ایک بیڑا جزائر میں تیار ہو رہا ہے[2]۔ اس عرصے میں کرٹس برنٹ قلعۂ سینٹ دیوڈ میں بخار سے بیمار ہو کر فوت ہوچکا تھا اور بیڑا اس کے ایک سینیر کپتان ایڈورڈ پیٹن نامی کے زیر حکم تھا جو ناقابل اعتبار اور غیر جری عہدہ دار تھا[3]۔ وہ اپنے بعض جہازوں کی مرمت کے لئے ٹرنکوملی جارہا تھا جبکہ صبح کے وقت اُسے فرانسیسی بیڑا ساحل نیگاپٹم پر نظر آیا۔ ہوا دھیمی تھی اس لئے دونوں بیڑے شام کے چار بجے سے پہلے مقابلے میں نہ آسکے مقابلے میں آنے کے بعد لڑائی شروع ہوئی جو شام تک جاری رہی مگر کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ دوسرے دن صبح کو پیٹن اپنی ترتیب کو درست کرکے دشمن کی طرف بڑھا مگر فرانسیسی شمال کی طرف ہٹ گئے اسی شام کو ایک جنگی کونسل ہوئی اور اس میں یہ طے ہوا کہ لڑائی میں جہازوں کو جو نقصان پہنچا ہے اُسکی درستی ٹرنکوملی جاکر کرانی چاہیئے[4]۔

[1] مجھ کو جون یا جولائی سنہ ۱۷۴۶ء کی تعداد نہیں ملی مگر مقابلہ کرو ۲۸ ر نومبر سنہ ۱۷۴۶ء کی تعداد سے (پی۔ آر۔ او امیر البحری ا - ۲۲۲۸) نیز کارگذاری انگریزی بیڑے کی صفحۂ ۴۸ - ۴۶ -

[2] پبلک کونسل ۳ ر فروری سنہ ۱۷۴۶ء -

[3] گریفن بنام انیسن مورخہ ۲۷ ر فروری سنہ ۱۷۴۶-۴۷ء (برٹش میوزیم ای ڈی ڈی قلمی ۱۵۹۵۵ - الف ۲۸۸) -

[4] پیٹن بنام کاربٹ ۲۸ ر نومبر سنہ ۱۷۴۶ء (پی۔ آر۔ او۔ امیر البحری ا - ۲۲۸۸) -

اس لڑائی میں بہ نسبت انگریزوں کے فرانسیسیوں کو زیادہ تر نقصان پہنچا تھا۔ انگریزوں کے صرف (۱۴) آدمی مارے گئے تھے اور (۴۶) زخمی ہوئے تھے[1] بر خلاف اس کے لابورڈانس کے (۲۷) آدمی مارے گئے اور (۱۵۰) زخمی ہوئے تھے۔ اُس کے جہازوں کو بھی گولوں اور زیادہ تر آگ سے نقصان پہنچا تھا۔[2] اگر کوئی شخص پیٹن سے زیادہ تجربہ کار اور ہوشیار عہدہ دار ہوتا تو فرانسیسی بیڑے کو اس موقع پر بہت زیادہ نقصان پہنچا دیتا قبل اس کے کہ اُسے پانڈیچری کی توپوں کی آڑ میں جاکر پناہ لینے کا موقع ملتا۔

بہر حال لابورڈانس فرانسیسی آبادی میں پہنچ گیا۔ اور تقریباً ایک مہینے تک وہاں مقیم رہکر جو خزانہ وہ لایا تھا اُس کو اُتارتا۔ اپنے جہازوں کو درست کرتا اور مختلف تجاویز پر غور کرتا رہا۔ لابورڈانس اور ڈوپلے ہمیشہ سے ایک دوسرے کو ناپسند کرتے تھے۔ یہ آگ دفعتاً پھر بھڑک اُٹھی۔ لابورڈانس کی سلامی میں صرف (۱۵) توپیں سر کی گئیں۔ ڈوپلے بجائے اس کے کہ گودی پر جاکر اُس کا استقبال کرتا اُس سے سرکاری مکان میں ملا۔ باجے والوں نے اُس کے آنے پر بجائے "اگرجمپ" کے ڈھول سے سلامی اُتاری۔ اس سے لابورڈانس سمجھا کہ ڈوپلے کو اُس سے اعلیٰ تر مرتبے کا دعویٰ ہے اس دعوے کو وہ بحیثیت ایک معاہدہ بحری افسر کے ایک ملازم کمپنی کے مقابلے میں منظور کرنے کے لئے آمادہ نہ تھا۔ ایک ہفتہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ ڈوپلے نے اسکو علانیہ ایسے سامعین کے سامنے جو اُس کو سن سکتے تھے بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا[3]

جو تجاویز ان لوگوں کے پیش نظر تھیں اُن کے دو مقاصد تھے اول انگریزی بیڑے کی تباہی دوسرے مدراس کی فتح۔ موخر الذکر لابورڈانس کی قدیم آرزو تھی۔

[1] ہردی کی تاریخ بحری جلد ۴ صفحہ ۳۱۴۔

[2] پانڈیچری بنام ماہی ۱۳ جولائی سنہ ۱۷۴۶ء (بی۔ آر نمبر ۱۔الف ۲۲۳) پانڈیچری بنام کمپنی ۳۱ جنوری سنہ ۱۷۴۷ء (بی۔ آر نمبر ۷)۔

[3] روزنامچہ آنندارنگا پلے جلد ۲ صفحہ ۱۱۴ و ۱۲۱ و ۱۲۸۔

فصل اول

لیکن اُس کے حصول کے لئے پہلے انگریزی بیڑے سے بھگتنا تھا فرانسیسیوں کا بیڑا توپوں کے لحاظ سے بمقابلہ انگریزی بیڑے کے بہت کمزور تھا۔ اس کمی کو حتی الامکان پورا کرنے کے لئے لابورڈانس نے چند (۱۸) پونڈی توپوں کی خواہش کی ڈوپلے صرف تعداد مطلوبہ میں سے ⅓ دینا اور اس کمی کو اُس سے ہلکی توپوں سے پورا کرنا چاہتا تھا جو بشرطیکہ انگریزی بیڑے کا کمانڈر اپنے کام سے واقف ہوتا بالکل بیکار ثابت ہوئیں[1]۔ ان توپوں اور مزید ملاحوں کے ساتھ لابورڈانس نے لنگر اُٹھایا تاکہ انگریزی بیڑے سے مقابلہ کرکے اُس کو ضائع کردے۔ انگریزی بیڑا اُس کو ساحل نیگاپٹم کے شمال میں سفر کرتا ہوا ملا۔ دو دن میں بیڑے ایک دوسرے کے مقابل ہوگئے آخر کار ۸ سے لے کر ۱۹ اگست تک پیٹن موافق ہوا کیساتھ حملے کے لئے بڑھا۔ قریب پہنچنے پر اُس کو معلوم ہوا کہ اکثر فرانسیسی جہازوں پر جدید قطاریں توپوں کی چڑھی ہوئی ہیں یہ دیکھ کر وہ دفعتاً حملے سے رک گیا اور چند روز جنوب میں اس امید پر پھرتا رہا کہ شاید اُس کو جدید مدد مل جائے مگر جب مدد نہ پہنچی تو اُس نے ۲۲ راگست سے ۲ رستمبر تک ساحل پلیکاٹ کا رخ کیا یہاں اُسکو یہ خبر ملی کہ فرانسیسی مدراس پر حملہ کرنے والے ہیں۔ وہ ایک دوسری جنگی کونسل کے ذریعے سے اپنے متواتر فرار کا وثیقہ حاصل کرکے بنگال کی طرف چلا گیا[2]۔

اس کا حال نہ ان فرانسیسیوں کو معلوم تھا جو کہ ساحل پر تھے اور نہ انگریزوں کو انگریزوں کی جو امیدیں اُس سے وابستہ تھیں وہ سب خاک میں مل گئیں پلیکاٹ پہنچ کر اُس نے مدراس کو اطلاع دینے کی زحمت بھی گوارا نہ کی البتہ ایک دیسی انگریزی جہاز جو بٹیویا سے مدراس آرہا تھا اُس کی حفاظت کا انتظام کردیا۔ یہ جہاز پیٹن کے پلیکاٹ پہنچنے سے دو دن قبل مدراس پہنچا اور اُس نے بیڑے کے قریب آجانے کی اطلاع دی۔ اس پر انگریزی کونسل نے ایک کشتی اُس کی تلاش میں

[1] لابورڈانس بنام ڈوپلے ۱۷ رجولائی و جواب ڈوپلے بنام لابورڈانس۔

[2] پیٹن بنام کاربٹ ۲۸ رنومبر ۱۷۴۶ء (حسب حوالۂ سابق)۔

فصل اول

روانہ کی اور مضطربانہ مدد کی استدعا کی مگر پیٹن نے روانگی میں اس قدر عجلت سے کام لیا تھا کہ یہ کشتی اُس کو نہ پا سکی۔[1]

لابورڈانس نے پیٹن کو سمجھدار قرار دے کر جس کا وہ فی الحقیقت مستحق نہ تھا یہ فرض کر لیا تھا کہ وہ اس خیال سے لڑائی سے ہٹ گیا ہے کہ جب فرانسیسی مدراس پر حملہ کریں اور اُن کی نصف بحری فوج خشکی میں کام کر رہی ہو ان کے بیڑے پر دفعتاً حملہ کر دے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بیڑے کی موجودگی میں مدراس پر حملہ نہایت خطرناک کام ہو جاتا پیٹن کے بغیر لڑے ہٹ جانے کے بعد لابورڈانس ۱۳-۲۳ اگسٹ کو پانڈیچری واپس آ گیا اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب اُس کو کیا طریقۂ کارروائی اختیار کرنا چاہیئے۔ اُس کا دل مدراس کی فتح کے لئے تڑپ رہا تھا لیکن وہ امکانی ناکامی کی ذمہ داری کو اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اُس نے یہ ذمہ داری ڈوپلے اور اُس کی کونسل پر ڈالنی چاہی اور ایسے رزولیوشن کا طالب ہوا جس میں یہ طے کیا جائے کہ ایسی کوشش کمپنی کے مقاصد کے لئے مفید ہے۔[2] مگر ڈوپلے بھی لابورڈانس کی طرح اس ذمہ داری کو اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا اس لئے اُس نے لابورڈانس سے یہ استدعا کی کہ یا تو بیڑے کا تعاقب یا شہر پر حملہ کیا جائے۔[3] حالات کا اندازہ کرنے کی غرض سے لابورڈانس نے اپنا بڑا انگشتی جہاز مدراس بھیج دیا تاکہ اگر انگریزی بیڑا قرب و جوار میں موجود ہو تو وہ مدد کے لئے نکلے۔ انگریزی کمانڈر کی ناقابلیت کا گویا اعلان تھا کیونکہ یہ واقعہ اُس کے پلیکاٹ پہنچنے سے صرف دو دن قبل کا تھا پس فرانسیسی جہاز بغیر کچھ پتا لگائے پانڈیچری کو واپس آ گئے۔

اس بے دست و پائی نے لابورڈانس کے محاصرۂ مدراس کے ارادے کو مصمم کر دیا۔ وہ لنگر اُٹھا کر مدراس کے ساحل پر اُترا اور ۷-۱۸ اگسٹ کو ہم کو توپوں کی ایک بیٹری سے جو قلعے کے جنوب میں ایک جھنڈ میں چھپی ہوئی تھی گولہ باری

---

[1] برٹش میوزیم اے ڈی ڈی قلمی ۲۳۸۲۵ ایف ایف ۵۶ وغیرہ۔

[2] لابورڈانس بنام ڈوپلے ۲۶ اگسٹ ۱۷۴۶ء۔

[3] روئداد کونسل ۲۷ اگسٹ ۱۷۴۶ء۔ (حسب سابق ۲۹)۔

فصل اول

شروع کردی۔ اسی شام کو اُس نے ایک دوسرے بم کی توپوں کی بیٹری گورنر کے خانہ باغ کے پیچھے سے مغرب کی طرف لگا دی[1]

انگریز اس کارروائی کا انسداد بجز اس کے کچھ نہ کرسکے کہ قلعے کی دیواروں سے بے سروپا اور غیر موثر طریقے سے جواب دیتے رہے۔ ان کی فوج میں صرف (۳۰۰) سپاہی تھے جن میں سے نصف یورپین اور باقی دوغلے پرتگالی تھے نہ سپاہی پورے طور سے قواعد داں تھے اور نہ اُن کے افسروں کو حقیقی جنگ کا کوئی تجربہ تھا۔ اُن کی تعداد اُس فوج کی تعداد کے مقابلے میں، جو لابورڈانس نے اُتار دی تھی ایک تہائی سے بھی کم تھی۔ کونسل کی تمام امیدیں بیرونی مدد پر منحصر تھیں خواہ وہ بیڑے سے ملے یا نواب سے۔

بیٹن نے جیسا کہ ہم کو معلوم ہو چکا ہے بہت آسانی کے ساتھ یہ یقین کر لیا تھا کہ اُس کو مدراس کی حفاظت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ پُرامن گنگا میں پناہ لینے کے لئے نہایت تیزی سے بڑھا چلا جاتا تھا مگر نواب صاحب انگریزوں کے طرفدار ہو گئے تھے[2] قبل اس کے کہ لابورڈانس مدراس کا محاصرہ کرے نواب انورالدین خاں نے اس کو تین مرتبہ نہایت صراحت کے ساتھ مدراس پر حملہ کرنے سے باز رہنے کے لئے لکھا تھا اور یہ دھمکی دی تھی کہ اگر انھوں نے ایسا کیا تو وہ پانڈیچری سے نکال دئے جائیں گے۔ ۸-۱۹ ستمبر کو ڈوپلے کے پاس بذریعہ شتر سوار کے یہ شدید حکم پہنچا کہ وہ اس مہم سے باز رہے[3]

---

[1] لابورڈانس بنام ڈوپلے ۱۵ ستمبر ۱۷۴۶ء (حوالہ حسب سابق ۲۷) ولیون میگزین ۴۷، صفحات ۲۲۷ وغیرہ برٹش میوزیم قلمی ۲۵ ۲۳۸ ۲ ایف ۱۵۲۔

[2] عام روایت جس کو آرمی نے بھی اختیار کر لیا ہے یہ ہے کہ انگریزوں نے استدعائے مدد کے ساتھ کافی نذرانہ نہیں بھیجا تھا اس کی بنیاد صرف قلعہ سینٹ ڈیوڈ کی کونسل کے قیاسات ہیں جو انھوں نے مدراس کے ہاتھ سے نکل جانے کے زمانے میں قائم کئے تھے۔ مگر یہ واقعات کے خلاف ہے کیونکہ نواب انورالدین خاں نے انگریزوں کی مدد کرنے میں کبھی پس و پیش نہیں کیا۔

[3] روزنامچہ انندا رنگا پلے جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ و ۲۹۱ و ۳۱۱۔

فصل الہ

اُس نے اُس کا جواب دیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر شہر مدراس فتح ہو گیا تو وہ نواب صاحب کے حوالے کر دیا جائیگا[1]

اس حکمت عملی کی بڑی تعریف کی جاتی ہے جس کی وہ فی الحقیقت مستحق نہیں ہے۔ یہ ایک چلتا ہوا فقرہ تھا جس کا مقصد لابورڈانس کو فریب دینا تھا نہ کہ نواب صاحب کو طرفدار بنانا۔ نواب صاحب پر اس کا مطلق کوئی اثر نہیں ہوا مگر ڈوپلے کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ بعدہ جو لڑائی مسلمانوں سے ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے رقیب لابورڈانس نے مدراس کو اپنے قبضے میں رکھا۔ ڈوپلے کا یہ قیاس کہ شہر مدراس نواب صاحب کی امداد آنے سے قبل ہی فتح ہو جائیگا بالکل صحیح ثابت ہوا۔

اس عرصۂ مدت میں انگریزوں پر برابر گولہ باری ہوتی رہی جو بہت زیادہ موثر نہ تھی۔ اگرچہ بم کے گولوں سے محفوظ صرف ایک ہی مقام یعنی پرتگالی گرجا تھا جس میں عورتیں اور بچے پہنچا دئے گئے تھے۔ تمام محاصرے میں صرف (۶) آدمی کام آئے دو انگریز اور چار پرتگالی[2] مگر اتفاقیہ ایک گولہ شراب کے ذخیرے میں پہنچ گیا اور اسکا دروازہ ٹوٹ گیا فوج کے لوگ اُس کو پی کر بدمست ہو گئے اور قابو سے نکل گئے دو دن کی گولہ باری کے بعد انگریزوں نے اپنے نمائندے لابورڈانس کے پاس بھیجے لابورڈانس نے بشرط تحویل اُن کے ساتھ رعایت کرنے کا وعدہ کیا اور مقابلے کی صورت اختیار کرنے میں خوں ریزی اور تباہی کی دھمکی دی[3]۔ اس تجویز کا لابورڈانس نے نہایت خوشی سے خیر مقدم کیا۔ اس کو اسی زمانے میں ڈوپلے سے چار جہازوں کے نظر آنے کی خبر معلوم ہو چکی تھی دونوں کو خوف تھا کہ مبادا یہ جہاز انگریزوں کی جدید فوج لیکر نہ آئے ہوں اور ان کی مدد سے پیٹن اُن کے بیڑے پر حملہ نہ کر دے جس میں اسوقت صرف نصف ملاح تھے اس لئے دوسرے دن اُس نے مدراس کی تحویل کو اس شرط پر

---

[1] ڈوپلے بنام لابورڈانس ۲۱ ستمبر ۱۷۴۶ء۔

[2] لوتھ صاحب کی کتاب وستیا جینبلد ۳ صفحہ ۴۲۵۔

[3] لابورڈانس بنام اہل اسلام و ڈوپلے ۲۰ ستمبر ۱۷۴۶ء۔

فصل اول

منظور کرلیا کہ معاوضے کی مقدار کا تصفیہ بعدہ کیا جائیگا۔ ۲۱ ستمبر کی شام کو وہ دریا کی طرف کے دروازے سے قلعے میں داخل ہوا اور قبضہ اُس کو دیدیا گیا[1]۔

اس واقعے نے دونوں فرانسیسی عہدہ داروں کی رنجشوں کی آگ کو جواب تک دبی ہوئی تھی بھڑکا دیا۔ ان میں سے ہر ایک شخص اس پر مستعد اور خواہشمند تھا کہ مفتوحہ شہر کا تصفیہ اُس کے ہاتھ میں رہے۔ ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ ڈوپلے نے یہ وعدہ کرکے کہ شہر مدراس نواب کے حوالے کردیا جائیگا۔ اپنے رقیب کو بے دست و پا کردینے کی کس طرح کوشش کی تھی اس خبر کے سننے سے پہلے ہی لابورڈانس خودمختارانہ کارروائی کا دعویٰ کرچکا تھا جس مراسلے میں اُس نے داخل مدراس ہونے کی اطلاع دی اس میں اُس نے یہ بھی لکھا کہ اب وہ شمالی ساحل کا بری اور بحری کمانڈر کہلاتا ہے۔ اس کا تذکرہ اس طرح کیا گیا تھا کہ گویا یہ ایک ضمنی بات تھی۔ اس سے اگرچہ بصراحت حکومت پانڈیچری خارج کردی گئی تھی مگر ڈوپلے فوراً مقابلے کے لئے آمادہ ہوگیا اُس نے اور اُس کی کونسل نے ہندوستان کے اُن تمام مقامات پر کامل اختیار کا دعویٰ کیا جہاں فرانسیسی جھنڈا نصب ہو۔ اور فوراً ایک کونسل مدراس کے انتظامی معاملات کا جائزہ لینے کیلئے مقرر کی[2]۔ لابورڈانس نے اُن کے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اور حسب ہدایت ڈوپلے اُنھوں نے بجبر قبضہ لینا چاہا تو لابورڈانس نے پانڈیچری کی فوج کو جس سے ان کو مدد کی امید ہوسکتی تھی جہاز پر بھیج دیا۔

اس نزاع کی تفصیل سے بحث کرنا بیکار ہے۔ فریقین حسب معمول ہر ایک وجہ بجز اس کے جو اصل محرک تھی پیش کرتے تھے۔ اصل سوال یہ تھا کہ اس سے کس شخص کو منتفع ہونا چاہیئے۔ لابورڈانس ان فیاضانہ شرائط سے جس کی اُس نے نہایت چالاکی سے انگریزوں کو امید دلائی تھی ذاتی منفعت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ڈوپلے لابورڈانس کی بیدخلی کی صورت میں اُن اجازت ناموں کے ذریعے سے جو مال کو مدراس سے باہر لے جانے کے متعلق دئے جاتے بہت کچھ فائدہ حاصل کرنیکا متوقع تھا[3]۔

---

[1] لابورڈانس بنام ڈوپلے ۲۱ ستمبر ۱۷۴۶ء (حوالہ حسب سابق نمبر ۹۰)۔

[2] کونسل بنام لابورڈانس ۲۵ ستمبر ۱۷۴۶ء (حسب سابق نمبر ۶۵)۔

[3] روزنامچۂ انند ارنگا پلے جلد ۲ صفحہ ۳۰۱ - ۳۰۲ -

فصل اول

لابورڈانس برسرموقع موجود ہونے کی وجہ سے زوردار تھا۔ برخلاف اس کے ڈوپلے دور سے بیٹھا ہوا غیظ وغضب کا اظہار کر رہا تھا۔ لابورڈانس نے نہایت اطمینان سے معاوضے کے متعلق کارروائی شروع کی۔ گفت وشنید کے بعد معاوضہ گیارہ لاکھ پاگوڈا فرانسیسی کمپنی کے لئے اور ایک لاکھ اُس کے ذاتی نذرانے کے لئے قرار پایا۔ منجملہ موخرالذکر رقم کے قابل وثوق گواہوں کے بیان سے معلوم ہوا کہ (۸۸۰۰۰) پاگوڈے اُسے سونے اور جواہرات میں ادا کردئے گئے تھے[۱]۔ ان لوگوں کے بیانات کو غلط سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ اٹھارویں صدی کے طرز معاشرت کے لحاظ سے ایسے معاملات بعید از قیاس نہ تھے اور نہ معاوضے کی کارروائی ایسی بے اصول ہے جیسی کہ عام طور سے سمجھی جاتی ہے اس معاملے میں جو رائے قائم کی جانی چاہیئے وہ واقعات مابعد پر نظر کرکے نہ قائم کی جانی چاہیئے۔ اُس زمانے تک فرانسیسی اور انگریزوں دونوں کا مقصد ہندوستان کے ممالک پر قبضہ کرنے کا نہ تھا اور نہ ان دونوں قوموں میں سے کسی قوم کو یہ خیال تھا کہ وہ ساحل کرومنڈل پر تجارت کا تنہا حق حاصل کرنے کی دعویدار ہو۔ ہندوستان اور افریقہ کے سواحل پر جو آبادیاں واقع تھیں اُن پر جنگ کے زمانے میں حملہ ہوسکتا تھا مگر اُس زمانے کا طریقہ یہ نہ تھا کہ مفتوحہ قوم سے کلیتہً سمندر پار کی بڑی تجارتی مشاغل سے دستبرداری کی خواہش کیجائے اس کا پتا ۱۷۴۸ء ۱۷۶۳ء اور ۱۷۸۳ء کے معاہدات سے چلتا ہے۔ پہلے نظائر کی بنا پر ۱۷۴۶ء کے دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بعد صلح کے بقیاس غالب شہر مدراس انگریزوں کے قبضے میں دیدیا جائیگا۔ پس اصل سوال یہ تھا کہ انگریزی کمپنی کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی کیا سبیل ہوسکتی ہے۔ اسکے واسطے دو ہی صورتیں تھیں یا تو معاوضہ وصول کیا جائے یا اُسے تباہ کردیا جائے۔ لابورڈانس نے مقدم الذکر تجویز کو پسند کیا۔ ڈوپلے بظاہر اپنے آپ کو دوسری تجویز کا حامی بتاتا تھا۔ اور دونوں تجویزیں مجوزوں کے لئے ذاتی منافع کی امیدیں دلا رہی تھیں۔ اس معاملے سے اُس زمانے کی اس خصوصیت پر کہ لوگ کس طرح ملکی اور ذاتی فوائد کو ساتھ ساتھ

[۱] آئی او۔ مقدمہ نمبر ۱۳۔

فصل اول

لے چلنا چاہتے تھے پوری روشنی پڑتی ہے۔ یہ سمجھنا کہ ڈوپلے یا لابورڈانس اپنے ملک کے خیر خواہ نہ تھے سخت غلطی ہوگی۔ دونوں اپنے ملک کے بہی خواہ تھے اور اُس زمانے میں بہت کم لوگ ایسے تھے جو اُس کے خلاف سمجھتے تھے۔

اس معاملے کی گفت و شنید اور ڈوپلے کی بحث کی وجہ سے لابورڈانس کو اتنے دن ٹھہرنا پڑا کہ ماہ اکتوبر کی بارش کا زمانہ قریب آگیا جس زمانے میں کرومنڈل کے بے بند رسواحل پر طوفانوں کا بڑا زور شور ہوتا ہے ڈوپلے اور لابورڈانس دونوں اپنی نزاع کے نتیجے کے متعلق متردد تھے۔ لابورڈانس جانتا تھا کہ جو صلح وہ کرنا چاہتا ہے اُس کی تکمیل کے لئے ڈوپلے کی تائید ضروری ہے اور ڈوپلے اس سے ڈر رہا تھا کہ مبادا لابورڈانس مدراس انگریزوں کے حوالے کر کے روانہ ہو جائے۔ اس لئے فریقین دھیمے پڑ گئے۔ لابورڈانس نے یہ تجویز کی کہ فروری تک کے لئے ایک فرانسیسی جمعیت مدراس میں چھوڑ دی جائے[1]۔ ڈوپلے اس شرط کے ساتھ معاہدے پر راضی ہوگیا[2]۔ اصل معاہدے میں پانچ شرطیں اور بڑھا دی گئیں جن کو بجبر انگریزی کونسل نے منظور کر لیا۔ وقت مقررہ سے دو دن پہلے برسات شروع ہوگئی اور ایک شدید طوفان نے فرانسیسیوں کے ان جہازوں میں سے جو مدراس کے رستے میں لنگر انداز تھے چار جہازوں کو ڈبو دیا اور چار جہازوں کے مستولوں کو توڑ تاڑ کر بیکار کر دیا۔ دو دن بعد فرانسیسی افسر اپنے بقیہ شکستہ اور خستہ بیڑے کو لیکر پانڈیچری روانہ ہوگیا اور جو فوج وہ اپنے ساتھ فرانسیسی جزائر سے لایا تھا اس میں سے ۱۲۰۰ آدمی مجبوراً اور خلاف مرضی اُس کو چھوڑ دینے پڑے جس سے اس کے رقیب کی جمعیت میں اور اضافہ ہوگیا اور مدراس کا معاملہ ڈوپلے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔

مگر اس سے بھی ان کی باہمی نزاع رفع نہ ہوئی کیونکہ ابھی تک جہازوں کے قیام کا مسئلہ باقی تھا۔ ابتدا سے ڈوپلے کی یہ خواہش تھی کہ اس معاملے میں اُس کو زیادہ

[1] ڈی ایپرمینل بنام لابورڈانس ۹ - اکتوبر ۱۷۴۶ء۔

[2] ڈوپلے بنام لابورڈانس ۷، ۸، ۹ و ۱۱ و ۱۲ - اکتوبر ۱۷۴۶ء (حسب سابق نمبر ۱۲۲ و ۱۳۱ و ۱۳۸ و ۱۴۸)۔

اختیار رہنا چاہیئے جس کے لئے لابورڈانس راضی نہ تھا یہ معاملہ یورپ سے تین مزید
جہازوں کے آجانے سے اور زیادہ پیچیدہ ہوگیا[1] کمپنی نے یہ جہاز ڈوپلے کی تحویل
میں دیئے تھے مگر وزارت سے وہ لابورڈانس کے سپرد کردیئے گئے تھے[2]
اس سے ڈوپلے نے بہت اثر لیا اور اس بارے میں نہایت سختی کے ساتھ لکھا۔
اس واقعے کے دو سال بعد اُس نے اپنے بھائی کو لکھا کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
لابورڈانس بیڑے کو فروخت کردینے جلادینے تباہ کردینے اور حوالے کردینے
کا مجاز کردیا گیا تھا اور میں ہندوستان میں صفر محض تھا[3] اس غصے میں وہ ایسے اعمال
کا مرتکب ہوا جو تعجب کی نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہیں[4] لابورڈانس کو یہ اطلاع
دی گئی کہ جو جدید جہاز آئے ہیں وہ جاڑا مرگو میں بسر کریں گے۔ دو دن کے بعد اُن کو
آچین جانے کا حکم دیا گیا۔ مگر اس سے دو روز قبل ان کے پاس لابورڈانس کا بصیغہ ضروری
حکم پہنچ چکا تھا کہ وہ فوراً اُس کے پاس آکر بیڑے میں شریک ہوجائیں[5] انھوں
نے اُسی کے مطابق عمل کیا اور ۱۵ اکتوبر سے ۲۶ تک کل بیڑا پانڈیچری پر لنگر انداز
رہا۔ یہاں سے لابورڈانس نہایت خاموشی کے ساتھ کونسل کی تجاویز کو منظور کرکے
آچین کی طرف روانہ ہوگیا اس ارادے سے کہ آئندہ جنوری تک وہ پھر ساحل پر آجائیگا۔
لیکن اُس کے تین جہازوں کو حال کے طوفان نے بیکار کردیا تھا اور وہ مخالف
ہوا میں آچین جانے کے قابل نہ تھے لہذا وہ اُن کو لے کر فرانسیسی جزائر کی طرف
چلا گیا اور پھر اُس کو ہندوستان کے سمندروں میں آنا نصیب نہ ہوا۔ باقی جہازوں نے
جنھیں وہ چھوڑ گیا تھا اپنا سفر جاری رکھا۔

اس نزاع کو اہم قرار دینے میں بہت کچھ مبالغے سے کام لیا گیا ہے اس سے

---

[1] السن کی تحریر سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ کمپنی نے لابورڈانس کو ڈوپلے کے ماتحت کردیا تھا مگر یہ سخت غلطی ہے
وزیر نے بیشک احکام جاری کئے تھے یہ فرض کرکے کہ لابورڈانس مرشس میں ہے۔
[2] مراسلہ مورخہ ۲۶ جنوری ۱۷۴۹ء (زیلی کی کتاب موسومہ حفاظت پانڈیچری ذریعہ ڈوپلے صفحہ ۲۵۳)۔
[3] تذکرہ لابورڈانس نمبر ۸۹ و ۱۹۴۔ واقعات کی تردید ڈوپلے نے نہیں کی۔
[4] حوالہ حسب سابق نمبر ۱۹۵۔
[5] حوالہ حسب سابق نمبر ۱۹۹۔

فصل اول

بجائے اہم نتائج پیدا ہونے کے صرف فرانسیسیوں کی بد نظمی کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر دونوں افسر مل کر ایک مقصد کے لئے کام کرتے تو لابورڈانس کا بیڑا طوفان سے محفوظ رہتا اور جنوری ہی میں ساحل پر آجاتا اور ممکن تھا کہ وہ انگریزوں کے اس بیڑے سے جسکو مزید مدد پہنچ گئی تھی اور جواب ایک قابل عہدہ دار کے تحت میں تھا ایک اور غیر منفصلہ لڑائی لڑ لیتا لیکن اس سے ایلاشپل کے معاہدے میں کوئی تغیر تبدل نہیں ہو سکتا تھا۔ اصل میدان جنگ ہندوستان نہ تھا وہاں کی جنگ کا مقصد فتوحات کرنا نہ تھا بلکہ صرف تجارت کو نقصان پہنچانا تھا اگرچہ وہاں کی لڑائی نے ایسے حالات پیدا کردئے تھے جن کی بنا پر فتوحات ممکن اور مناسب ہو گئے تھے۔ لابورڈانس کی مہم کا اہم ترین نتیجہ یہ تھا کہ اس سے اتفاقیہ طور سے پانڈیچری کی فوج میں (۱۲۰۰) سپاہیوں کا اضافہ ہو گیا اور اُس نے فرانسیسیوں کو نواب سے لڑا دیا۔

ڈوپلے کو اب اس امر کا موقع ملا کہ جو عمل وہ مدراس کے متعلق کرنا چاہتا تھا اُس کو تجربے کے معیار سے جانچے۔ اُس نے معاوضے کے معاہدے کو کالعدم قرار دیا اور انگریزوں کو نہ صرف مدراس بلکہ قرب وجوار کے اُن مقامات سے بھی جہاں اُنھوں نے پناہ لی تھی نکال دیا اور اپنے بہنوئی کو کمانڈنٹ مقرر کرکے یہ کوشش کی کہ تمام تجارت کو مدراس سے پانڈیچری میں منتقل کرلے اس کے لئے آسان تجویز یہ سوجھی کہ تمام دیسی تاجر مع اپنے مال کے پانڈیچری میں منتقل کرلئے جائیں۔ مگر ان لوگوں نے اس طور سے منتقل ہونے سے قطعی انکار کیا البتہ آرمینا کے تاجروں نے بظاہر اس سے اتفاق کیا مگر یہ صرف مال کو کسی دوسری جگہ منتقل کردینے کا بہانہ تھا[1]۔ دیسی تاجروں کو ڈوپلے بہت دھمکاتا رہا مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مارچ ۱۷۴۷ء میں اُس نے یہ حکم دیا کہ دیسی تاجروں کا مال قلعے میں اس غرض سے لایا جائے کہ وہ پانڈیچری بھیج دیا جائے اور خود اُن کو ایک ہفتے کے اندر وہاں پہنچ جانا چاہئے[2] لیکن اسی سال کے آخر پر پانڈیچری کی کونسل نے حسب ذیل رپورٹ پیش کی:۔

[1] روزنامچہ آنند رنگا پلے جلد سوم صفحہ ۱۰۹ و پانڈیچری بنام کمپنی ۲ فروری ۱۷۴۷ء (پی۔ آر نمبر ۲) نیز دیکھو حوالجات آئندہ۔

[2] روزنامچہ متذکرہ بالا صفحہ ۴۰۳، ۴۰۴ و ۴۰۵۔

فصل اول

"دیسی تاجروں کو یہاں آکر رہنے کے لئے جو طریقے بذریعۂ وعدہ و تحریص و ترغیب و ضبطی کے ہم نے اختیار کئے وہ سب غیر مفید ثابت ہوئے۔ منتقل ہوجانے کی صورت میں ان سے یہ وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے کل مال پر قابض رہیں گے اور اُن کی تجارت اور مذہب میں قطعی طور سے کسی قسم کی مداخلت نہیں کیجائیگی ...... مگر بجز چند قلاشوں کے جو نہ دولتمند ہیں اور نہ ذی عزت ایک شخص نے بھی اس کو منظور نہیں کیا۔ ان کی اس عدول حکمی سے ہماری سخت بے وقعتی ہوئی"[1]۔ چند روز بعد احکام ضبطی کا اعادہ کیا گیا[2] مگر اس کا بھی کوئی نتیجہ پہلے سے بہتر نہیں نکلا۔ اگرچہ اس عرصے میں آدھے سے زیادہ "بلیک ٹاؤن" ویران کر دیا گیا تھا۔

ان کوششوں کا اگر کوئی نتیجہ تھا تو وہ صرف اس قدر تھا کہ جو فرانسیسی عہدہ دار مدراس میں تھے وہ دولتمند ہوگئے۔ جب تک شہر لابورڈانس کے تحت میں رہا خوب لوٹ مار ہوتی رہی[3]۔ لیکن جب چند روز کے بعد ایک گونہ امن قائم ہوگیا تو لوٹ مار کے لئے ایک دوسرا ذریعہ پیدا ہوگیا۔ ضبطی کے احکام جاری ہوتے ہی ہر تاجر جس کا مال مدراس میں تھا اُس کو منتقل کرنے میں عاجل ہوا اور اس کے لئے اُس کو اچھی رقم دینی پڑی۔ خود ڈوپلے کمپنی کے اکثر ملازموں کی نسبت شکایت کرتا ہے کہ وہ "اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں"[4] لیکن یہ فقرہ اُن عہدہ داروں کی نسبت جو مدراس میں تھے بالکل غیر موزوں تھا۔ ایک مقدمہ جو ۱۷۵۸ء میں مدراس کے "میور" (امیر البلدہ) کی عدالت میں پیش ہوا اس سے تفصیلی حالات کا اظہار

---

[1] پانڈیچری بنام کمپنی ۳۰ نومبر ۱۷۴۶ء (پی آر ٹ)۔

[2] احکام سیول ۱۲ دسمبر ۱۷۴۶ء (پی۔ آر)۔

[3] مقابلہ کرو روزنامچۂ انند ارنگا پلے جلد ۳ صفحہ ۱۴۵ سے۔ غالباً یہ اسی وقت کا واقعہ ہے کہ ایک دولتمند ارمنی تاجر کو جا پیٹرس اسکان کا وہ کعفن ضائع ہوگیا جو وہ بیت المقدس سے اپنے لئے لایا تھا۔ یہ ایسا نقصان تھا جس کی شکایت اس نے اپنے وصیت نامے میں کی ہے۔ (وصیت نامجات مدراس بابتہ ۱۷۵۸ء)۔

[4] دیکھو ڈوپلے کی رپورٹ کمپنی کے ملازمین کے متعلق بابتہ ۱۷۵۱ء۔

فصل اول

ہوتا ہے[1]۔ ایک آرمنی نے اُس افسر کی خدمات کے معاوضے میں جو اُس کے مکانات پر تعینات ہوا تھا کپڑوں کے تھان اور سونے کی موٹھ لگی ہوئی بید نذر کی۔ کمپنی کے ایک ملازم کو اس غرض سے کہ اُس کا مال پانڈیچری نہ بھیجا جائے ایک ہیرے کی انگوٹھی دی گئی۔ ایک افسر کو پانچسو روپے اس غرض سے دئے گئے کہ اُس کا مال قلعے کے راستے سے پالیکاٹ بھیج دینے کی اجازت دی جائے۔ اس مال کو پہنچانے کے لئے سو روپے سپاہیوں کے بھی نذر کئے گئے تھے۔ ملاباری یا تامل تاجروں نے اپنے مال کا اندازہ نصف قیمت سے کرایا اور اس قیمت پر بیس فیصدی اپنے مال کو لے جانے کے لئے ادا کئے۔ یہ معاملہ اس طور سے ایک مقررہ ضابطہ ہوگیا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مخصوص اشخاص مثلاً ڈی اسپرمینیل وغیرہ کا تعلق ان معاملات سے کس حد تک تھا لیکن، عام طور سے یہی سمجھا جاتا تھا کہ وہ لوگ بھی جس قدر مل جائے اس کے لینے کے لئے تیار رہتے تھے۔ واقعات کے لحاظ سے ڈوپلے کی مدراس میں یہ کارروائی کسی طرح اُس تعریف کی مستحق نہیں قرار پاسکتی جو اُس کی کیجاتی ہے۔ اس سے نہ کمپنی کو کوئی فائدہ ہوا اور نہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے رشتہ داروں نے اس سے کوئی منفعت حاصل کی۔

اسی اثنا میں ڈوپلے کو اُس شکار کے لئے جو اُس نے بمشکل لابورڈانس کے ہاتھ سے چھڑا لیا تھا ایک جنگ کرنی پڑی۔ ہم کو معلوم ہوچکا ہے کہ نواب انورالدین خاں رئیس کرناٹک خشکی پر لڑائی کی ممانعت کر چکے تھے اور وہ اس پر آمادہ نہ تھے کہ اُن کے حکم کی خلاف ورزی بغیر سزا کے چھوڑ دی جائے۔ معمولی تعویق کے بعد اُنھوں نے اپنے فرزند محفوظ خاں کو اس غرض سے بھیجا کہ وہ فرانسیسیوں کو مدراس سے نکال دے۔ محفوظ خاں مدراس اُس وقت پہنچے جبکہ لابورڈانس کو گئے ہوئے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا۔ پہنچنے[2] سے دوسرے ہی دن ایک معرکہ ہوا جس میں مغلئی فوج فرانسیسیوں کی میدانی توپوں کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ یہ غالباً پہلی

---

[1] آؤیت ناظر بنام اراتون بیڈرامی (عدالت میئور کے مقدمات ۱۷۴۸ء)۔

[2] اکتوبر ۱۷-۲۸۔

فصل اول

(۴) پونڈی توپیں تھیں جن میں گراب بھرا ہوا تھا۔ لیکن اس سے وہ محاصرہ نہ ٹوٹ سکا جو اس وقت تک پورے طور سے قائم کر لیا گیا تھا۔ ڈوپلے نے اپنے انجنیر پیراڈس کے زیر حکم جو اُس کے افسروں میں قابل ترین افسر تھا (۵۰ ۲) یورپین اور کچھ سپاہی مدد کے لئے روانہ کئے۔ جب وہ مدراس پہنچا تو اُس کو معلوم ہوا کہ محفوظ خاں وسیع مگر غیر عمیق دریا اڈ ہیار[1] کے شمالی کنارے پر اُس کا راستہ روکے ہوئے پڑا ہے۔ جو لڑائی ہوئی اُس میں فرانسیسیوں نے بڑی جرأت سے کام لیا اُنھوں نے دریا کو عبور کر کے متواتر گولہ باری شروع کر دی جس کے سامنے مغلائی فوج نہ ٹھہر سکی شکست کھا کر بھاگی اور سینٹ ٹامس کی گلیوں میں جو اُس کے عقب میں واقع تھیں جا کر پھنس گئی اس میں اُس کے اکثر سپاہی کام آئے۔ آخر بمشکل اُس سے نکل کر فرانسیسیوں کی زد سے باہر ہو گئی اور محاصرہ اُٹھ گیا۔[2]

فوری نتائج سے قطع نظر کر کے یہ لڑائی ایک اہم لڑائی تھی۔ میرے خیال میں اس کے مورخین نے غلط امور پر زور دیا ہے۔ ارمی لکھتا ہے کہ اس سے مغلوں کی فوقیت کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اور یہ سب سے پہلی بڑی کامیابی تھی جو یورپ والوں نے دیسی فوج کے مقابلے میں حاصل کی اور جس کا سلسلہ بعد کو ایک صدی سے زیادہ عرصے تک جاری رہا۔ لیکن ہم یہ فرض نہیں کر سکتے کہ کسی وقت بھی اہل یورپ نے

[1] جو اُس زمانے میں "سینٹ ٹامس ریور" کے نام سے مشہور تھا۔

[2] مورخوں نے اس لڑائی کو ایک افسانہ بنا دیا ہے۔ آلکیسن کی تاریخ (فیصلہ کن لڑائیاں صفحہ ۱۱) کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیراڈس اور اُس کے سپاہی ایک عمیق اور تیز ندی کو دشمن کی بندوقوں اور توپوں کی متواتر اور مسلسل آتشباری کے مقابلے میں عبور کر کے ندی کے ڈھلواں کنارے پر پہنچے اور آتشباری شروع کی اور بعد کو سنگینوں سے حملہ کیا۔ محفوظ خاں کی فوج کی تعداد معلوم نہیں اُس کی تعداد بمقابلہ پیراڈس کی فوج کے تقریباً دس گنا ہوگی مغلائی فوج کے وہ سپاہی جو توڑے دار بندوقوں سے مسلح تھے محض بیکار تھے اور فوج بھر میں صرف چار توپیں تھیں جو مطلق کارگر نہ تھیں۔ بندوقوں سے پیراڈس کے صرف دو آدمی زخمی ہوئے۔ ایسے بے دست و پا دشمن کے مقابلے میں پیشقدمی صرف معمولی استقلال کا کام تھا۔ فرانسیسیوں کا دشمن سے دست بدست لڑنا کہیں ظاہر نہیں ہوتا۔

فصل اول

دیسی فوج کی انفرادی اور ذاتی مساوات کو تسلیم کیا تھا۔ رو نے مغلئی دربار میں بہت سے شہسوار دیکھے تھے مگر اس کو حقیقی سپاہی بہت کم نظر آئے تھے۔ برنیر کا یہ دعوےٰ تھا کہ (جنرل) ٹرنی کی فوج کی ایک رجمنٹ تمام مغلئی فوج کو شکست دینے کے لئے کافی ہے۔

سنہ ۱۷۴۷ء میں انگریزوں نے قلعہ سینٹ ڈیوڈ میں مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت کے مقابلے میں فتح حاصل کی تھی اور خود پیرآڈس تنجور کی ایک فوج کو کاریکل کے سامنے شکست دے چکا تھا۔ انفرادی فوقیت مطلق زیر بحث نہ تھی۔ البتہ دریائے ادھیار کی لڑائی نے اُس ترقی کو جو گزشتہ اسّی (۸۰) سال کے اندر اسلحہ اور فن سپہگری میں ہوئی تھی صاف طریقے سے ظاہر کر دیا۔ ایک مثال سے اس تغیر و تبدل کی کیفیت اچھی طرح سمجھ میں آجائیگی سنہ ۱۷۵۷ء میں انگریزوں نے جو یورپین بنگال بھیجے ان کی تعداد ان یورپینوں سے بہت زیادہ تھی جو پلاسی میں کلائیو کے ساتھ تھے۔ اور سترھویں صدی میں ان کی ناکامی اسی طرح نمایاں تھی جیسی اٹھارویں صدی میں ان کی کامیابی سنہ ۱۷۶۸ء میں تقریباً ایک تہائی فوج صرف نیزوں سے مسلح تھی اس کے بعد سے ہر سپاہی کو بندوق اور سنگین دی جانے لگی اس نے پیدل فوج کی قوت میں ایک تہائی سے بھی زیادہ کا اضافہ کر دیا۔ مزید براں سنہ ۱۷۶۸ء میں ہلکے سے ہلکے توپ خانے میں بھدی توپیں ہوتی تھیں جو ایک گھنٹے میں پندرہ فیر کرتی تھیں اب ان کی جگہ میدانی توپیں تھیں جو ایک منٹ میں تقریباً اُتنے ہی فیر کرتی تھیں[1]۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جس قدر پیدل کثیر التعداد سواروں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکتے تھے اُن کی مقدار میں بیحد کمی ہوگئی تھی۔ جس زمانے سے ہم آگے چل کر بحث کریں گے وہ ایسا زمانہ تھا کہ مغلوں کے سوار پیدل فوج کی مسلسل آتش باری کے مقابلے میں ابتر حملہ آور نہیں ہو سکتے تھے سنہ ۱۷۴۶ء تک یہ حالت ہوگئی تھی کہ ان فوجوں میں جو انگریزی اور فرانسیسی کمپنیاں ملازم رکھ سکتی تھیں بلا خوف کثرت تعداد سے دب جانے کے

---

[1] انگریزوں کی چھوٹی میدانی توپیں جب اُن سے صحیح طریقے سے کام لیا جاتا تھا تو ایک منٹ میں (۱۰) سے لے کر (۱۲) فیر تک کر سکتی تھیں۔ فرانسیسی معاصر اپنی توپوں کی نسبت یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایک منٹ میں (۲۰) فیر تک کر سکتی تھیں لیکن میں اس کو مبالغہ آمیز سمجھتا ہوں۔

حملہ آوری کی قابلیت پیدا ہو گئی تھی۔ اس کی تصدیق لاٹور کی اُس مڈبھیڑ سے جو مدراس کے سامنے ہوئی اور پرادس کی اُس فتح سے جو اڈ میار پر حاصل ہوئی بخوبی ہوتی ہے۔

پیراڈس کی فتح نے نواب کی فوج کو اس قدر ڈرا دیا کہ اُس نے مدراس کے گرد و نواح کو بالکل خالی کر دیا۔ اس پر ڈوپلے نے قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کی تسخیر کا ارادہ کر لیا جس کی قوت اندفاعی مدراس سے زیادہ نہیں تصور کی جاتی تھی اور وہ فی الحقیقت نہایت کمزوری کی حالت میں تھا۔ مدراس کی کچھ فوج اور اکثر عہدہ دار وہاں پہنچ گئے تھے[1] اس پر بھی یورپین سپاہیوں کی تعداد دو سو سے زیادہ نہ تھی اور خزانہ خالی ہو رہا تھا[2] مگر ڈوپلے کی عدول حکمی کی وجہ اور نواب کی ناراضی سے انگریزوں کو مدد مل رہی تھی جس طرح نواب صاحب کے بڑے فرزند محفوظ خاں مدراس کے مقابلے میں بھیجے گئے تھے اسی طرح اُن کے چھوٹے فرزند محمد علی دو ہزار پانچ سو سواروں کے ساتھ حدود پانڈیچری کو تباہ کرنے اور قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کی مدد کے لئے بھیجے گئے[3]

ڈوپلے چاہتا تھا کہ یہ مہم پراڈس کے سپرد کی جائے جس کو اُس نے اسی غرض سے مدراس سے طلب کر لیا تھا مگر پراڈس انجینیر تھا اور اُس کا فوجی عہدہ کپتانی صرف اعزازی تھا۔ اس بنا پر فرانسیسی افسروں نے اُس کے تحت کام کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ براہ مبالغہ ایک سخت عدول حکمی قرار دی گئی حالانکہ یہ عمل مطلق فوجی عملدرآمد کے خلاف

---

[1] بعض معاہدہ عہدہ دار جس میں کلائیو بھی شامل تھا یہ سمجھے تھے کہ معاوضے کے معاہدے کی تنسیخ نے اُن کو اپنے عہد عدم شرکت جنگ سے بری کر دیا تھا۔

[2] کلائیو - (دائی پی) ارمی قلمی انڈیا - ۱-۱۰۸-۱ - وقلعۂ سینٹ ڈیوڈ کونسل ۱۳ ستمبر ۱۷۴۶ء۔

[3] قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کی کونسل کی روئداد مورخۂ ۳ دسمبر ۱۷۴۶ء میں مغلوں کی فوج کی تعداد میں یہاں اور نیز پراڈس کے معاملے میں بہت مبالغہ کیا گیا ہے۔ محفوظ خاں کے پہنچ جانے کے بعد بھی سواروں کی تعداد صرف چھ ہزار تھی (روئداد کونسل سینٹ ڈیوڈ مورخۂ ۲۹ دسمبر ۱۷۴۶ء) برخلاف اس کے فرانسیسی اور نیز کلائیو ان کی تعداد بہت زیادہ یعنی دس پندرہ ہزار بتاتے ہیں۔ - دارمی کی قلمی تاریخ ہند جلد ۱ صفحۂ ۱۰۹)۔

نہ تھا۔ اس پر ڈوپلے نے محاصرے کا اہتمام خود اپنے ذمے لینے کا ارادہ کیا تاکہ وہ پراڈس سے جس طرح کام لینا چاہے لے سکے۔ اسی دوران میں ڈوپلے نے (۹۰۰) یورپین اور (۲۵۰۰) سپاہی اور (۶) توپیں اس غرض سے روانہ کیں کہ محمد علی کو خارج کر کے کڈلور پر جو تقریباً بالکل غیر محفوظ حالت میں تھا قبضہ کر لیا جائے۔ کڈلور انگریزی قلعے کے جانب جنوب ایک میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ بیچ میں ایک وسیع ندی حائل تھی جو زیادہ گہری نہ تھی۔

فرانسیسی فوج ۱۸-۹ دسمبر کو پانڈیچری سے روانہ ہوئی اور دوسرے دن سہ پہر کے وقت انگریزی حدود کے قریب پہنچ گئی۔ انگریزوں نے ہندوستانی پیادے کثیر تعداد میں اس حکم کے ساتھ بھیجے کہ وہ دشمن کو مشغول رکھیں اور رات کو جہاں تک ممکن ہو سکے اُن کو دق اور پریشان کریں۔ مگر یہ دوسرے دن فرانسیسی فوج کی پیشقدمی کو نہ روک سکے اور سات بجے کے قریب دشمن گارڈن ہاوس تک پہنچ گئے جو قلعے سے صرف دو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ چونکہ محمد علی نے بغیر یورپین فوج کی مدد کے حملہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اس لئے قلعے کی قلیل جمعیت میں سے نصف جمعیت اُدھر روانہ کر دی گئی اور اُس کو سمجھا دیا گیا کہ بجد احتیاط سے کام کرنا چاہیئے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ مقابلہ کرنے کے بعد فرانسیسیوں کا گولہ بارود خرچ ہو گیا یا اس خوف سے کہ وہ عنقریب ختم ہو جائیگا اور نیز انگریزی فوج کی اس نقل و حرکت سے ڈر کر جس کا منشا یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُن کو گھیر لینا چاہتی ہے وہ اپنا سامان جو گارڈن ہاوس میں رکھا گیا تھا چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے[۳]۔

ڈوپلے نے اس معاملے سے یہ نتیجہ نکالا کہ نواب کی فوج انگریزوں کی امداد کے ساتھ اس قدر ہے کہ وہ اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور نواب سے صلح کر لینے کی

---

[۱] پانڈیچری بنام کمپنی مورخہ ۶ر فروری ۱۷۴۷ء (پی۔ آر نمبر ۷)۔

[۲] ایک ہزار چھ سو بارہ تھتی" ونکٹا چلم و مولراج جی بھیجے گئے تھے جو ہماری کالی فوج کے کمانڈنگ افسر تھے۔ روئداد قلعہ سنیٹ ڈیوڈ مورخہ ۸ر دسمبر ۱۷۴۶ء۔

[۳] روئداد قلعۂ سنیٹ ڈیوڈ مورخہ ۲۰ر دسمبر ۱۷۴۶ء کا مقابلہ کرو یادداشت لابورڈانس کے ساتھ۔

فصل اول

فکر میں ہوا یہ ہمیشہ سے ایک طویل کارروائی تھی اور اُس کے شرائط ۲؍مارچ ۱۷۴۷ء سے قبل طے نہ ہو سکے۔ ڈوپلے کو اپنی نافرمانی کی پاداش میں تقریباً اسّی ہزار روپے کے تحفے تحائف پیش کرنے پڑے اور مدراس پر مغلئی جھنڈا ایک ہفتے تک قائم رکھنا ہوا[1]۔

اس وقت قلعۂ سینٹ ڈیوڈ تک راستہ صاف نظر آتا تھا مگر وہ دفعتاً پھر بند ہو گیا۔ ۹؍مارچ کو پانڈیچری میں یہ خبر پہنچی کہ انگریزی بیڑا ساحل[2] کی طرف آ رہا ہے۔ اس کے دو دن کے بعد ایک جمعیت پیراڈس کے تحت میں جس کے افسروں کو ڈوپلے نے شرم دلا کر پیراڈس کی ماتحتی میں کام کرنے پر رضامند کر لیا تھا مقابلے کیلئے آموجود ہوئی۔ پورے ایک دن انگریز دریائے پینار[3] کی لائن کو بچاتے رہے اگرچہ شام کے وقت اُن کو پسپا ہو جانا پڑا تھا۔ دوسرے دن صبح کو انگریزی جنگی جہازوں کا خوش آیند منظر پیش نظر ہو گیا اور پھر فرانسیسیوں کو بعجلت تمام پانڈیچری کی طرف رخ کرنا پڑا[4]۔

بیڑے کا افسر ایک جدید شخص گریفن[5] نامی تھا جو انگریزوں کی مدد کے لئے پرل اور پرنسس میری نامی جہازوں کو لے کر ۱۷۴۶ء میں روانہ ہوا تھا اور طویل راستہ اختیار کرنے کی وجہ سے اس سال ساحل تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ اور جاڑے آچن میں بسر کر کے دسمبر[5] میں وارد بنگال ہوا تھا۔

بنگال میں بھی اس کو جہاز مڈوے کی مرمت کے لئے ٹھہرنا پڑا اور وہ وہاں سے یکم مارچ سے پہلے نہیں روانہ ہو سکا[6]۔ اُس کے آتے ہی تمام کارروائیوں میں سکون

---

[1] پانڈیچری بنام کمپنی مورخۂ ۱۱؍اکتوبر ۱۷۴۶ء (پی۔آر۔نمبر ۷) و روزنامچۂ انندا رنگاپلے جلد ۳ صفحہ ۵۔۴۔۳۰۔ موخرالذکر شرط کی اطلاع بظاہر یورپ کو نہیں دی گئی۔

[2] روزنامچۂ انندا رنگاپلے جلد ۳ صفحہ ۱۰۔۱۴۔

[3] روئداد قلعۂ سینٹ ڈیوڈ ۱۰ و ۲؍مارچ ۱۷۴۷ء۔

[4] اس شخص کی ۱۷۴۷ء میں بحر احمر کی نائب امیر البحری پر ترقی ہوئی۔

[5] گریفن کا روزنامچہ۔

[6] کارگزاری بیڑۂ انگریزی صفحہ ۵۸۔

ہو گیا۔ مگر اس کے پاس فوج اس قدر کم تھی کہ پانڈیچری پر حملہ کرنے کا سوال ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ وہ جو کچھ کر سکتا تھا وہ یہ تھا کہ فرانسیسی نو آبادی کو محاصرے میں رکھے اور ڈوپلے کو ہاتھ پیر نہ ہلانے دے۔[51] دوسرے مہینے کے واقعات قابل ذکر میں فرانسیسیوں کے جہاز نیپچون کا جلا دیا جاتا ہے جو مدراس کے سواحل پر لنگر انداز تھا اور نیز ان کشتیوں کی آتش زدگی جو پانڈیچری میں غلہ پہنچانے کے لئے آئی تھیں۔ ۱۷۴۷ء میں وہ برسات بھر قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کی حفاظت کرتا رہا جس کا پر جوش اعتراف نہ صرف انگریزی کونسل نے کیا بلکہ ڈوپلے کو بھی مجبور ہو کر انگریزی ملاحوں کی ثابت قدمی کا اقرار کرنا پڑا۔[52] یہ اقرار اس وجہ سے اور زیادہ قابل لحاظ ہے کہ گریفن ہی وہ شخص تھا جس نے ڈوپلے کو جبکہ وہ ۱۷۴۸ء میں انگریزی قلعے[53] پر حملے کے لئے بڑھ رہا تھا روک دیا تھا۔

اس طرح جو سکون قائم ہو گیا تھا اس کا ۱۷۴۸ء کے وسط میں خاتمہ ہو گیا۔ انگریز اور فرانسیسی دونوں برابر امدادی جمعیتیں روانہ کر رہے تھے۔ فروری میں گریفن کے پاس اور تین جنگی جہاز آ گئے اور یہ اطلاع ملی کہ ایک بڑا بیڑا اور تیار ہو رہا ہے۔[54] اسی کے ساتھ کمپنی نے اسٹرنجر لارنس نامی ایک شاہی فوج کے وظیفہ یاب کپتان کو قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کی جمعیت کا میجر بنا کر بھیجا۔ اس کے آنے اور اس انتظام سے جو اس نے آتے ہی فوراً شروع کر دیا کمپنی کی فوجوں کے جنگ میں کارآمد ثابت ہونے کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

فرانسیسیوں کے پاس جو مدد آئی وہ زیادہ کامیاب نہیں ثابت ہوئی۔ جو بیڑا سینٹ جارج کے زیر حکم چلا تھا وہ پہلے تو ایک طوفان میں آ کر واپس ہو گیا اور بعدہٗ وہ

---

۵۱ گریفن بنام اینسن ۷ر فروری ۱۷۴۷ء

۵۲ ڈوپلے بنام موراں ۳۰ر جنوری ۱۷۴۹ء (نازل صفحہ ۲۹۶) و مراسلہ بنام انگلستان ۱۲ر فروری ۱۷۴۸ء۔

۵۳ روئداد قلعۂ سینٹ ڈیوڈ ۷ر جنوری ۱۷۴۸ء و روزنامچہ انندا رنگا پلے جلد ۴ صفحہ ۳۲۱۔

۵۴ یہ جدید جہاز ایکزیٹر، یارک اور التماحام تھے۔ گریفن بنام اینسن مورخہ ۱۲ر فروری ۱۷۴۸ء (برٹش میوزیم قلمی نوشتہ جات ۱۵۹۵۵۔ الیف ۲۹۱)۔

فصل اول

لا بورڈونے کے جہاز کی حفاظت میں دوبارہ روانہ ہوا تو اصل بیڑا مع اپنے محافظ جہاز کے راس فنسٹر کے کنارے پرانگریزوں کے ہاتھوں گرفتار یا تباہ ہوگیا۔ تین جہاز طوفان میں غائب ہوگئے تھے جو ۱۷۴۸ء میں فرانسیسی جزائر کو پہنچے۔ دوسرے جہاز وہیں لنگرانداز تھے جو کم و بیش کام کے قابل تھے۔ ان جہازوں کو شامل کرکے سات جہازوں کا ایک بیڑا تیار کرلیا گیا جو بوئے کے زیرِ حکم اس غرض سے روانہ ہوا کہ پانڈیچری میں روپیہ پہنچائے جس کی وہاں بیحد ضرورت تھی[1]۔ اُن کو جو ہدایت دی گئی تھی اُس میں بصراحت یہ بتادیا گیا تھا کہ اس مہم کا اصلی مقصد یہی ہے[2]۔

اس لئے ساحل کی طرف رخ کرنے سے پہلے اُس کا پہلا کام یہ تھا کہ وہ انگریزی بیڑے کے مقامِ قیام کا پتا لگائے۔ ۲۱ر جون کو اُس نے ایک تیز رفتار کشتی آگے روانہ کی اور اُس نے واپس ہوکر یہ خبر دی کہ دس جنگی جہاز اور چند سوداگری جہاز سینٹ ڈیوڈ کے رستے میں لنگرانداز ہیں۔ بوئے نے خود آگے بڑھ کر تقریباً ایک لیگ (۳ میل) کے فاصلے سے دشمن کے بیڑے کا اندازہ کیا اور اپنے سب سے بڑے کپتان سے مشورے کے بعد یہ قرار دیا کہ بجائے لڑائی کے خطرے کو برداشت کرنے کے مناسب یہ ہوگا کہ مدراس کا رخ کیا جائے اور جہاز پر جو خزانہ اور سپاہی ہیں وہ مدراس میں اُتار دئے جائیں[3]۔ ۲۲ر کو وہ اس کام کو انجام دے کر بعجلت تمام ساحل سے دور ہوگیا[4]۔ ڈوپلے نے اُس کی اس عاجلانہ واپسی کی سخت شکایت کی اور کہا کہ اگر بوئے کاریگل میں لنگرانداز ہوتا تو اُس کو معلوم ہوجاتا کہ گریفن کے پاس صرف چار جہاز

---

[1] دیکھو لیکر گلٹ کی جنگ ہائے بحری عہد لوئی پانزدہم صفحہ ۲۱۵ جو بیڑہ جزائر میں موجود تھا وہ اُن جہازوں سے مرکب تھا جو پانڈیچری سے بماتحتی دار ڈلین آئے تھے اور ان میں دو فرانسیسی پریوٹیر بھی شامل تھے۔ اس بیڑے پر ۳۲۸ توپیں چڑھی ہوئی تھیں اور (۲۱۱۰) ملاح تھے۔

[2] ڈیڈ و بنام بوئے۔ ۲۴ر اپریل ۱۷۴۸ء (ناژل صفحہ ۲۹۲)۔

[3] ایضاً (صفحہ ۱۳۹)۔

[4] اُس نے (۶۰۰۰) مارک (۴۷۲۲۵۰) اونس ۲/۱ چاندی اور ۴۰۰ آدمی اُتارے۔ جنوری ۱۰ر ۱۷۴۹ء مراسلے کے جواب میں کونسل یہ کہتی ہے کہ وہ ۴۷ سپاہی اور ۴۰ ملاح اور رضاکار اور ۵۰ صنادیق لایا۔

فصل اول

قابل نقل و حرکت تھے ایسے وقت میں اگر ان پر حملہ کر دیا جاتا تو انگریزی بیڑے کا خاتمہ ہو گیا ہوتا[1]۔

ڈوپلے کی رائے خواہ کچھ ہو مگر ہمیں کوئی شک نہیں کہ اگر بوسے گریفن پر حملہ کرتا تو جس مقصد کے لئے وہ بھیجا گیا تھا وہ ضرور معرض خطر میں پڑ جاتا۔ گریفن اس قدر غیر تیار نہ تھا جیسا کہ ڈوپلے نے بیان کیا تھا۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ جہاز موسومہ پرنس التہام اس وقت بالکل بیکار تھے ان کے پتوار مرمت کے لئے ساحل پر بھیج دیئے گئے تھے مگر باوجود اس کے انگریزی بیڑے میں چھ جنگی جہاز ایک فرگیٹ اور دو کمپنی کے جہاز موجود تھے۔ ۲۰ کی شام کے (۹) بجے ایک انگریزی کشتی جو دیدہ بانی کر رہی تھی یہ خبر لائی کہ اس نے ایک فرانسیسی بیڑا دیکھا ہے۔ دوسرے دن[2] دو بجے کے قریب بوسے کا بیڑا سامنے آ گیا۔ جب دیدہ بان کشتی آئی تھی اس وقت گریفن ساحل پر تھا مگر وہ دوسری صبح کے (۴) بجے جہاز پر آ گیا اور ہمیں کچھ کلام نہیں کہ اگر ساحلی ہوا کے ساتھ گریفن چل کھڑا ہوتا تو اس کا مقابلہ اسی دن فرانسیسی بیڑے سے ہو گیا ہوتا۔ بجائے اس کے وہ اسی جگہ لنگر انداز رہا یہاں تک کہ (۲) بجے غنیم کا بیڑا مستول کے دیدہ بان سے نظر آنے لگا۔ اس وقت جنوبی ہوا چلنی شروع ہو گئی تھی۔ گریفن نے اس موقع پر ایک جنگی کونسل جمع کی جو سوائے اس کے کوئی دوسری تجویز نہ کر سکی کہ جہاز موسومہ التہام کے ملاح دوسرے جہازوں میں تقسیم کر دئے جائیں۔ سہ پہر کو جب فرانسیسی بیڑا اور زیادہ قریب آ گیا گریفن نے پھر اپنے کپتانوں سے مشورہ کیا اور اس وقت تک لنگر انداز رہا جب تک کہ ہوا کا زور کم نہیں ہو گیا اس طور سے وہ ۲۲ جون کے ایک بجے سے پہلے اپنے لنگر گاہ کو چھوڑ کر سمندر میں داخل نہ ہو سکا[4]۔

اس تعویق اور تزلزل کا نتیجہ یہ ہوا جیسا کہ ہم کو معلوم ہے کہ بوسے یہ اطمینان تمام

---

[1] ڈوپلے بنام کمپنی ۱۵ جنوری ۱۷۴۹ء (نازل صفحہ ۲۸۹)۔

[2] روئداد کونسل نمبر ۲ سینٹ ڈیوڈ مورخہ ۹ و ۱۰ جون ۱۷۴۸ء۔

[3] گریفن کا کورٹ مارشل (پی۔ آر۔ او۔ امیر البحری ۵۲۹۴-۱)۔

[4] گریفن کا جرنل مورخہ ۱۱ جون ۱۷۴۸ء (پی۔ آر۔ او۔ امیر البحری۔ امیر البحری کا جرنل نمبر ۲۵)۔

فصل اول

مدراس پہنچ گیا اور گریفن بیکار پانڈیچری کے سواحل پر چکر لگاتا رہا اور جب انگریزی بیڑا اسکی تلاش میں شمال کی طرف بڑھا اُس وقت وہ ساحل کے پار ہو چکا تھا۔ گریفن کو خود یہ امر محسوس ہوا کہ اس کا طرزِ عمل اعتراض سے خالی نہ تھا کیونکہ اُس نے اینسن کو لکھا کہ "میں جناب کو بتفصیل تمام اُن امور سے اطلاع دینا ضروری سمجھتا ہوں اس لئے کہ مبادا بعض لوگ غُل مچائیں جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر ایسے شخص کو قابل الزام ٹھہراتے ہیں جو فرانسیسی جہازوں کو دیکھتے ہیں اور انکو فوراً گرفتار نہیں کر لیتے"[1] اُس نے جو خیال قبل از قبل قائم کیا تھا وہ صحیح نکلا انگلستان واپس جانے کے بعد اُس کا کورٹ مارشل ہوا اور ۲۱ سی کی صبح کو نہ روانہ ہو جانے کی بابت اُس پر رائے کی غلطی کا الزام ثابت قرار دیا گیا[2] جو بظاہر بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے۔

گریفن کے فضول تعاقب نے قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کو بغیر کسی حفاظت کے چھوڑ دیا تھا قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کی جمعیت بنگال اور بمبئی[3] سے مدد مل جانے اور یورپ سے جدید بھرتی شدہ سپاہیوں کے آجانے کے بعد بھی بمقابلہ پانڈیچری کی جمعیت کے بہت کمزور تھی۔ اس میں صرف (۴۷۳) یوروپین (۷۱) توپاسی[4] جو پانچ کمپنیوں میں بتعداد مساوی منقسم تھے اور (۱۰۰) ایسے دیسی پیدل تھے جو لڑائی میں قابل اطمینان نہیں سمجھے جاتے تھے۔ اس جمعیت سے لارنس کو نہ صرف قلعہ اور اُس کے بیرونی دمدموں کی حفاظت کرنی تھی بلکہ شہر کڈلور کو بچانا بھی تھا جو ایک میل کے فاصلے پر واقع تھا اور جس کی شکستہ دیواریں دو میل سے زیادہ دور تک پھیلی ہوئی تھیں[5]۔

---

[1] گریفن بنام اینسن ۱۰-۱۵ اگست ۱۷۴۸ء (برٹش میوزیم قلمی ۱۵۹۵۵-الیف ۳۰۶)۔

[2] کورٹ مارشل ۳۰ دسمبر ۱۷۵۲ء وریورٹ بر درخواست گریفن مورخہ ۲ ۱۷۵۲ (پی۔آر۔او امیر البحری ۵۲۹۴-او-۲۸۰-۷)۔

[3] ایک سو یورپین گریفن کے بیڑے پر بنگال سے مارچ ۱۷۴۷ء میں آئے (آرمی کی قلمی تاریخ ہند متعلقہ کلائیو آئی-الیف ۱۰۸) اور بعد ہ مئی میں (۶۸) یوروپین (۲۰۰) توپاسی اور (۱۱۵) سپاہی بمبئی سے۔ بمبئی کونسل کی روئداد مورخہ ۲۴ اپریل ۱۷۴۷ء۔

[4] روئداد کونسل قلعۂ سینٹ ڈیوڈ مورخہ ۲۴ جون ۱۷۴۸ء۔

[5] ریکارڈ ۱۷۳۸ء مندرجۂ آرمی کی قلمی تاریخ ہند آئی۔ الیف ۱۰۷۔

فصل اول

۲۷ر جون کی شام کو پانڈیچری سے ایک کثیر جمعیت مینولی کے تحت میں جو کمپنی کی ملازمت میں ایک کپتان تھا روانہ ہوئی[1] اور بجائے اس کے کہ سیدھے قلعے کی طرف بڑھے اس سے دور دور رہی اور ۲۸ مئی شام کو انگریزی حدود کی جانب جنوب نمودار ہوئی۔ اس سے اس کا منشا ظاہر ہوگیا اس لئے لارنس نے کڈلور کی جمعیت کی امداد کے لئے سپاہیوں کی ایک جماعت روانہ کی اور بعدہٗ خود بھی وہاں پہنچ گیا[2]۔ آٹھ بجے فرانسیسیوں نے شہر کے جنوبی حصے پر حملہ کیا اور چاہا کہ سیڑھیاں لگا کر اوپر چڑھ آئیں اس سمت کی دیواریں نیچی تھیں اور ان پر چڑھ آنا بہ آسانی ممکن تھا لیکن انگریزی فوج باخبر تھی اور فرانسیسی کسی قدر نقصان کے ساتھ پسپا کر دئے گئے[3]۔ قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کے متعلق یہ ڈوپلے کی آخری کوشش تھی اور بعض واقعات نے اس ناکامی کو بیحد تلخ کر دیا۔ جس رات کو حملہ ہوا اس کی صبح کو میڈم ڈوپلے کو یہ خبر پہنچی کہ حملہ کامیاب ہوگیا اس کے بعد ہی یہ خبر آئی کہ حملہ ناکام رہا مگر یہ یقین کیا جاتا تھا کہ مینولی عنقریب دوسرا حملہ کرنے والا ہے۔ ایک شخص کی زبانی جو خوف و رجائی حالت میں اس منظر کو دیکھ رہا تھا یہ بھی معلوم ہوا کہ کڈلور پر دھوئیں کے بادل چھائے ہوئے دیکھے گئے۔ اس امید اور یاس کے پرجوش جذبات میں حقیقت حال کا انکشاف ہوا جس کو سن کر میڈم تو بیخود ہوگئیں اور ڈوپلے اپنی حالت کو چھپانے کے لئے جلسے سے اٹھ گیا[4]۔

---

[1] یادداشت مینولی ۴ر اکتوبر ۱۷۴۸ء۔

[2] کونسل فورٹ سینٹ ڈیوڈ مورخہ ۱۷ر جون ۱۷۴۸ء۔

[3] آرمی کی روایت ہے (جو کلائیو سے ماخوذ ہے۔ آرمی کی قلمی تاریخ ہند جلد ا صفحہ ۱۰۴) کہ لارنس نے کڈلور سے جمعیت اور توپیں اس غرض سے اٹھالی تھیں کہ فرانسیسیوں کو اس پر حملہ کرنے کی ترغیب ہو۔ اور ناکیسن نے اس روایت کو قبول کر کے لارنس پر اعتراض کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ کوئی آدمی وہاں سے اٹھایا گیا اور نہ کوئی توپ۔ کونسل نے انگلستان کے نام جو مراسلہ بھیجا تھا اس میں لکھا تھا کہ "ہم نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ ہم کڈلور کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں" اور یہ امر قرین قیاس ہے کہ اگر قلعے پر سخت حملہ ہوتا تو کڈلور کی جمعیت وہاں سے اٹھا لی جاتی۔ انسائن ہائیڈ پارک کا بیان ہے کہ چند روز قبل یہ حکم ہو چکا تھا کہ کڈلور کا سامان جنگ قلعے کو بھیج دیا جائے (پارک بنام مول ۱۷ر جنوری ۱۷۴۹ء۔

[4] روزنامچہ آنند رنگا پلے جلد ۵ صفحہ ۷۰۔

فصل اول

اس میں شک نہیں کہ ڈوپلے کی جو تمنا لابورڈانس کی کارروائی کے مقابلے میں کارروائی کرنے کی تھی اس کا موقع ہاتھ سے جاتا رہا تھا کیونکہ باسکاون ایسی افواج کے ساتھ قریب پہنچ چکا تھا جس کے مقابلے میں فرانسیسیوں کو بجز مدافعی عمل کے کسی اور کارروائی کی گنجائش نہ تھی۔ جب مدراس کی فتح اور بائیٹن کے بیڑے کی ہزیمت کی خبر انگلستان پہنچی تو کمپنی نے بعجلت تمام مزید کارگر مدد کی استدعا گورنمنٹ میں پیش کی[1]۔ اس درخواست پر جنگی اور سامان کے جہازوں وغیرہ کی تیاری کا حکم دیا گیا[2]۔ اور ساتھ ہی اس کے بارہ آزاد کمپنیوں[3] کی بھرتی کا یہ انتظام کیا گیا کہ نصف تعداد اُن رجمنٹوں سے منتقل کر لی جائے جو آئرلینڈ میں تعینات ہیں اور نصف تعداد اسکاٹ لینڈ میں بھرتی کی جائے۔ اور یہ کام اُن شرفا کے سپرد کیا جائے جن کو اسی شرط سے کپتانی کا عہدہ دیا جائے[4]۔ اسکاٹلینڈ میں بھرتی کامیاب ثابت نہ ہوئی اور کمپنیوں کی تکمیل باغیوں۔ فوج کے مفرور سپاہیوں اور اُن رہزنوں سے کی گئی جن کو بھرتی ہو جانے کی شرط پر معافیاں دی گئی تھیں[5]۔

اس مہم کا افسر اعلیٰ بوسکاون قرار دیا گیا۔ وہ بلحاظ درجے کے گریفن سے کم تھا مگر اُس کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ چار جنگی جہاز بوسکاون کے پاس چھوڑ کر بقیہ جہازوں کی حفاظت میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے جہازوں کو انگلستان لے آئے[6]۔ جدید امیر البحر کو ایک ہدایت نامہ مجوزۂ کمپنی دیا گیا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ اس کو کس طرح کارروائی کرنی چاہیئے۔

---

[1] درخواست خفیہ کمیٹی بنام نیوکاسل مورخہ ۲۴ر اپریل ۱۷۴۷ء (پی۔ آر۔ او کلونیل ۷۷۔ ۸)۔

[2] احکام مورخہ ۱۵ر جولائی ۱۷۴۷ء (امیر البحری ۷۰۔ ۲) برنٹ کے بیڑے کی طرح ان جہازوں میں بھی "انگریزی مالٹ اسپرٹ" مہیا کی گئی تھی۔

[3] یعنی ایسی کمپنیاں جو مل کر ایک بٹلین نہ بناتی ہوں۔

[4] فاکس بنام کاریٹ جون ۱۷۴۷ء و بنام میجر جرجل مورخہ ۶ر جولائی ۱۷۴۷ء و بنام کپتان جیمس اسٹورٹ مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۷۴۷ء (پی۔ آر۔ او وار آفس ۴۔ ۴۳)۔

[5] فاکس بنام ڈیوک آف اریگل ۴ر اگست و بنام مہتمم قید خانۂ چمسفورڈ ۱۷ر ستمبر و بنام کالرفٹ ۲۱ر ستمبر و بنام نیوکاسل ۶ر اکتوبر ۱۷۴۷ء (پی۔ آر۔ او۔ وار آفس ۴۔ ۴۳۔ ۴۴)۔

[6] ہدایت نامہ بنام گریفن ۱۴ر اکتوبر ۱۷۴۷ء (پی۔ آر۔ او امیر البحری (۲۔ ۷۰)۔

اس میں مارٹینس۔ پانڈیچری۔ چندر نگر اور دوسری فرانسیسی نوآبادیوں کی تسخیر پیش نظر تھی اور یہ ہدایت کی گئی تھی کہ جو مقام فتح ہو وہاں کے قلعے اور دمدمے فوراً منہدم کردئے جائیں[1]۔ بوسکاون نے شاہی اور کمپنی کے گیارہ جہازوں کے ساتھ ۲۲ر نومبر ۱۷۴۷ء کو لنگر اٹھایا[2]۔

وہ غیر معمولی صحت بخش اور کامیاب دریائی سفر کے بعد ۷ر فروری کو کیپ پہنچ گیا[3]۔ یہاں وہ چار مہینے تک قیام کر کے اپنے جدید بھرتی شدہ سپاہیوں کو قواعد سکھاتا رہا اور مئی میں چھ ڈچ کے دیسی جہازوں اور چھ سو اُن کے سپاہیوں کو لیکر مارٹینس کی طرف بڑھا[4]۔

بوسکاون مارٹینس ۴ر جولائی کو پہنچ کر شب کو خلیج ٹرٹل میں لنگر انداز ہوا دو دن ایسے مقام کی تلاش ہوتی رہی جو فوج کے اُتارنے کے لئے مناسب ہو۔ چونکہ کوئی ایسا مقام نہیں ملا اور نہ فرانسیسیوں کی قوت اور اُن کی فوج کی تقسیم کا حال معلوم ہوسکا اسلئے یہ قرار پایا کہ بعجلت تمام ساحل کرومنڈل کا قصد کرنا چاہیئے۔ اس سے دشمن بیحد خوش ہوئے کیونکہ وہ جزیرے کی حفاظت پورے طور سے نہیں کرسکتے تھے[5]۔ یہاں سے چھ ڈچ جہاز اس تجویز کے مطابق جو پہلے قرار پاچکی تھی بٹیویا کی طرف چلے گئے اور جب

---

[1] تجویز حملہ مورخہ ۷ر اکتوبر ۱۷۴۷ء (پی۔ آر۔ او۔ امیر البحری ۲۔ ۷۰)

[2] بوسکاون بنام کاربٹ ۱۲ر نومبر ۱۷۴۷ء (پی۔ آر۔ او۔ امیر البحری ۱۔ ۱۶۰)

[3] بوسکاون اسکی بڑی وجہ یہ بتاتا ہے کہ جابجا جزائر میں تفریح کے لئے قیام ہوتا گیا اور اس میں ایک حد تک پائپ کو بھی دخل تھا جو جہازوں میں ہوا کے لئے لگائے گئے تھے۔ مراسلہ بنام کاربٹ مورخہ ۴ر اپریل ۱۷۴۸ء (پی۔ آر۔ او۔ امیر البحری)۔

[4] ڈچ ۱۷۴۸ء میں شریک جنگ ہوئے۔ آلیسن کا یہ بیان کہ ڈچ کے ان دیسی جہازوں نے جو باسکاون کی ہمراہی میں مارٹینس کو روانہ ہوئے تھے تاجرانہ شکل بناکر جنگ کی تھی محض مہمل ہے۔ کیا فی الحقیقت اسکو یہ نہیں معلوم تھا کہ ڈچ۔ فرانس اور انگلستان کی کمپنیوں نے اپنے جہازوں کو مسلح کرلیا تھا اور اُن سے وہ قومی کام لیتے تھے؟ اور کیا اسکو یہ نہ معلوم تھا کہ دریائے ہوگلی میں انگریزوں اور ڈچ کے دیسی جہازوں میں ۱۷۵۹ء میں لڑائی ہوئی تھی؟۔

[5] باسکاون بنام کاربٹ ۱۰ر اکتوبر ۱۷۴۸ء (امیر البحری ۱۔ ۱۶۰)۔

فصل اول

بوسکاون ساحل کرومنڈل پر پہنچا تو اُس بیڑے سے جس کو لے کر وہ ماریشس پر آیا تھا چھ جہاز کم ہو چکے تھے۔ اس بنیاد پر ڈوپلے نے یہ افسانہ بنا لیا کہ انگریزی بیڑے کو فرانسیسی جزائر پر سخت شکست ہوئی اور اس کو دور و نزدیک شائع کرنا چاہا[۵۱]۔

آخر کار بوسکاون ۸ اگست ۱۷۴۸ء کو قلعۂ سینٹ ڈیوڈ میں پہنچ گیا[۵۲]۔ اس کے آنے کی خبر فریقین کو بہت پہلے سے معلوم تھی۔ اور اگرچہ انگریزوں کا یہ دعویٰ تھا کہ انھوں نے پانڈیچری پر حملے کی پورے طور سے تیاری کر لی ہے مگر عمل میں یہ ثابت ہوا کہ فرانسیسیوں کی تیاریاں اُن سے بہتر تھیں۔ گریفن کا یہ خیال تھا کہ بوسکاون اس مقام کو آسانی کے ساتھ نہ لے سکیگا جیسا کہ بعض لوگ خیال کر رہے تھے کیونکہ فرانسیسی گزشتہ دسمبر سے برابر نئے دمدمے بنانے میں مصروف تھے[۵۳]۔ لارنس کا خیال اس سے بالکل مختلف تھا۔ اُس کو اس بارے میں مطلق شک نہ تھا کہ پانڈیچری بیس دن میں کھلی ہوئی خندقوں کے ذریعے سے فتح ہو جائیگا۔ اُس کا خیال تھا کہ خندقوں کی کھدائی ایسے مقام سے شروع کی جائے جو دیوار سے قریب سے قریب ہو مگر جو عمل کیا گیا وہ اس تجویز سے بالکل متضاد تھا جو اُسکے ذہن میں تھی۔

بوسکاون کے تحت میں فوج ۹ سے ۱۸ اگست تک قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کے حدود سے باہر نکلتی رہی۔ وہ (۱۲۰۰) آزاد پلٹن کے سپاہیوں (۸۰۰) بحری سپاہیوں (۷۵) پلٹن کے پیدلوں (۱۰۰) ان ملاحوں سے جن کو بری قواعد کی تعلیم دی گئی تھی اور (۱۲۰) ہمارے ڈچ حلیفوں کے سپاہیوں سے جو ناگاپٹم سے آئے تھے مرکب تھی۔ ان کے علاوہ (۱۵۰) توپچی تھے۔ اس طور سے انگریزی فوج میں (۴۰۰۰) یورپین اور (۲۰۰۰) دیسی پیدل تھے۔ برخلاف اس کے پانڈیچری کی جمعیت صرف (۱۸۰۰) یورپین اور توپاسی اور (۳۰۰۰) سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس غلبے کے ساتھ انگریزوں کے لئے ایک عمدہ مقام کا انتخاب کر لینا اور خندقیں تیار کر کے دشمن کی گولہ باری کو روک دینا

---

۵۱ ڈوپلے بنام ڈیوڈو ۲۰ اگست ۱۷۴۸ء (نازل صفحہ ۳۲۳)۔

۵۲ باسکاون بنام کاربٹ ۲۴ اگست ۱۷۴۸ء (پی۔ آر۔ او۔ امیر البحری ۱-۱۶۰) کارروائی قلعۂ سینٹ ڈیوڈ سے تاریخ جولائی ۲۶-۲۷-۶ و ۷ اگست ظاہر ہوتی ہے۔

۵۳ گریفن بنام کاربٹ ۱۵ اگست ۱۷۴۸ء (پی۔ آر۔ او۔ امیر البحری ۱-۱۶۰)۔

فصل اول

بہ آسانی ممکن تھا۔ لیکن جس قدر بدنظمی اس مہم میں ہوئی شاید ہی کسی مہم میں ہوئی ہو۔ اس بارے میں کلائیو آرمی کو لکھتا ہے کہ "اگر پانڈیچری کے تیرہ یا چودہ سال قبل کے محاصرے میں شریک رہنے والے عہدہ دار یا سپاہی ہندوستان میں اس وقت موجود ہوں گے تو اُن کو معلوم ہوگا کہ ہم اُس زمانے میں فن جنگ سے کس قدر ناواقف تھے۔ بعض انجنیئر اصول بغیر عمل کے جانتے تھے مگر کسی قسم کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ بعض لوگ نہ اصول سے واقف تھے اور نہ عمل سے مگر ان میں کافی جرأت تھی کہ وہ کام کر لے جاتے اگر اُن کو یہ معلوم ہوتا کہ اس کو کس طرح کرنا چاہیئے۔ مشکل سے کوئی ایسا افسر تھا جو یہ دریافت کر سکتا کہ جو کچھ انجنیئر کر رہے ہیں وہ صحیح ہے یا غلط جب تک کہ اُسکی اصلاح غیر ممکن نہ ہو جاتی تھی اور اس میں ہمارے اس قدر آدمی ضائع نہ ہو جاتے تھے کہ از سر نو اُس کو شروع کرنا محال ہو جاتا تھا۔"[1]

پانڈیچری کے جنوب میں جو چھوٹا سا قلعہ دریائے آریانکپم پر واقع تھا اُس کی تسخیر میں گیارہ دن لگا دیئے گئے اگرچہ وہ ایسا مقام تھا جس کے لینے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ اس بے سود فتح میں بہت سے سپاہی ضائع ہوئے میجر گڈیر مارے گئے اور میجر لارنس گرفتار ہو گئے اور یہی دو افسر ایسے تھے جو ایک حد تک کام سے واقف تھے۔ کام اس قدر سستی سے چلتا تھا کہ باسکاون نے اس قلعے کو محفوظ حالت میں کر دینے کے لئے اور پانچ دن صرف کر دئے۔ اُس کو بظاہر یہ تک نہ معلوم تھا کہ اُس کو پانڈیچری پر حملہ کرنا ہے یا اُس کو صرف محصور کرنا منظور ہے۔ آخر کار وہ قلعے سے نکلا اور شہر کے شمالی اور مغربی جانب ایک بلند مقام پر خیمہ زن ہوا۔ اس مقام پر دس بارہ سال پہلے کوٹ نے اپنا مستقر قائم کیا تھا مگر کوٹ اس مقام کا محاصرہ کر رہا تھا اور اُس نے اپنی قیامگاہ فوج کے وسط میں قائم کی تھی صف بندی کے ساتھ حملہ آوری کے لئے اس مقام سے بدتر کوئی دوسرا مقام نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ سمندر سے فاصلے پر تھا اور تمام سامان کی حفاظت کے لئے قوی بدرقوں کی ضرورت پڑتی تھی اور سب سے بڑی قباحت یہ تھی کہ دلدلوں کی وجہ سے دمدمے شہر کی دیواروں کو توڑنے کے لئے آگے نہیں بڑھائے جا سکتے تھے۔ ٹمیل زبان کا روزنامچہ نویس

[1] کلائیو۔ آرمی کی قلمی تاریخ جلد ا صفحہ ۱۱۱۔

فصل اول

لکھتا ہے کہ "خدا ہی کا حکم تھا کہ انگریزوں نے ایسی ناقص جگہ کو منتخب کیا تھا"۔ ان سب خرابیوں پر طرہ یہ ہوا کہ انجینیر بھاری توپوں کی بیٹری ۲۵ ستمبر سے لے کر ۶ اکتوبر تک مکمل نہ کر سکے جبکہ موسمی بارش کے شروع ہونے میں صرف نو دن باقی رہ گئے تھے۔ مہم کو بگڑتے ہوئے دیکھ کر باسکاون نے بیڑے کو حکم دیا کہ وہ کھینچ کر ساحل کے قریب لایا جائے اور پانڈیچری پر گولہ باری شروع کرے اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے بیڑاؤں سے بھی یہی عمل شروع کر دیا۔ لیکن جنگی جہاز ساحل سے ایک ہزار گز سے اندر نہیں آسکتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ غل اور ہنگامہ تو بے حد تھا مگر دشمن کا نقصان بہت تھوڑا تھا۔ یہ دیکھ کر باسکاون نے ۶-۷ اکو محاصرہ اٹھالیا[۵۱]۔

اس کی فوج کو سخت نقصان پہنچا خصوصاً بیماری سے۔ (۲۷۰۰) ملا عدل آزاد کمپنیوں کے سپاہیوں اور کمپنی کے پیدلوں میں سے (۸۱۶) آدمی ضائع ہو گئے تھے ان میں سے تقریباً ½ بیماریوں کی نذر ہوئے تھے۔ توپ خانے کے تقریباً ½ آدمی ضائع ہوئے نصف کے قریب بیماری سے۔ بحری فوج میں نقصان کی تعداد ۲۵ فی صدی تھی۔ (۶۲) مارے گئے اور زخمی ہوئے اور (۱۹۸) مرے اور بیمار ہو گئے[۵۲]۔ اس کے مقابلے میں فرانسیسیوں کے نقصان کی مقدار بہت تھوڑی تھی۔ تقریباً ایک سو آدمی اس دھاکے میں زخمی اور ضائع ہوئے جو انگریزوں کی آتشباری سے آریا کپم میں واقع ہوا تھا جو حملہ فرانسیسیوں نے شہر سے نکل کر انگریزی دمدموں پر کیا تھا اسمیں پراڈس مارا گیا۔ اور تقریباً ایک سو سپاہی بقیہ محاصرے کے دوران میں ضائع ہوئے ہوں گے۔

ان واقعات کے تقریباً دو مہینے بعد خبر آئی کہ یورپ میں صلح کے ابتدائی مراتب پر دستخط ہو گئے ہیں اور مئی کے مہینے میں ایک ڈنمارک کے جہاز کے ذریعے سے معلوم ہوا کہ فریقین میں عام صلح ہو گئی ہے جہاں تک کہ اس صلح کا تعلق ہندوستان سے تھا وہ دو امور پر مشتمل تھی۔ اول یہ کہ مدراس انگریزوں کو واپس کر دیا جائے اور پانڈیچری پر جو انگریزوں کے حملے کا اندیشہ تھا وہ دور ہو جائے۔

---

[۵۱] باسکاون بنام کاربٹ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۷۴۸ء (پی - آر - او - امیر البحری ۱ - ۱۶۰)۔

[۵۲] یہ تعداد و فہرست امیر البحری میں موجود ہے۔

فصل دوم

ڈوپلے کی کامیابیاں

صلح کی خبر ایسے وقت میں پہنچی جبکہ ایک دوسرا سلسلہ واقعات کا پیش آرہا تھا اصولاً کرناٹک دکن کے تحت تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہاں کے نوابوں کو مقرر کرنے کا حق صوبہ دار دکن کو حاصل ہے مگر نواب نظام الملک آصف جاہ اول سلطنت مغلیہ سے اپنی خودمختاری حاصل کرنے اور اس کو قائم رکھنے میں عرصے سے اس قدر مصروف تھے کہ اُن کو کرناٹک کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ تھی اور یہی کیفیت کرناٹک کے نوابوں کی تھی۔ ایک ہی خاندان کے مسلسل تین نواب ہو چکے تھے اور وہاں کی نوابی موروثی ہو جانے کے قریب تھی کہ تیسرے نواب صفدر علی خاں کو اُن کے ایک رشتہ دار اور رقیب مرتضیٰ علی خاں نے مار ڈالا مگر وہ اپنے آپکو اس مسند پر قائم نہ رکھ سکے۔ اس بنا پر بدانتظامی ہوگئی اور نواب نظام الملک اول کو اسمیں مداخلت کرنی پڑی اور انھوں نے ایک جدید شخص انورالدین خاں کو جنھیں وہاں کے قدیم حکمران خاندان سے کوئی تعلق نہ تھا وہاں کا نواب مقرر کردیا۔ یہ ۱۷۴۳ء کا واقعہ ہے لیکن تاریخ تقرر سے انورالدین خاں کی حیثیت ایسی مضبوط اور مستقل نہ تھی جیسی اُن کے جانشینان سابق کی تھی۔ انورالدین خاں کے تقرر کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ کرناٹک کے آخری نواب کے چھوٹے فرزند کا قتل واقع ہوا۔ اسمیں انورالدین خاں اور مرتضیٰ علی خاں کی شرکت کا شبہہ کیا جاتا تھا اور ہر بازار میں سیکڑوں قسم کی افواہیں اور پیش گوئیاں شائع تھیں۔ مشہور تھا کہ عنقریب انورالدین خاں ہٹا دئے جائینگے اور نواب نظام الملک کرناٹک کیلئے بھی وہی مضر قاعدہ جاری فرمادیں گے جس کے ذریعے سے سب سے زیادہ رقم دینے والے کے نام ملک کا ٹھیکہ دے دیا جاتا تھا جس کو وہ دکن میں شائع کرچکے تھے۔ یورپ والوں کو بھی حکومت کی بدنظمی اور ضعف کا صریح احساس

فصل دوم

ہوتا جاتا تھا اور آننداچاری پلے کی تو پیشین گوئی تھی کہ نواب نظام الملک اول کے انتقال کے بعد تمام جنوبی ہندوستان کا نظم و نسق درہم و برہم ہو جائیگا [1]

اُس کی یہ پیشین گوئی عنقریب صحیح ثابت ہونے والی تھی۔ ان الفاظ کی تحریر کے وقت نواب نظام الملک اول کا انتقال برہان پور کے قریب ہو چکا تھا اور اُن کے دوسرے فرزند ناصر جنگ مسند حکومت پر قائم ہو چکے تھے [2]۔ اس خبر نے اُن تمام بے جان سازشوں اور تجویزوں میں جن میں جدید نواب صاحب چار سال سے گھرے ہوئے تھے جان ڈال دی۔ انھوں نے فوراً جدید سواروں کی بھرتی کا حکم دیا اور اپنے قریب ترین اور سب سے زیادہ خوفناک دشمن مرتضیٰ علی خاں سے گفت و شنید شروع کی جو دو نوابوں کے قتل کی سزا سے بچ کر نکل گئے تھے اور جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ حکومت آرکاٹ کو چھین لینے کے لئے موقع کے منتظر ہیں۔ ملک کے جنوبی حصے میں جو ہندو راجہ باقی رہ گئے تھے وہ ترچناپلی میں دوبارہ ہندو حکومت قائم کرنے کی تجویزوں میں لگے ہوئے تھے [3]۔ اسی کے ساتھ یہ خبر پہنچی کہ چندا صاحب مرہٹوں کی فوج لیکر دریائے کرشنا تک پہنچ گیا ہے [4]۔

یہ وہ شخص ہے جو کرناٹک کی سابق تاریخ میں بہت کچھ کارگزاری کر چکا تھا گزشتہ حکمران خاندان سے اُس کا نسبی اور نسبتی تعلق تھا اور وہ قدیم نوابوں کا دیوان اور فوج کا افسر اعلیٰ رہ چکا تھا۔ وہ شجاع جنگجو اور اولوالعزم تھا۔ اُس کا مقصد ترچناپلی۔ تنجور اور مدورا کی قدیم ہندو سلطنت کو فتح کرنے سے یہ تھا کہ وہ بظاہر نواب کے لئے مگر فی الحقیقت اپنے لئے ایک حکومت قائم کرے لیکن اُس کی فتوحات نے ہندوؤں کی بڑی حکومت یعنی مرہٹوں کو اُس کے خلاف کر دیا تھا اور اُس کی اولوالعزمیوں کی وجہ سے نواب کرناٹک کا فرزند اور جانشین بھی اُس کا دشمن ہو گیا تھا۔ اس لئے ۱۷۴۰ء میں مرہٹوں نے کرناٹک پر

---

[1] مراسلۂ عام دمیئہ انگلستان مورخہ ۳۱ جنوری ۱۷۴۶ء در روزنامچہ آنندارنگا پلے جلد ۵ صفحہ ۱۴۔

[2] نواب نظام الملک کا انتقال ۲ جون ۱۷۴۸ء کو ہوا۔ روزنامچہ آنندارنگا پلے جلد ۵ صفحہ ۵۳۔

[3] ترچناپلی کو ۱۷۳۶ء میں چندا صاحب نے فتح کیا تھا جو کہ نواب دوست علی خاں کا نسبی بھائی تھا۔

[4] روزنامچہ آنندارنگا پلے جلد ۵ صفحہ ۵۷ و ۹۶ و ۱۰۳ و ۱۷۶۔ خط و کتابت ملک ۱۷۴۸ء صفحہ ۶۵۔

حملہ کیا اور نواب کو لڑائی میں مار کر اُن کے فرزند صفدر علی سے چند شرائط قبول کرالیں اور چند اصاحب کو ترچناپلی میں محصور کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ چنداصاحب نے بالآخر مجبور ہو کر اپنے آپ کو حوالے کردیا اور وہ بحیثیت قیدی کے ستارا بھیج دیا گیا جہاں وہ آٹھ سال رہا اور اس کی فکر اور سازش کرتا رہا کہ وہ رہا کرکے کرناٹک کا نواب بنا دیا جائے۔

اُس کی رہائی کے طریقے اور وقت کی نسبت مختلف روایتیں ہیں۔ آخر زمانے میں ڈوپلے کا ادعا تھا کہ اُس کی رہائی کا باعث وہ تھا اور اسی کا اعادہ ایسے مصنفین کرتے رہے ہیں جنھوں نے اس معاملے میں زیادہ تر عمیق نظر سے کام نہیں لیا برخلاف اسکے ایم کلٹرو کی یہ رائے ہے کہ اُس کی رہائی ۱۷۴۸ء میں ہوئی اور اس میں فرانسیسیوں کا کوئی دخل نہ تھا۔[1]

میرے نزدیک یہ دونوں رائیں غلط ہیں۔ چنداصاحب کی قید جیسا کہ گرانٹ ڈف[2] نے لکھا ہے بہت زیادہ سخت نہ تھی غالباً اس کی نوعیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ اُسکو ایک قلعے کے حدود میں نظربند کرکے اس پر ایک پہرہ قائم کردیا گیا تھا یہ امر یقینی ہے کہ اُس نے قید ہوتے ہی دکن کو واپس ہوجانے کی تدبیریں شروع کردی تھیں۔ اکتوبر ۱۷۴۳ء[3] میں یہ خبر سننے میں آئی تھی کہ نوابوں کے اس خاندان نے جس کے جانشین انورالدین خاں بنائے گئے تھے مرہٹوں کو بلایا تھا۔ کرناٹک میں اس خاندان کے لوگ اکثر جاگیردار اور قلعدار تھے اور اُن کو یہ اندیشہ تھا کہ انورالدین خاں کی حکومت قائم ہوگئی تو وہ لوگ اپنی جائدادوں سے بیدخل کردئے جائیں گے۔ دوسرے سال خود چنداصاحب نے ڈوپلے کو لکھا[4] اور یہ بیان کیا کہ راگھوجی اور دوسرے مرہٹہ سرداروں نے مجھ سے

---

[1] کلٹرو کی کتاب "ڈوپلے" صفحہ ۲۳۰۔ مجھکو اس موقع پر اس کا اقرار کرنا چاہیئے کہ میں اس مفید تر مصنف کا بیحد شکر گزار ہوں مگر مجھ کو اُس کے ایک بیان سے اختلاف ہے جس کے اظہار کی میں باادب تمام میں جرأت کرتا ہوں۔

[2] تاریخ مرہٹہ جلد ۲ صفحہ ۵۔ طبع (۱۹۱۲)۔

[3] ڈوپلے بنام کمپنی ۲۰ اکتوبر ۱۷۴۳ء۔

[4] کلٹرو صفحہ ۲۲۶ - ۲۲۸۔

فصل چہارم

وعدہ کیا ہے کہ وہ میرے حقوق مجھ کو دلوادیں گے اس لئے میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ جو کچھ وہ مجھ سے طلب کریں گے میں اُن کو دے دوں گا۔" چندا صاحب کے پاس کوئی سرمایہ نہ تھا بالاجی راؤ کے بھتیجے نے کئی لاکھ روپے اُس کی طرف سے رگھوجی کو دئے اور وعدہ کیا کہ جو کچھ نواب نظام الملک کے نذرانے اور مصارف کے لئے درکار ہوگا اُس کو بھی وہ مہیا کریگا۔ چندا صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ رگھوجی راؤ نے مجھ کو جانے کی اجازت دے دی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں خود جا کر بالاجی راؤ سے ملوں اور اپنے لڑکے کو نواب نظام الملک کے پاس بھیجوں جو میری مدد پر ایسے طاقتور لوگوں کو دیکھ کر ضرور بالضرور میرا حق مجھ کو دلوادیں گے۔"

مگر باوجود رہائی کے اس صریح بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملے کی گفت وشنید میں کسی پیچیدگی کی وجہ سے چندا صاحب بدستور نظر بند رہا۔ ۱۷۴۷ء میں پانڈیچری کی کونسل نے اُس کے متعلق یہ لکھا کہ وہ اس وقت تک نظر بند ہے اگرچہ اس کو بڑے درجے تک آزادی حاصل ہے[1] نومبر ۱۷۴۷ء میں رنگا پلے نے ان کارروائیوں کا ذکر کیا ہے جو اُس کی رہائی کے لئے ہو رہی تھیں۔ دوسرے سال کے آغاز میں وہ لکھتا ہے کہ پونہ سے ایک قاصد آیا جہاں چندا صاحب نظر بند ہے۔" جولائی میں چندا صاحب نے ستارے سے پانڈیچری کو خط لکھا۔ اُس کے خاندان کے لوگوں کو اُس کی رہائی کی خبر ۱۷۴۸ء میں اسی وقت معلوم ہوئی جبکہ اُس کے بھائی نے اس واقعے کی اطلاع انگریزوں کو پہنچائی[2]۔ ان واقعات کی موجودگی میں یہ ماننا پڑے گا کہ ۱۷۴۵ء میں چندا صاحب کو یہ آزادی حاصل نہ تھی کہ وہ جہاں چاہتا چلا جاتا۔ غالباً اُس کو وعدوں پر ایسا وثوق تھا کہ وہ اُنکو بطور واقع شدہ واقعات کے لکھتا ہے اور غالباً تمام معاملے کا انحصار نواب نظام الملک کے طرز عمل پر تھا۔ یہ امر بعید از قیاس ہے کہ بالاجی کے بھتیجے نے کئی لاکھ روپے یوں ہی مفت

---

۱ پانڈیچری بنام کمپنی ۱۳ جنوری ۱۷۴۷ء (پی۔ آر۔ نمبر ۱۷) ایم کلٹرو کا یہ بیان ہے کہ کونسل کو جو خبر لی وہ غلط تھی لیکن دوسری شہادتوں سے اس رائے کا قائم رہنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔

۲ روزنامچہ انندا رنگا پلے جلد (۳) صفحہ ۱۱۸، (۴) ۱۴۰، (۴) ۲۷، (ج ۴) صفحہ ۳۴۲، (ج ۵) صفحہ ۹۷۔ خط کتابت مالکسن ۱۷۴۸ء صفحہ ۵۴۔

فصل دوم

ویدیئے ہوں گے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ چندا صاحب بالاجی راؤ کی قید سے نکل کر راگھوجی بھونسلا کی قید میں آگیا تھا۔

بہرحال۔ امر معلوم ہے کہ مرہٹوں کی فیاضی کبھی ایسی نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ چندا صاحب کو دوسری مالی امداد سے مستغنی کر سکے ۔ ۲۵ مئی ۱۷۴۵ء میں پانڈیچری کی کونسل اس امر پر آمادہ ہوئی کہ اُس کو ایک لاکھ روپیہ بطور قرض کے اُس وقت دیا جائیگا جبکہ رقم فرانس سے آجائیگی[1] یہ محض دل خوش کن وعدہ تھا۔ انگریزی جہازوں کی موجودگی کی وجہ سے پانڈیچری میں کوئی رقم نہیں آسکتی تھی۔ فرانسیسی ساکھ باقی نہ رہی تھی اور ڈوپلے کی یہ حالت تھی کہ وہ بجائے مدد دینے کے خود مدد کا محتاج تھا۔ لیکن ۱۷۴۶ء کے واقعات لابورڈانس کی آمد۔ مدراس کی تسخیر اور آدعیار پر فرانسیسیوں کی کامیابی نے اس تمام حالت کو مبدل کر دیا تھا اور فرانسیسیوں کی شرکت قیمتی ہوگئی تھی۔ سال کے ختم پر ڈوپلے اور چندا صاحب کے رشتہ دار پانڈیچری میں چندا صاحب کی رہائی کی تدابیر سوچ رہے تھے۔ ڈوپلے نے چندا صاحب کی رقم رہائی کے ضامن ہونے سے انکار کر دیا لیکن اس کے وصول کرنے میں مرہٹوں کی طرف سے بطور مختار کام کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور چند روز بعد رضا صاحب[2] کو یہ صلاح دی کہ وہ اپنے خاندان کی کل جمعیت کو یکجا کر کے انوار الدین خان پر حملہ کر دے جو آرکاٹ میں بیمار پڑے ہوئے تھے۔ ڈوپلے نے وعدہ کیا کہ ایک لاکھ روپے کی رقم کا اُس نے سال گزشتہ جو وعدہ کیا تھا وہ چندا صاحب کے کرناٹک پہنچنے کے ساتھ ہی ادا کیا جائیگا[3]

اس دوران میں ایک جدید تجویز پیش ہوگئی۔ نواب نظام الملک آصفجاہ کو نواب کی فوجوں کا فرانسیسیوں سے شکست کھا جانا اس قدر ناگوار ہوا تھا کہ چندا صاحب نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے بڑے لڑکے کو کرناٹک کے معاملے میں گفت و شنید کرنے کیلئے نواب نظام الملک کی خدمت میں بھیجے اور اُس نے ڈوپلے کو یہ بھی لکھا کہ بالاجی راؤ نے

---

[1] پانڈیچری جانم کپنی ۱۱ جنوری ۱۷۴۸ء۔ بدقسمتی سے ڈوپلے کے عہد انتظام کی تمام روئدادیں مفقود ہیں۔

[2] چندا صاحب کا دوسرا لڑکا تھا۔ بڑا لڑکا عابد صاحب اپنے باپ کے ساتھ تھا۔

[3] روزنامچہ آنند رنگا پلے جلد (۳) صفحہ ۱۴۰ و ۱۵۷۔

فصل اول

نواب نظام الملک کے انکار کی صورت میں تیس ہزار فوج سے مدد دینے کا وعدہ کیا ہے[۱]۔
بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو خطوط فتح مدراس کی مبارکباد میں چندا صاحب اور راگھوجی
نے ڈوپلے کے نام لکھے تھے اُنھیں میں یہ خبر درج تھی۔ راگھوجی نے یہ اطلاع دی
تھی کہ وہ ان ممالک میں قدیم ہندو حکومتوں کو از سرِ نو قائم کرنے کے لئے آرہا ہے جن کو
حال میں مغلوں نے فتح کر لیا ہے[۲]۔ اس لئے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت
ترچناپلی کی ہندو حکومت کا دوبارہ قیام چندا صاحب کی رہائی کی شرطوں میں سے ایک
شرط تھی۔ اگر ایسا تھا تو اس سے نواب نظام الملک کی مخالفت کی پورے طور سے صراحت ہو جاتی
ہے۔ اسی زمانے میں نواب نظام الملک کے ایک امیر نے ڈوپلے کو یہ اطلاع دی کہ
ناصر جنگ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اُن مرہٹوں کا تعاقب کر کے سزا دیں جو کرناٹک کی طرف
کوچ کرتے ہوئے پائے جائیں[۳]۔

ڈوپلے نے دربار پونہ کے مختاروں سے مشورہ کر کے اپنی پیش کردہ رقم
کی مقدار تین لاکھ کر دی اس شرط کے ساتھ کہ ایک لاکھ اُس وقت جبکہ چندا صاحب ستارے
سے روانہ ہو۔ دوسری قسط گڈپا اور تیسری قسط آرکاٹ پہنچنے پر دی جائے گی[۴]۔ اسکا
بصراحت پتا نہیں چلتا کہ آیا اس کے ساتھ فوجی امداد کا بھی وعدہ ہوا تھا لیکن چونکہ اس
قسم کی امداد کا قبل ازیں وعدہ ہو چکا تھا اس لئے ایسے وعدے کا کیا جانا خلاف قیاس
نہ تھا۔ چونکہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ چندا صاحب کے ساتھ بے شمار فوج ہوگی اس لئے
مالی امداد کا مسئلہ فوجی امداد سے زیادہ تر اہم تھا۔ جب ڈوپلے کے اس وعدے کی اطلاع
چندا صاحب کو ہوئی تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے فوج بھرتی کر لی مگر اُس کے
کوچ کرنے میں اس وجہ سے مزاحمت ہو رہی تھی کہ نواب نظام الملک اور ناصر جنگ کی

۱؎ روزنامچۂ آنند رنگا پلے جلد (۳) صفحہ ۲۷۴-

۲؎ خط مطبوعۂ نازل صفحہ ۲۶۹-

۳؎ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲۶۸-

۴؎ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

۵؎ روزنامچۂ آنند رنگا پلے جلد ۴ صفحہ ۱۲۴-

فصل دوم

چھاؤنیاں ایسے مقامات پر تھیں جن سے ہو کر اُس کو گزرنا پڑتا تھا۔ جون ۱۷۴۷ء میں وہ اپنا کوچ شروع کرنے کے لئے ان چھاؤنیوں کے اُٹھ جانے کا منتظر تھا۔

مگر اس منصوبے کا بھی وہی حشر ہوا جو ۱۷۴۵ء کے منصوبے کا ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ اُس میں ناکامی کا سبب عدم ادائی رقم ہوا ور یہ امر یقیناً ۱۷۴۷ء سے لے کر ۱۷۴۸ء تک ڈوپلے کے امکان سے باہر تھا۔ اگر مرہٹوں نے اس مہم کا ارادہ کر لیا ہوتا تو تین لاکھ کی رقم ایسی نہ تھی جس کی وجہ سے وہ اس سے باز رہتے۔ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ یا تو نظام الملک کی دھمکی یا اُن اختلافات کی وجہ سے جو اُن میں متواتر ہوتے رہتے تھے اس سے باز رہے۔ بہرحال چندا صاحب اُن کی قید سے اور ایک سال تک رہا نہ ہو سکا۔

متواتر اور بے نتیجہ منصوبوں نے ڈوپلے کو بیزار کر دیا اور وہ یہ سمجھنے لگا کہ چندا صاحب کی واپسی کی کوئی امید نہیں رہی۔ یہ خیال اُس پر اس قدر غالب ہوا کہ اُس نے ایسے خاندان پر جس کی بیحد توقیر اور رعایت کی جاتی تھی جبر اور سختی کرنی شروع کر دی ۱۷۴۸ء میں جبکہ وہ رقم کے لئے تمام تدبیریں کر کے تھک گیا تھا یہ تجویز ہوئی کہ قلعہ دار وندیواش سے جو کہ چندا صاحب کا رشتہ دار تھا ایک لاکھ روپیہ قرض لیا جائے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلعدار کے بیٹے نے اس رقم کے مہیا کر دینے کا وعدہ کیا تھا اور جب اُس سے اس کا سامان نہ ہو سکا تو وہ قلعۂ لوگی میں قید کر دیا گیا۔[۱] چندا صاحب کی بی بی اور لڑکے کو جو ایک عرصۂ دراز سے پانڈیچری میں مقیم تھے جانے اور چندا صاحب کے خیر مقدم کرنے کی اجازت تھی بشرطیکہ وہ لوگ اپنے ذمے کا قرضہ ادا کر دیں۔[۲]

جس زمانے میں ڈوپلے اپنے عمل سے ظاہر کر رہا تھا کہ اب اسکو چندا صاحب کے حالات اور خیالات سے کوئی تعلق نہیں رہا اُس وقت چندا صاحب مرہٹوں کی قید سے فی الحقیقت رہائی پا چکا تھا۔ ۲۰ر جولائی ۱۷۴۸ء کو اُس کے گھر والوں کو یہ خبر ملی (جو کہ چھ ہفتے پہلے کی تھی) کہ رقم رہائی دو کروڑ دس لاکھ قرار پائی ہے جو چالیس دن

[۱] خط مطبوعہ نانل صفحہ ۲۶۸۔

[۲] روزنامچہ آنند رنگا پلے جلد ۴ صفحہ ۱۴۳

فصل دوم

کے اندر واجب الادا ہے۔ ترچناپلی کا مسئلہ بھی طے ہو گیا ہے اور چندا صاحب
وہاں سے چل چکا ہے[1] اُس وقت کے اکثر واقعات پردۂ خفا میں ہیں یہ نہیں معلوم
ہوتا کہ رقم رہائی کی سربراہی کہاں سے ہوئی بظاہر اُس کی سربراہی فرانسیسیوں کیطرف
سے تو نہیں ہوئی جو خود اپنی ضرورتوں کے لئے نوابوں سے قرضے کے متعلق جھگڑا
کر رہے تھے۔ آنندا رنگا پلے کا بیان ہے کہ چندا صاحب کے پاس پانڈیچری
سے جواہرات بھیجے گئے تھے جو غالباً اُس کی بی بی نے بھیجے ہوں گے۔ مگر
ان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پوری رقم کی ادائی کے لئے کافی نہ تھے۔ یہ
بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ترچناپلی کے متعلق کیا طے ہوا تھا۔ ہم کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ
چندا صاحب اُس کی واپسی پر راضی ہو گیا تھا جسے نواب نظام الملک کو اُسکی مخالفت
پر آمادہ کر دیا تھا۔ ہم کو اس کا مطلق علم نہیں کہ یہ مسئلہ دوبارہ کس بنا پر پیش ہوا اور کسطرح
طے ہوا۔ چندا صاحب کا ایک خط اس واقعے سے دو ماہ کے بعد وصول ہوا جسمیں
وہ اُس زمانے کی طرف اشارہ کر کے لکھتا ہے کہ مجھ کو ڈوپلے کے اُس پیام کا
شکر گزار ہونا چاہیئے جو راگھوجی کے وکیل پنڈت جے رام کی زبانی بھیجا گیا تھا اور
جس سے میرا معاملہ طے ہو گیا۔ مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آیا اس سے مراد وہ تین لاکھ کا
معاہدہ ہے جو ۱۷۴۷ء میں پنڈت جے رام سے ہوا تھا یا آنکہ جے رام نے کوئی دوسرا
سفر پانڈیچری کا کیا تھا جو درج تاریخ نہیں ہے۔ اس خط کے ساتھ ہی یہ خبر بھی وصول
ہوئی کہ چندا صاحب بارہ ہزار سوار روش[4] کے ساتھ دریائے کرشنا کے جنوب میں
پہنچ گیا ہے۔ غالباً ڈوپلے کا یہ خیال تھا کہ وہ جنوب کی طرف جا کر بوسکاون کو پانڈیچری
کے سامنے سے ہٹا دے گا۔ اُس نے رضا صاحب سے بھی درخواست کی کہ وہ
اس کی اطلاع اپنے والد کو کر دے۔ مگر اس تمام کارروائی کا ڈوپلے کے دل پر اسقدر

---

[1] روزنامچۂ آنندا رنگا پلے جلد (۵) صفحہ ۹۷۔

[2] وہ فرقہ جس سے چندا صاحب کے خاندان کا تعلق تھا۔

[3] روزنامچۂ مذکور جلد (۵) صفحہ ۲۵۴۔

[4] آنندا رنگا پلے جلد (۵) صفحہ ۲۴۵۔

کم اثر تھا کہ اُس نے (۲۴) گھنٹے کے اندر جو اجازت چندا صاحب کے بیٹے کو جانے کی دی تھی وہ منسوخ کردی اور اُس کی بی بی کو عین شاہراہ پر روک دیا اور اس طور سے اُس کی علانیہ ہتک اور بے عزتی کی۔ تیمیل روزنامچہ نویس[۵۱] اس واقعے کی نسبت لکھتا ہے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج کی کارروائی نے اُن تمام مہربانیوں کو مٹا دیا جو ۱۷۴۲ء سے کی جا رہی تھیں۔ یہ ایک عارضی حالت تھی کیونکہ اس کے بعد ہی ڈوپلے نے چندا صاحب کو لکھ کر اُس کے بیٹے کو روک لینے کی وجہ بیان کی[۵۲] اور اپنے ایک ماتحت عہدہ دار سے ظاہر کیا کہ وہ فرانسیسیوں کو ایسے عروج پر پہنچا دیگا جو اُن کو اب تک کبھی ہندوستان میں نصیب نہیں ہوا تھا۔[۵۳]

مگر چندا صاحب کی قسمت میں ابھی اور ایک سال تک کرناٹک کا داخلہ ممنوع تھا اُس زمانے میں اُسکی نقل و حرکت کا حال یقینی طور سے معلوم نہیں ہے۔ آرمی[۵۴] کا بیان ہے کہ کرشنا کے جنوب میں پہنچ کر وہ ایک مقامی نزاع میں پھنس گیا اور گرفتار ہو کر پھر رہا ہوا۔ بعدہٗ حاکم بدنور سے لڑا جس میں اُس کے ہاتھ چھ ہزار سوار اور لگ گئے اُن کو لیکر وہ مظفر جنگ نواب آدھونی کے ساتھ ہو گیا جو کہ نواب نظام الملک کے نواسے تھے۔ ولکس کا بیان اس سے بالکل مختلف ہے[۵۵] اُس کے بیان کے لحاظ سے وہ فوراً بدنور کی لڑائی میں شریک ہو گیا اور اسی دن جس دن نواب نظام الملک نے انتقال فرمایا وہ

---

[۵۱] آنندا رنگا پلے جلد (۵) صفحہ ۲۷۹ و ۲۸۵۔

[۵۲] روزنامچۂ آنندا رنگا پلے جلد (۲)۔

[۵۳] نازل متذکرۂ بالا صفحہ ۳۵۹۔

[۵۴] تاریخ آرمی جلد (۱) صفحہ ۱۱۸۔ یہ امر قابل بیان ہے کہ اُس زمانے کی چندا صاحب کی نقل و حرکت کے متعلق آرمی کی قلمی تاریخ میں کوئی امر قابل لحاظ نہیں ہے نہ وہ لوگ جس سے آرمی کو اطلاع مل سکتی تھی ایسے لوگ ہو سکتے تھے جن کو بجز اُن خبروں کے جو عام طور سے مشہور تھیں کوئی اور ذریعہ اطلاع کا تھا۔

[۵۵] جنوبی ہند کے تاریخی واقعات۔ جلد (۱) صفحہ ۱۶۰-۱۵۹۔ اُن کی اطلاعات کے متعلق یہ خیال ہے کہ وہ خود چندا صاحب کی دی ہوئی ہیں لیکن ان کا اعتبار ان الفاظ کی صحت پر منحصر ہے جو اُس نے تقریباً (۳۰) سال پہلے سُنے تھے۔

گرفتار ہو گیا تھا مگر جن مسلمان سواروں نے اُس کو گرفتار کیا تھا انھیں نے اُس کو رہا کر دیا اور خود اُس کی ملازمت اختیار کر لی۔

ان دونوں افسانوں میں سے کوئی بھی پورے طور سے قابل قبول نہیں ہے اکتوبر ۱۷۴۸ء تک خود اُس کے خاندان کے لوگوں کو اس کا علم نہ تھا کہ وہ کسی مقامی لڑائی میں شریک ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں بدنور کے معاملے کا تذکرہ پہلی مرتبہ اس خط میں ہوا تھا جو مارچ ۱۷۴۹ء میں بمقام قلعۂ سینٹ ڈیوڈ وصول ہوا تھا۔ علاوہ اس کے یہ امر ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ مظفر جنگ جن کو ساتھ لے کر چندا صاحب کرناٹک میں داخل ہونا چاہتا تھا نہ صرف آدھونی بلکہ تمام بیجاپور کے ملک کے نواب رہ چکے تھے بلکہ اُس وقت بھی تھے اور رواجۂ بدنور انھیں ممالک کی حکومت کا برائے نام تابع تھا۔ قابل وثوق علم نہ ہونے کی صورت میں میرا قیاس یہ ہے کہ چندا صاحب اپنی رہائی کے بعد ہی مظفر جنگ کے ساتھ ہو گیا تھا اور بعد کے چند مہینے مظفر جنگ کو سمجھا بجھا کر پہلے تسخیر کرناٹک اور بعدہٗ تسخیر دکن پر آمادہ اور مستعد کرنے میں صرف ہوئے۔ ہم کو یہ معلوم ہے کہ ۱۷۴۹ء کے آغاز میں وہ گفت و شنید قطعی طور سے طے ہو چکی تھی جس کی رو سے فرانسیسی مدد کا وعدہ انور الدین کے خلاف حاصل کر لیا گیا تھا قیاس یہ ہے کہ اُس زمانے میں چندا صاحب، مظفر جنگ کے لئے صوبۂ بیجاپور میں فراہمی رقم کا انتظام کر رہا تھا جس کے ضمن میں بدنور کا معاملہ پیش آگیا[۱]۔ یہ ایک بہت معمولی واقعہ تھا جیسا کہ اٹھارھویں صدی میں مغلوں کے ممالک میں وصول مالگزاری کے وقت اکثر پیش آتے رہتے تھے۔

چندا صاحب نے فرانسیسی کمپنی سے اُن کے (۱۸۰۰) سے لے کر (۲۰۰۰) سپاہیوں کی تنخواہ مارچ ۱۷۴۹ء سے ادا کرنے کا وعدہ کر لیا تھا لیکن اُس نے جولائی تک اُن سے کوئی مدد نہیں لی۔ اس مہینے کی پانچویں تاریخ رضا صاحب ان کو لیکر اپنے باپ کی طرف روانہ ہوا اس کے ساتھ اُن سپاہیوں کے علاوہ پانچسو یورپین اور کافریوں کی ایک جمعیت زیر حکم ڈی آتیل اور تھی۔ ۲۸ جولائی کو یہ جمعیت چندا صاحب کی

---

[۱] اس معرکے میں چاید صاحب اُس کے فرزند کا مارا جانا ظاہر ہوتا ہے۔

فصل دوم

فوج میں جاکر شامل ہوگئی۔ ۳ اگسٹ کو آمبر پر انورالدین سخت جنگ کے بعد جس میں
کارگزاری کا بڑا حصہ فرانسیسی فوج کا تھا شہید ہوئے[1] اور اُن کے بھائی اور اُن کا بڑا
لڑکا گرفتار کرلیا گیا۔ اُن کا دوسرا لڑکا بچ کر ترچناپلی چلا گیا۔

جس سختی کے ساتھ اس لڑائی میں مقابلہ کیا گیا وہ حلیفوں کی توقع کے بالکل
خلاف تھا۔ فرانسیسیوں کی جو امدادی جمعیت روانہ ہوئی تھی اُس کا مقصد لڑائی نہ تھا
بلکہ وہ محض مظفر جنگ[2] سے چندا صاحب کو محفوظ رکھنے کے لئے تھی۔ اس زمانے میں
مظفر جنگ نہایت مشتبہ نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ڈوپلے نے چندا صاحب کو
یہ صلاح دی کہ وہ فرانسیسی جمعیت کو بدستور اپنے پاس رکھے جب تک کہ اُس کا پیچھا
اُس جونک سے نہ چھوٹ جائے جس کا پیٹ بھرنا مشکل ہو جائیگا[3]۔ اس موقع پر
سب سے زیادہ اہم سوال نذرانوں۔ انعاموں اور آمدنی کے متعلق تھا جس کا تصفیہ
پانا اسی وقت ضرور تھا۔ اس فتح کی خبر پاکر ڈوپلے کا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ اُس نے
مالِ غنیمت سے فرانسیسی فوج اور نیز اپنے مناسب حصے کا دعویٰ پیش کردیا۔ اور اُن
قلعوں پر حملے کی صلاح دی جن کی نسبت سمجھا جاتا تھا کہ اُن میں بڑے بڑے خزانے
محفوظ ہیں۔ ڈی اٹیل کو یہ سمجھا گیا تھا کہ اُس کو اپنے قیدیوں کو اُس وقت تک نہ دینا
چاہیئے جب تک کہ اُن کے فدیہ کی رقم سے اُس کا حصہ متعین ہو جائے[4]۔ مگر فاتحوں
کے خویش خزانے خالی تھے اُن سے جو کچھ مل سکا وہ صرف پچاس ہزار روپے کی
ایک رقم فرانسیسی فوج کے لئے تھی اور ایک لاکھ چالیس ہزار کا وعدہ افسران فوج کے
انعام کے لئے تھا۔ ڈوپلے۔ اُس کی بی بی اور اُس کے رشتہ داروں کو ایک ایک گاؤں
دیا گیا تھا جیسا کہ مرہٹوں کے بڑے حملے کے بعد ڈوماس کے ساتھ عمل ہوا تھا۔

۷ اگسٹ کو فاتح آرکاٹ میں داخل ہوئے اور وہاں پانچ ہفتے اپنے جدید مناصب

---

[1] کہا جاتا ہے کہ اُن کو شیخ حسین نامی اس فرانسیسی فوج کے ایک جمعدار نے جو چندا صاحب کی ملازم تھی قتل کیا تھا۔

[2] پانڈیچری بنام کمپنی ۱۸ اگسٹ ۱۷۴۹ء دکلز حسب سابق صفحہ ۲۳۷۔

[3] ڈوپلے بنام ڈی اٹیل ۵ اگسٹ ۱۷۴۹ء " " صفحہ ۲۳۹۔

[4] ڈوپلے بنام ڈی اٹیل حسب حوالہ سابق۔

حظ اُٹھاتے اور اپنی گزران کے ذرائع تلاش کرتے رہے۔ فرانسیسی جمعیت اُن کے ساتھ تھی مگر آرکاٹ اُن کے لئے (میرا خیال یہ ہے کہ کثرت شراب اور دیسی عورتوں کے میل جول سے) اس قدر مضر ثابت ہوا کہ وہ پانڈیچری کے حدود میں واپس بلالی گئی۔ ۱۴ ستمبر کو چند اصاحب اور مظفر جنگ آرکاٹ سے روانہ ہوئے اور بہ آسانی منزلیں طے کرتے ہوئے علی الترتیب ۲۷ اور ۲۹ کو فرانسیسی آبادی میں مشرقی شان وشوکت۔ ہاتھیوں۔ جھنڈوں اور طوائفوں کے ساتھ داخل ہوئے اُن کے جلو میں وہ یورپین فوج بھی تھی جس کے بغیر آمبر کی فتح حاصل نہیں ہوسکتی تھی[۱]

یہ آمد اور ملاقات ایک سیاسی غلطی کی وجہ سے قابل یادگار ہے فرانسیسی امداد کی شرائط میں ایک شرط قریب کے اضلاع ویلیانور اور والوداور کی عطا تھی مگر مظفر جنگ نے اظہار شکر گزاری میں اُس فیاضی سے جس کا اظہار دشمن کے ممالک کی تقسیم میں ہوا کرتا ہے اس عطا میں بندر مسولی پٹم اور ضلع باہور کو بھی شریک کر دیا۔[۲] ضلع باہور میں ایسے مواضع شریک تھے جو قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کے گرد وپیش واقع تھے۔ ڈوپلے کے نزدیک تو یہ فرانسیسی ملک کی درستی حدود سے زیادہ کوئی اور امر نہ تھا مگر انگریزوں کی نظر میں یہ اس منصوبے کی تعمیل کی دھمکی تھی کہ اُن کا اور اُن کی تجارت کا تعلق اندرون ملک سے منقطع کر دیا جائیگا۔ ان کے اس اندیشے کی تائید بعض گروہ واقعات سے ہوئی جو مدراس کے گرد ونواح میں پیش آئے اور اس بنا پر انگریزی کونسل کو مجبوری مخالفت کی حکمت عملی اختیار کرنی پڑی یعنی وہ لڑائی پھر چھیڑنی اور کامیابی کے ساتھ ختم کرنی پڑی جو خود انھوں نے ۱۷۴۹ء میں شروع کی تھی۔

جس زمانے میں یہ مہتم بالشان ارادہ کیا گیا اتفاقیہ طور سے چارلس فلوير انگریزی گورنری کی خدمت پر پہنچ گیا تھا۔ یہ شخص نہ سمجھدار تھا نہ محنتی۔ اُس نے پانڈیچری کے محاصرے کے لئے بھی کافی تیاری نہیں کی اور ناصر جنگ کے پاس سفارت بھیجنے میں

---

[۱] کلارڈ کا بیان ہے کہ ڈوپلے کی ہدایت پر ڈی آٹیل نے ہر سپاہی کو چھ چھ روپے دئے اور باقی تقریباً (۴۸۰۰۰) ہزار روپے اپنے لئے رکھ لئے۔

[۲] ڈوپلے بنام کمپنی ۱۵ اکتوبر ۱۷۴۹ء سوانح ڈوپلے صفحہ ۷۴۔ [۳] کم سے کم خود اُس کا بیان ایسا تھا۔

فصل دوم

ایک کثیر رقم بیکار صرف کر ڈالی وہ آرام پسند تھا اور کونسل کے کمرے سے اُس کو تاش کی میز پر زیادہ لطف آتا تھا۔[1] اُس کی کونسل میں صرف ایک شخص اسٹرنجر لارنس قابل لحاظ تھا مگر وہ ۱۷۴۹ء[2] ہی میں اس ساحل پر آیا تھا اور اُس کو ہندوستان کا بہت کم تجربہ تھا۔ وہ عمدہ سپاہی تھا مگر ایسا مغلوب الغضب۔ کوتاہ خیال اور غیر صحیح الرائے تھا کہ اُس میں سیاسی رہنما بننے اور نئے سیاسی راستے کھولنے کا مطلق مادہ نہ تھا۔ وہ ہر وقت فرانسیسیوں سے لڑنے کے لئے مستعد رہتا تھا اس میں شک نہیں کہ وہ ہر اُس تجویز کی تائید کرتا تھا جو فرانسیسیوں کی مخالفت میں ہوتی تھی مگر ۱۷۵۰ء میں جب تھوڑے عرصے کے لئے انگریزی حکمت عملی کی باگ اُس کے ہاتھ میں آگئی تو اُس کے طرزِ عمل نے ظاہر کر دیا کہ اُس کی سیاسی رائے عزم بزدلانہ اور غیر مستقل تھی اگر ایسے رہنما افسروں کے تحت میں انگریزوں نے مزاحمت کا ارادہ کیا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ اُس کی ضرورت یقینی طور سے مسلم تھی۔

فلور اس سے پہلے ہی پُرخطر حکمت عملی کے اختیار کرنے کی طرف اپنا میلان ظاہر کر چکا تھا۔ ۱۷۴۰ء کے ختم پر ساہ جی جو تنجور کی حکومت سے بے دخل کر دیا گیا تھا اپنی ریاست پر دوبارہ قائم ہونے کے لئے انگریزوں سے مدد کا طالب ہوا اور بیان کیا کہ اگر وہ ایک مرتبہ انگریزی فوج کے ساتھ تنجور پہنچ گیا تو اُس کو ہر طرف سے کثیر مدد مل جائیگی۔ وہ فرانسیسیوں کی مدد حاصل کرنے کے لئے ایک یا دو مرتبہ کوشش کر چکا تھا لیکن اُس وقت ڈوپلے انگریزوں سے لڑائی اور چند اصاحب کی سازشوں میں اس قدر مصروف تھا کہ اُس نے اس معاملے سے انکار کر دیا۔[3] مگر انگریزوں کو کوئی ایسی مصروفیت نہ تھی۔ اسی زمانے میں اُن کو یہ خبر پہنچی کہ یورپ میں صلح ہو رہی ہے اس لئے انھوں نے ساہ جی کو ایک جمعیت سے اس شرط پر مدد دینے کا وعدہ کر لیا کہ دیوی کوٹہ اُن کو دیا جائے اور اُن کے جو مصارف ہوں وہ ادا کئے جائیں۔ دیوی کوٹہ کولیرون کے دہانے پر ایک چھوٹا سا قلعہ تھا اصولاً اس معاہدے

---

[1] ۱۷۵۰ء میں وہ جوا کھیلنے کی بنا پر موقوف کر دیا گیا۔ رنگا پلے کا بیان ہے کہ وہ آتشک میں مبتلا تھا۔

[2] لیرج بنام ڈوپلے ۲۶ اپریل و ۲۹ اکتوبر ۱۷۴۹ء (بی۔ آر۔ نمبر ۸۳۔ و روزنامچہ انند ارنگا پلے جلد (۴) صفحہ ۳۰۷)۔

[3] دیسی خط و کتابت بابت ۱۷۴۹ء صفحہ ۸۳ جلسہ سینٹ ڈیوڈ کی کونسل ۱۵ اپریل ۱۷۴۹ء۔

فصل دوم

اور اُس معاہدے میں جو ڈوپلے نے چند اصاحب کے ساتھ کیا تھا کوئی فرق نہ تھا۔ ہر ایک کا مقصد یہ تھا کہ ایک مدعی ریاست کو قبضہ دلا کر ایک ایسے رئیس کو جو بلا کسی حق خفی کے ریاست پر قابض اور متصرف تھا ملک غیر کے کرائے کی فوج کی مدد سے بے دخل کر دیا جائے اور دونوں کی غرض یہ تھی کہ وہ جدید رئیس سے اپنے حق میں وہ رعایتیں حاصل کریں جو عموماً ایسے مواقع پر فائدہ پہنچانے والوں کے ساتھ کی جاتی ہیں۔ ڈوپلے کرناٹک پر اپنا سیاسی اثر قائم کرنا چاہتا تھا اور اسی طرح انگریزوں کا مقصد تنجور پر اپنا اثر قائم کرنا تھا۔ حقیقی فرق جو کچھ تھا وہ صرف یہ تھا کہ آیا ریاست کے مدعی کے ریاست پر قائم ہو جانے کے بعد اُس سے ان توقعات کی تکمیل کا امکان ہے جو اُس سے کی جاتی ہیں۔ اور انگریزوں کو قبل از قبل یہ سمجھ لینا کچھ دشوار نہ تھا کہ تنجور کے جدید راجہ سے انھیں کوئی ایسی حقیقی مدد نہیں پہنچ سکتی جو مہتم بالشان کہی جا سکے۔ علاوہ اسکے جہاں تک کہ ۱۷۴۹ء کے واقعات سے رائے قائم کیجا سکتی تھی دیوی کوٹہ کا قلعہ بیکار محض تھا وہ کوئی تجارتی مقام نہ تھا اور اگرچہ بعدہٗ اُس کے ذریعے سے ترچناپلی کا ایک محفوظ راستہ کھل گیا مگر اس کی ضرورت اُس وقت تک مستقبل کے پردے میں چھپی ہوئی تھی غرضکہ فلوری اور ڈوپلے دونوں کے معاملات ہر لحاظ سے ایک ہی نوعیت کے تھے اور اگر کوئی فرق تھا تو ان فوائد کے لحاظ سے تھا جو اُن سے حاصل ہو سکتے تھے۔

اس معاملے کا تصفیہ فلوری اور ایک دوسرے رکن (ریچرڈ پرنس) کی رائے سے بمشورۂ بوسکاون ہوا تھا۔ کونسل میں اس کا اعلان اُس وقت کیا گیا جبکہ فوج روانہ ہو چکی تھی اور کونسل نے اُس کی منظوری اسی بنا پر دیدی کہ فوج کو واپس بلانے میں جو بدنمائی ہوتی وہ نہ ہونے پائے۔

خود اس مہم کے متعلق زیادہ صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ وہ کولیروں پہنچنے سے پہلے ایک سخت طوفان میں گھر گئی۔ تنجور میں ایک شخص بھی ساہ جی کی مدد کیلئے آمادہ نہ پایا گیا۔ دیوی کوٹہ پر ایک ناکامیاب حملہ اور اس سے زیادہ ناکامیاب واپسی کے بعد دوسری فوج براہ دریا روانہ کی گئی یہ فوج لارنس کے زیر حکم تھی اُس نے دیوی کوٹہ کو بہ آسانی فتح کر لیا اور جب پرتاب سنگھ نے جو تنجور کا حقیقی راجہ تھا اپنے شرائط پیش کئے تو وہ منظور کر لئے گئے۔ ساہ جی کو وظیفہ دے کر گمنامی کے ایک ایسے غار میں ڈالدیا گیا

فصل دوم

جس سے اُس کا نکلنا محال تھا۔[۱]

اس مہم کا خاتمہ جون تک ہو گیا تھا اور اس طور سے انگریزوں کو اُن کارروائیوں پر غور کرنے کی جو ڈوپلے کر رہا تھا پوری مہلت تھی۔ وہ ان کارروائیوں کو خوف زدہ نظر سے دیکھ رہے تھے اس لئے انھوں نے اُس یورپین رسالے کو قائم رکھنے کا فیصلہ کیا جو گزشتہ لڑائی میں بھرتی ہوا تھا اور اپنے سپاہیوں کی فوج میں کسی قسم کی کمی نہ ہونے دی۔[۲] اس پر بھی اُن کی یورپین فوج ناقابل لحاظ تھی۔ ۱۲۰۰ خوش باشوں کی تعداد میں جن کو بوسکاون اپنے ساتھ لایا تھا لڑائی اور بیماریوں نے کمی کر دی تھی ان میں سے (۵۰۰) اشخاص کے کمپنی کی ملازمت میں داخل ہو جانے کے بعد بھی کونسل کے زیر حکم (۸۰۰) سے زیادہ یورپین فوج نہ تھی۔[۳]

بوسکاون مع اپنی بحری جمعیت کے اُس وقت تک ساحل پر موجود تھا اور اُس کی مدد سے انگریز یقیناً اتنی جمعیت بہم پہنچا سکتے تھے جو فرانسیسیوں کے منصوبوں کو درہم برہم کر دینے کے لئے کافی ہوتی۔ آرمی کا تو یہ بیان ہے کہ خود بوسکاون وہاں ٹھہرنے کا خواستگار تھا اور کونسل کو اس کا الزام دیتا ہے کہ اُس نے بوسکاون کی درخواست کو نامنظور کیا۔[۴]

بوسکاون نے اپنے جس مراسلے میں ساحل کی حالت اور فرانسیسیوں کی چیرہ دستی کا اندیشہ ظاہر کیا ہے اُس میں ایک حرف بھی اپنے مشرق میں رہنے کے متعلق نہیں لکھا ہے۔[۵] ہمیں معلوم ہوگا کہ کونسل اس سے قبل فرانسیسیوں کے مقابلے کا ارادہ مصمم کر چکی تھی اس حالت میں اُس کا تھوڑی سی ذمہ داری کا بار اُٹھا کر بوسکاون کی درخواست قیام کو نہ منظور کر لینا معمولی انسانی عقل سے بعید تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آرمی کو جو اطلاع

۱۔ کونسل فاٹ سنیٹ ڈیوڈ ۲۶۔ اپریل ۲۲ رمئی و جون ۱۷۴۹ء و آرمی کی قلمی انڈیا۔

۲۔ کونسل سنیٹ ڈیوڈ ۲۹ رجولائی ۱۷۴۹ء

۳۔ قلمی بنام کمپنی ۳۰ راکتوبر ۱۷۴۹ء

۴۔ تاریخ جلد (۱) صفحہ ۱۳۳۔

۵۔ بوسکاون بنام بیڈفورڈ ۲۹۔ مئی ۱۷۵۰ء۔

فصل دوم

لی وہ غلط تھی[۱]

اپنی حفاظت کے انتظام کے بعد بھی انگریزوں نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ وہ کسی ایسے امر کے مرتکب نہ ہوں گے جو کرناٹک کے جدید نواب سے بگاڑ کا سبب ہوجائے۔ چندا صاحب نے اپنی کامیابی کی اطلاع فلویر کو دی تھی۔ فلویر نے فوراً اس کے جواب میں ایک مبارکباد کا خط بھیجا اور چند روز کے بعد اسی مضمون کا ایک خط مظفر جنگ کے نام بھی لکھا[۲]

اس پہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ رضا صاحب نے لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لئے منصب اور جاگیر کے عطا کئے جانے کا انتظام ہوسکتا ہے اور اس امر کا وعدہ کیا جاتا ہے کہ بہ نسبت فرانسیسیوں کے انگریزوں کے ساتھ زیادہ تر رعایتیں مرعی رکھی جائیں گی[۳]۔ یہ خطوط قابل لحاظ ہیں ممکن ہے کہ ان کا مقصد صرف اسی قدر ہو کہ انگریز اس وقت تک خاموش رہیں جب تک کہ چندا صاحب کا پورے طور سے عمل و دخل ہوجائے مگر قیاس غالب یہ ہے کہ اُن کا مقصد کچھ اس سے زیادہ تھا اُس کے ذریعے سے چندا صاحب چاہتا تھا کہ انگریزوں اور فرانسیسیوں میں مساوات اور توازن قائم رکھے۔ یہ امر یقینی ہے کہ اُس نے فلویر سے ملنے کی دو مرتبہ خواہش کی[۴] اور کچھ تعجب نہیں کہ اسی خوف سے کہ کہیں انگریزوں اور نواب میں دوستی نہ ہوجائے ڈوپلے کو ایسی کارروائیوں پر مجبور کیا جس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہ ہوسکتا تھا کہ انگریزوں سے لڑائی چھڑ جائے۔

ہم کو قبل ازیں معلوم ہوچکا ہے کہ ستمبر ۱۷۴۹ء میں ڈوپلے نے مظفر جنگ سے

۱؎ ممکن ہے کہ ذاتی تعلقات کی بنا پر وہ رکے ہوں مگر مجھ کو نہ سکاون اور کونسل میں کسی رنجش کا پتا نہیں معلوم ہوتا۔ انگلستان واپس جانے کے بعد اُس نے فولیر کے لئے ایک گاڑی بھیجی جس سے ذاتی تعلقات میں کسی قسم کی کشیدگی کا اظہار نہیں ہوتا۔

۲؎ دیسی خط و کتابت بابت ۱۷۴۹ء صفحہ ۲۴ و ۲۵۔

۳؎ " " " صفحہ ۴۴ و ۲۷۔

۴؎ " " " صفحہ ۲۹ و ۳۵۔

فصل دوم

وہ مواضع حاصل کرلئے جو قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کے گرد و پیش واقع تھے اور اس طور سے انگریزوں کا راستہ جلاہوں کی بستیوں سے منقطع ہوگیا جن پر اُن کی تجارت کا انحصار تھا۔ اس سے قبل ایک دوسری تجویز کی خبریں مشہور ہو رہی تھیں جس کا مقصد یہ تھا کہ مدراس کا قبضہ بیکار کردیا جائے شہر مذکور کے سواد میں ایک چھوٹا سا پرتگالی گرجا واقع تھا جو اس وقت تک موجود ہے۔ یہ سینٹ تامی کی پرتگالی بستی کی ایک یادگار ہے اور "نوسا سنہورا ڈی لاز" کے نام پر تعمیر ہوا تھا۔ اس پر ایک پرتگالی پادری انٹونیو نور نہا نامی مقرر تھا جو میڈم ڈوپلے کا رشتہ دار تھا۔[1] یہ شخص مدراس کی خبریں پانڈیچری کو دیتا رہتا تھا اور اسنے آپ کو فرانسیسیوں کے لئے بہت مفید ثابت کرچکا تھا۔ ڈوپلے نے یہ معلوم ہوتے ہی کہ اُسے یہ مقام مجبوراً انگریزوں کو واپس کردینا پڑے گا گوا کے ویسرائے سے اُس شخص کو پرتگالیوں کا پادری سینٹ تامی میں مقرر کئے جانے کا حکم حاصل کرلیا۔ انورالدین کی بے دخلی کے بعد ڈوپلے نے چندا صاحب سے کہکر نورنہا کو اُس ضلع پر عملدار مقرر کرادیا جس سے نورنہا کی حیثیت اور زیادہ باوقعت ہوگئی۔ اس طور سے اُس نے قلعۂ سینٹ جارج کے تین میل کے اندر ایک متوسل کو ایک بااختیار عہدے پر قائم کرادیا۔[2]

فرانسیسیوں کے جو منصوبے سینٹ تامی کے متعلق تھے اُس کی اطلاع بوسکاون نے ۱۳ ستمبر کو کونسل میں دی اور تین ہفتے بعد یہ صلاح دی کہ انگریزوں کو چاہیئے کہ اس مقام پر قبضہ کرکے اپنے آپ کو محفوظ کرلیں کیونکہ جو رسد مدراس کو جارہی تھی اُسے روک کر نورنہا نے اپنے آئندہ طرزِ عمل کا پتا دے دیا ہے۔ بنا بر علیہ انگریزوں نے محمد علی سے اس مقام کی عطا کی درخواست کی اور ۲۲ اکتوبر کو بوسکاون نے اُس پر قبضہ کرکے انگریزی جھنڈا قائم کردیا۔ نورنہا گرفتار کرلیا گیا اور اُس کے کاغذات سے یہ ثابت ہوا کہ "وہ ایک مخفی دشمن

---

[1] یہ شخص پھر بحیثیت اسقف اعظم "مالیکارناسس" کے ظاہر ہوگا۔

[2] یہ واقعات انگریزوں کے بیانات پر مبنی نہیں ہیں کہ ان کو فرانسیسیوں پر حملہ آور ہونے کے عذرات قرار دیا جاسکے بلکہ خود ویسرائے اور ڈوپلے کے بیانات پر مبنی ہیں۔ ڈی۔ ایلار ٹو بنام قلعۂ سینٹ ڈیوڈ ۵ فروری ۱۷۵۰ء (لوکی ویسیج جلد (۲) صفحہ ۴۰۰) و ڈوپلے بنام سانڈرس ۱۸ فروری ۱۷۵۲ء (خط و کتابت فرانسیسی بابت ۱۷۵۲ء)۔

فصل دوم

اور ہمارے اور فرانسیسیوں میں نزاع بڑھانے والا شخص تھا۔[1] چندا صاحب نے فوراً
نور نہا کی رہائی کا مطالبہ کیا اور اگرچہ فلوریر نے صاف الفاظ میں اس مطالبے سے انکار
نہیں کیا[2] مگر فی الحقیقت سینٹ ٹامی پر قبضہ کر لینا یا ضابطہ فرانسیسیوں سے مقابلہ اور
انگریزوں کا محمد علی کی طرفداری پر آمادہ ہو جانے کا اعلان تھا۔ اور ایسا ہی سمجھا
جانا چاہیئے تھا۔

یہ تجویز قطعی طور سے ۱۳ر اکتوبر ۱۷۴۹ء کو قرار پا چکی تھی۔ چندا صاحب کو مبارکباد
کا خط لکھتے وقت فلوریر نے محمد علی کو اُن کے والد کے انتقال کا تعزیت نامہ لکھا تھا۔
اور اگست میں چار توپیں اور چند توپچی اُن کے پاس ترچناپلی روانہ کر دیئے گئے تھے
ستمبر میں محمد علی کی مزید امداد کی طلب پر فلوریر نے اُن کو جواب دیا کہ ناصر جنگ کی مداخلت
کی وجہ سے غالباً ترچناپلی پر کوئی حملہ نہ ہو۔ اگر باوجود اس کے کوئی حملہ ہوا تو وہ امکانی
مدد روانہ کرے گا۔[3] ۱۳ر اکتوبر کو یہ تمام مراسلت کونسل کے سامنے پیش ہوئی۔ کونسل نے
کچھ فوج کو ملازمت سے خارج کر دینے کا بہانہ کر کے یہ تجویز کی کہ اُس کی ملازمت میں جو
بہترین سپاہی ہیں اُن میں سے ایک حصہ مع ایک مختصر یورپین جماعت کے ترچناپلی
بھیج دیا جائے۔ اس کا سبب کچھ تو محمد علی کی اُس مدد کی شکرگزاری تھی جو انھوں نے ۱۷۴۶ء
میں کی تھی اور کچھ یہ تصور تھا کہ ناصر جنگ کے آتے ہی چندا صاحب کی بغاوت کا خاتمہ
ہو جائے گا۔[4]

اس خیال سے کہ مبادا ناصر جنگ کے وہاں پہنچنے تک فرانسیسی سب کا قلع قمع
کر دیں نومبر میں ایک اور یورپین کمپنی کپتان کوپ[5] کے تحت میں روانہ کی گئی۔ اس کا مقابلہ

۱؎ قلعہ سینٹ ڈیوڈ کی کارروائی ۲ و ۲۵ر ستمبر و ۱۶ر اکتوبر ۱۷۴۹ء۔ و مراسلہ بنام انگلستان ۱۸ر اکتوبر ۱۷۴۹ء۔ بوسکاون
نور نہا کو اپنے ساتھ قید کر کے انگلستان لے گیا جہاں وہ پرتگال کے وزیر کی درخواست پر رہا کیا گیا۔

۲؎ ویسی خط و کتابت بابت ۱۷۴۹ء صفحہ ۲۶ – ۴۴۔ خطوں کی تاریخیں پریشان ہیں مگر سلسلۂ مضامین کامل طور سے مسلسل ہے۔

۳؎ ,, ,, ,, صفحہ ۲۷ – ۲۸ – ۳۲ و ۳۴۔

۴؎ کارروائی قلعہ سینٹ ڈیوڈ ۲ر اکتوبر ۱۷۴۹ء۔

۵؎ ,, ,, ,, ۱۶ر نومبر ۱۷۴۹ء۔

فرانسیسیوں سے کبھی نہیں ہوا لیکن اس سے محمد علی کے دل کو تقویت ہوگئی اور اُنھوں نے قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کے گرد و پیش کا مالک انگریزوں کو عطا کر دیا[1] جس کو مظفر جنگ اس سے پہلے فرانسیسیوں کو دے چکے تھے اس طور سے وہ حلقہ جو ڈوپلے نے انگریزوں کے گرد جنوب میں ڈالنا چاہا تھا ٹوٹ گیا جس طرح مدراس کے گرد کا حلقہ سینٹ ٹامی کے قبضے سے ٹوٹ چکا تھا۔

جس زمانے میں انگریز اس طور سے اپنی حیثیت کے متعین اور قائم کرنے میں مصروف تھے چند اصاحب اور ڈوپلے اپنی آئندہ کارروائیوں کی بحث و بیز میں لگے ہوئے فصل خزاں کی بارش کے ختم کا انتظار کر رہے تھے۔ سب سے اہم کام جو اُن کو درپیش تھا وہ ترچناپلی میں محمد علی پر غلبہ پانا تھا۔ فرانسیسی امدادی جمعیت بڑھا کر ۸۰۰ یورپین تک پہنچا دی گئی تھی جن کے ساتھ (۳۰۰) کافری اور توپاسی اور ایک میدانی توپ خانہ تھا لیکن بڑی دقت رقم کی تھی جو ان بے شمار اور بیکار سواروں کی تنخواہ کے لئے مطلوب تھی جن کے بغیر کوئی ہندوستانی رئیس جنبش نہیں کر سکتا تھا[2]۔ ڈوپلے نے شہر کے باشندوں سے دو لاکھ روپے کا انتظام کیا اور ایک لاکھ روپیہ بعض اضلاع کی مالگزاری پر خود اپنے پاس سے دیا[3]۔ یہ ضمانت اُس زمانے کے لئے جبکہ اُس کی تائید پر کوئی غیر متنازعہ حکومت ہو بالکل کافی تھی لیکن لڑائی کے زمانے میں بہ آسانی ممکن تھا کہ وہ اضلاع لوٹ لئے جائیں اور جب انھیں اضلاع کے دو دعویدار ہوں تو وہی ارتہان اور عطا قابل قبول قرار پا سکتی ہے جو فتحمند شخص نے کی ہو۔ تمام مالی مشکلات کی بنیاد جن کا مقابلہ فرانسیسیوں کو کرنا پڑ رہا تھا یہی تھی۔

اس مدد کے مل جانے کے بعد بھی جو ڈوپلے اپنے دوستوں کے لئے حاصل کر سکتا تھا اُن لوگوں نے اپنا اصل کام شروع نہیں کیا بلکہ مغلوں کے قدیم دستور کے مطابق

---

[1] کارروائی قلعہ سینٹ ڈیوڈ ۲۶-فروری ۱۷۵۱ء۔

[2] عام طور سے ہندوستانی فوجوں کی تنخواہیں امن کے وقت چڑھی رہتی تھیں لیکن لڑائی کے میدان میں وہ لوگ دوسرے برتاؤ کی امید کرتے تھے مقابلہ کو ولاک کی یادداشت صفحہ ۲۹۔

[3] ڈوپلے بنام کمپنی مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۷۵۱ء۔

فصل دوم

فوج کشی کے ذریعے سے وصول مالگزاری کے کام میں مصروف ہو گئے۔ برسات کے
ختم ہوتے ہی وہ پانڈیچری سے روانہ ہوئے مگر چند اصاحب ایک معتبر پولی گار رئیس
کے جنگلوں کے محاصرہ کرنے اور اس سے تین لاکھ روپے وصول کرنے کے لئے
پیچھے رہ گیا۔ اس کام میں تقریباً یہ پورا مہینا ضائع ہو گیا[1]۔ اس عرصے میں مظفر جنگ
کوچ کرتے رہے مگر اسی قدر سکون و وقار کے ساتھ جو ان کی عزت اور توقیر کے
مناسب حال تھا۔ ان کی مشترکہ فوجوں نے کولیرون ندی کو ۱۳ دسمبر[2] تک عبور نہیں کیا
اور عبور کرنے کے بعد بھی وہ تنجور میں پھر وصول مالگزاری میں مصروف ہو گئے۔ اس
ریاست کے صدر مقام کے محاذی فوج نے اپنے ڈیرے قائم کر دئے۔ دو معرکوں
نے جس میں آگے آگے فرانسیسی تھے راجہ کو صلح کی طرف مائل کر دیا اور وہ ستر لاکھ روپے
دینے پر راضی ہو گیا۔ مگر اس کا ارادہ بشرط امکان اس کی تعمیل کا نہ تھا اور وہ اس کا متوقع
تھا کہ خوش قسمتی سے کوئی ایسا موقع مل جائے کہ اس کو اس رقم کے ادا کرنے کی ضرورت
نہ واقع ہو۔ مظفر جنگ راجہ کو اس معاملے میں ترغیب دے رہے تھے جو چند اصاحب
کو اس خود مختارانہ طرز عمل سے جو معاہدہ کرنے میں اس سے ظاہر ہوا تھا حاسدانہ
نظر سے دیکھنے لگے تھے[3]۔ ۲۱ دسمبر کو شرائط طے ہوئے تھے مگر اس سے ایک ماہ بعد
اس رقم کا ایک خفیف جز ادا ہوا تھا اس لیے پھر جنگ چھڑ گئی۔ فرانسیسی فوج اس قسم کے
سست اور غیر موثر طریقۂ جنگ سے تنگ آ گئی تھی۔ سپاہیوں کو یہ شکایت تھی کہ ان کو
آغاز جنگ سے اس وقت تک ایک پیسہ بھی نہیں ملا تھا۔ پانچ سارجنٹوں کو باغیانہ طرز عمل
کی بنا پر سزائیں دینا اور فوج کے افسروں کے احساس فرائض اور اعزاز کو عطیات کے
ذریعے سے تیز کرنا پڑا[4]۔ اس میں وہ تمام رقم صرف ہو گئی جو چند اصاحب نے راجہ سے
وصول کی تھی۔

۱ مراسلہ بنام انگلستان ۱۲ فروری ۱۷۵۰ء۔
۲ لی رچی بنام ڈوپلے ۱۶ دسمبر ۱۷۴۹ء۔
۳ کلائیو حسب سابق صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶۔
۴ لی رچی بنام ڈوپلے ۱ و ۲۶ و ۱۶ فروری ۱۷۵۰ء۔

فصل دوم

اس خیال کی گنجائش تھی کہ فرانسیسی فوج کے سرکردہ کو اس امر کے تعین میں پورا اختیار ہوگا کہ آیندہ کیا کرنا چاہیئے کیونکہ یہی جماعت چندا صاحب کی فوج میں غالب اور کارآمد جماعت تھی۔ آمبر کی لڑائی کا بار اسی نے اٹھایا تھا اور اسی نے تنجور کے بیرونی دمدمے لئے تھے اور ایک غیر متوقع حملہ کر کے شہر کے ایک دروازے پر قابض ہوگئی تھی اس عرصے میں فرانسیسی فوج نے اپنی موجودگی سے کسی قسم کا فائدہ نہ پہنچایا تھا۔ لیکن باوجود ان تمام امور کے چندا صاحب نے ڈوکسنی۔ گوپل اور نسبی سے کبھی کوئی مشورہ نہیں کیا دسمبر میں ڈوکسنی کو یقین تھا کہ محمد علی کے ساتھ معاہدہ ہوگیا ہے۔ اس کی رائے تنجور کے متعلق نہیں لی گئی۔ ۱۹ فروری کو چندا صاحب نے شہر پر حملہ موقوف کر دینے کا حکم دیا اگرچہ گوپل حملہ کرنا چاہتا تھا[۱] غرضکہ فرانسیسی اس وقت تک نہ آقا اور نہ شریک بلکہ بطور امدادی کرایئے کی فوج کے کام کر رہے تھے۔ چندا صاحب اپنے منصوبے ڈوپلے کے مشورے کے بغیر خود قرار دینے کا مجاز تھا ڈوپلے رائے دے سکتا تھا مگر ابھی تک اس کی حیثیت ایسی نہ ہوئی تھی کہ اس کی رائے بمنزلہ حکم کے متصور ہو۔

فروری سنہ ۱۷۵۰ء کے ختم پر فرانسیسی اور ان کے خودسر ساتھی بغیر کسی مقصد کے تنجور کے محاذی پڑے ہوئے تھے۔ ناصر جنگ کی آمد آمد کی خبر عرصے سے مشہور ہو رہی تھی اس کی تصدیق کثیر تعداد مرہٹوں کے سواروں کے قریب آجانے سے ہوگئی۔ ڈوپلے کی رائے یہ تھی کہ تنجور فتح کر لیا جائے اس کے خیال میں یہ ایسا مقام تھا جہاں اس وقت تک قیام ممکن تھا جب تک کہ قحط ناصر جنگ کے انبوہ کثیر کو واپسی پر مجبور کر دے مگر کم ہمتی کی بنا پر یہ تجویز منظور نہیں کی گئی اس پر اس نے یہ صلاح دی کہ شمال کی طرف بڑھ کر جنجی کو فتح کر کے اپنا مستقر بنا لینا چاہیئے لیکن یہ بھی اتنا مشکل سمجھا گیا کہ اس پر عمل کرنے کی جرائت نہ ہوسکی۔ تنجور کا محاصرہ اٹھا لیا گیا اور فوج نے عجلت کے ساتھ پانڈیچری کا رُخ کیا۔ مرہٹوں نے اپنے حملے شروع کر دیئے۔ صرف فرانسیسی فوج کی ثابت قدمی اور ان کے توپخانے کی تیز آتش باری نے فوج کو متفرق ہو جانے سے روک لیا خوف زدہ گروہ اور ان کے

---

[۱] لی ریچی بنام ڈوپلے (این۔ ڈی) ۱۲ دسمبر ۱۷۴۹ء و ۲۴ فروری ۱۷۵۰ء (بی۔ آر۔ نمبر ۸۔ الف۔ الیف ۱۸۸ و ۱۸۸، ۲۰۵)۔

پریشان خیال افسر چاہتے تھے کہ پانڈیچری میں داخل ہو کر پناہ لیں مگر فرانسیسیوں نے اس دھمکی سے کہ اگر انھوں نے پانڈیچری کے حدود میں داخل ہونے کی کوشش کی تو ان پر گولہ باری کی جائیگی ان کو اس ارادے سے باز رکھا اور انھوں نے مجبور ہو کر ویلی نیالور میں قیام کیا۔ ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ تمام رقم جو ڈوپلے نے مہیا کی تھی اور جو کچھ وہ خود وصول کر سکتے تھے فرانسیسی افسروں کے عطیات اور فوج کی بقایا تنخواہ کے ایک حصے کے ادا کرنے میں صرف ہو گئی تھی مگر فوج کو اب بھی شکایت تھی اور وہ اپنے مزید مطالبات کی بابت شور و غل مچا رہی تھی۔ ڈوپلے نے اور تین لاکھ روپے کا انتظام کیا۔[1] اس طرح سے چار مہینے کے دوران کارروائی میں فرانسیسیوں کو چھ لاکھ صرف کرنے پڑے تھے جس کا کوئی نتیجہ بجز اس کے نہ تھا کہ چند مواضع گرنیل کے گرد و نواح میں ان کے نام کر دئے گئے تھے۔

جس وقت آمبر کی لڑائی کی خبر ناصر جنگ کو پہنچی وہ دہلی اس غرض سے جا رہے تھے کہ افغانوں کے اس حملے کے اندفاع میں مدد دیں جو وہ لوگ شمال ہندوستان پر کرنیوالے تھے۔[2] یہ خبر سن کر انھوں نے فوراً کوچ موقوف کر دیا اور جنوب کی کل فوج کو حکم دیا کہ وہ آکر ان کی فوج میں شریک ہو جائے اور راگھوجی بھونسلہ سے مرہٹوں کی ایک امدادی فوج[3] کے متعلق کارروائی کی اور بجائے شمال کے جنوب کی طرف روانگی کا انتظام کیا۔ یہ سب انتظامات ایک عرصے میں تکمیل کو پہنچے اور وہ آخر کار ۱۷۵۰ء میں کرناٹک میں داخل ہوئے۔[4] انھوں نے جنجی کو اپنا قیام گاہ قرار دیا اور وہاں سے ترودی کی طرف

---

[1] ڈوپلے بنام کمپنی ۳؍اکتوبر ۱۷۵۰ء۔

[2] ولکس حسب صراحت سابق جلد (۱) صفحہ ۱۶۳۔

[3] گرانٹ ڈف جلد (۲) صفحہ (۳۰)۔

[4] ڈوپلے نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ناصر جنگ کو انگریز کرناٹک میں لائے تھے۔ اس مضحکہ آمیز مبالغے کی تردید ۱۷۴۹ء کی دیسی خط و کتابت سے ہوتی ہے۔ ناصر جنگ کی آمد کی خبر ۳؍ اور ۱۴؍اگست کے درمیان محمد علی سے معلوم ہوئی تھی مگر یہ محض محمد علی کی گپ تھی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ انگریزوں کو اس کی طرفداری کے لئے آمادہ کر دے۔ فلوئیر نے جو پہلا خط اس بارے میں ناصر جنگ کو لکھا ہے وہ مورخہ ۲۳؍۲۴؍اگست ۴۹ء

فصل دوم

کوچ کیا جو قلعۂ سینٹ ڈیوڈ سے جانب مغرب (۲۵) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں پہنچکر انھوں نے انگریزی مدد طلب کی جتنی فوج اُن کی مدد کے لئے بھیجی گئی وہ اُن کی امید سے بہت کم تھی اُس کی تعداد (بظاہر) (۳۰۰) سے زیادہ نہ ہوگی[1]

اس عرصے میں چند اصاحب اور فرانسیسی امدادی فوج نے ڈی آٹیل کے تحت میں جدید غنیم کی طرف پیشقدمی شروع کردی تھی۔ ۳ر اپریل کو فرانسیسی کمانڈر نے کوپ کے نام ایک خط بھیجا جس سے اس موقع کی سیاسی پیچیدگیوں اور ڈوپلے کی اس سیاسی ترکیب کا اظہار ہوتا ہے جس کے ذریعے سے وہ انگریزوں کو اس جنگ سے علٰحدہ کرادینا چاہتا تھا۔ ڈی آٹیل کا یہ ادعا تھا کہ دیوی کوٹہ کے معاملے میں فرانسیسیوں نے محض اس وجہ سے دخل نہیں دیا کہ دونوں سلطنتوں میں صلح ہوگئی تھی اور اس لئے وہ چاہتا تھا کہ انگریز بھی فرانسیسیوں کی اس لڑائی میں شریک نہ ہوں جو وہ انورالدین کے خاندان کے مقابلے میں لڑرہے تھے۔ اس کا کوپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ اُس نے یہ خط قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کو بھیج دیا ہے[2]۔

لارنس نے اس موقع پر ناصر جنگ کو یہ صلاح دی کہ اُن کو پانڈیچری کی طرف بڑھنا چاہیئے تاکہ غنیم مجبور ہوکر اُن پر حملہ کرے۔ بجائے اس کے اُنھوں نے براہ راست غنیم کیطرف رخ کیا اور ر اپریل کی چوتھی تاریخ دور سے گولہ باری میں ختم ہوگئی[3]۔ اس شب کو فرانسیسی چند اصحاب کے ساتھ بہت جلد پیچھے ہٹ گئے دوسرے دن ناصر جنگ اُن کے تعاقب میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اس کے چند روز بعد شاہنواز خاں کا خط مورخۂ ۲۹ر ستمبر ۱۰ر اکتوبر کو پہنچا جس میں فوج کے پہنچ جانے کی خبر دی گئی تھی۔

[1] آرمی لکھتا ہے (تاریخ جلد (۱) صفحۂ ۱۳۸) کہ لارنس ۲۲ر مارچ کو کیمپ میں (۶۰۰) یوروپین کے ساتھ پہنچا گر حقیقت یہ ہے کہ کوپ اپنی ایک سو کی جمعیت کو لیکر ترپناپلی سے چلا اور لارنس سینٹ ڈیوڈ سے ۱۹ر-۲۰ر مارچ کو (۱۰۰) آدمیوں کیساتھ بھیجا گیا اور مزید (۱۰۰) آدمی ۲۸ر مارچ اور ۴ر اپریل کے درمیان بھیجے گئے (کارروائی قلعۂ سینٹ ڈیوڈ ۱۹-۲۶ر مارچ ۱۷۵۰ء)۔

[2] فرانسیسی خط و کتابت بابت ۱۷۵۰ء صفحۂ ۶-۷۔ لارنس کا بیان تھا کہ یہ خط ڈی آٹیل نے اس کے نام روانہ کیا تھا۔ اگر ایسا تھا تو کوپ نے اپنے نام سے کیوں جواب دیا۔

[3] انگریز اور فرانسیسی دونوں کا یہ بیان ہے کہ گولہ باری دوسرے فریق کیطرف سے شروع ہوئی۔ فرانسیسی خط و کتابت بابت ۱۷۵۰ء صفحۂ ۸-۱۱۔

فصل دوم

روانہ ہوئے اور اُن کے بھانجے مظفر جنگ نے اُن کی اطاعت قبول کرلی۔

ناصر جنگ نے اپنی نام آوری کی بنا پر اس کو فتح تصور کیا مگر حقیقت حال یہ ہے کہ اس کی بنیاد ایک بغاوت پر تھی جس کا مقابلہ اگر ہو سکتا ہے تو بنگال کے افسروں کی اس بغاوت سے ہو سکتا ہے جو انھوں نے ۱۷۶۶ء میں کی تھی۔ تنخواہ سے وابستہ ۱ کے بعد اکثر افسروں نے بعذر بیماری اس کام سے علیحدگی کی درخواست کی اور اُن کی جگہ پانڈیچری کی فوج سے دوسرے افسر بھیج دئے گئے جنھوں نے آتے ہی یہ شکایت شروع کردی کہ رقمیں تو دوسروں نے اُڑائیں مگر مصائب اُن کو جھیلنے پڑیں گے۔

اس امر کا فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان دو جماعتوں میں سے یعنی افسروں کی وہ جماعت جس نے بمقام تنجور چندا صاحب سے بجبر عطیات حاصل کئے یا وہ جماعت جس نے ناصر جنگ اور انگریزوں کے مقابلے میں کام کرنے سے انکار کردیا زیادہ تر قابل الزام کونسی جماعت ہے۔ جب انگریز ناصر جنگ کے شریک ہو گئے تو یہ شکایت اور زیادہ سخت ہو گئی۔ تب سے نائب پانڈیچری کا اعلیٰ افسر فوج اس غرض سے بھیجا گیا کہ وہ افسروں کو سمجھا بجھا کر اُن کے فرائض کے ادا کرنے کی ترغیب دے مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اُس سے یہ کہا گیا کہ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر اُن کی درخواستیں منظور نہ ہوئیں تو وہ کیمپ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ دوسرا دن ناصر جنگ کی گولہ باری میں صرف ہو گیا اسی شام کو (۱۳) سب الٹرن افسر کیمپ چھوڑ کر پانڈیچری چلے گئے۔ ڈی آتیل بغیر افسروں کے اپنی فوج پر حکومت نہیں کر سکتا تھا اسلئے وہ رات کو پیچھے ہٹ آیا۔ یہ بغاوت اس بنا پر اور زیادہ شرمناک تھی کہ باغی اس پر بھی زور دے رہے تھے کہ جو امدادی رقم ماہوار چندا صاحب سے ملتی ہے وہ پیشگی ہونی چاہیے۔[2] اس بدنما معاملے کی وجہ سے ڈوپلے کو وقت حاصل کرنے کے لئے ناصر جنگ سے

---

۱ یعنی اُسی قدر عطیہ جس قدر پہلے تنجور کے مقام میں مل چکا تھا۔

۲ ڈوپلے بنام کمپنی ۳ / اکتوبر ۱۷۵۰ء ڈوپلے نے چاہا کہ باغیوں پر مقدمہ قائم کیا جائے مگر کمپنی کے ملازمین میں لوگ اُن کے ہمدرد موجود تھے (اس میں بھی بنگال کی بغاوت کی شباہت موجود ہے) اس لئے مقدمہ چلانے کا خیال چھوڑ دیا گیا اور کونسل کی تجویز سے باغی علیحدہ کردئے گئے۔ باغیوں میں سرگروہ شوہالی میڈم ڈوپلے کا داماد تھا۔

فصل دوم

کیمپ میں سازش کرنے کی ضرورت واقع ہوئی۔ ناصر جنگ کے آتے ہی فرانسیسی گورنر نے
اُن کے دیوان سے سلسلۂ گفت وشنید شروع کر دیا تھا مگر اس میں سخت مزاحمت پیش
آئی اسلیے ناصر جنگ نے پہلے ہی یہ چاہا کہ فرانسیسی فوج میدان سے ہٹالی جائے اسکے
چند روز بعد ناصر جنگ کے دیوان نے دو قاصد مع شرائط کے ڈوپلے کے پاس روانہ
کئے اور وہ اُن شرائط کی منظوری پر آمادہ تھا مگر یہ معلوم کر کے کہ انگریزی فوج اُس کے
دشمنوں کے پاس پہنچ چکی ہے اُس نے اس گفت وشنید کے سلسلے کو منقطع کر دیا
تھا مگر اب اپنے افسروں کی بغاوت کی وجہ سے پھر اُس نے اس بارے میں کوشش
شروع کی اور ناصر جنگ کو لکھا[1]۔ اس کے دوسرے ہی دن گولہ باری بغاوت اور
فرانسیسی فوج کی مراجعت واقع ہوئی۔ ۶؍ اپریل کو براہ خیرہ چشمی ڈوپلے نے ناصر جنگ
کو لکھا کہ صلح کے روبراہ ہونے کے خیال سے اُس نے اپنی فوج کو میدان سے
ہٹالیا ہے اور اُس کو امید ہے کہ ناصر جنگ اپنے ناعاقبت اندیش صلاح کاروں کو
اپنے پاس سے علیحدہ کر دیں گے[2]۔ ناصر جنگ کے درباریوں میں جو لوگ یہ چاہتے
تھے کہ مظفر جنگ اپنی پہلی حیثیت پر قائم کر دئے جائیں[4] اُن سے اس موقع پر فرانسیسیوں
کو بہت مدد ملی اور یہ طے پایا کہ فرانسیسیوں کی ایک سفارت کو ناصر جنگ کی خدمت میں
حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔ اس سفارت میں کمپنی کے دو عہدہ دار شریک
تھے جس میں سے ایک شخص فارسی زبان روانی کے ساتھ بولتا تھا[5]۔ بظاہر ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ اس وقت ڈوپلے اپنے ایک یا دونوں حلیفوں کو چھوڑ دینے پر رضامند تھا

۱؎ ڈوپلے بنام کمپنی حسب سابق۔

۲؎ اپنی سوانح میں صفحات ۳۰۵-۳۰۳ پر ڈوپلے نے ایک خط نقل کیا ہے جو اس نے اپنے بیان کے مطابق اس موقع پر ناصر جنگ کو لکھا تھا مگر میرا خیال ہے کہ وہ اُن خطوط میں سے ہے جو اُس نے اس سے قبل لکھے تھے۔

۳؎ خطوط (edi fiantes et curienses) ج ۲ صفحہ ۷۰۵۔

۴؎ ڈوپلے ان کو نواب نظام الملک کے قدیم ملازم کے نام سے یاد کرتا ہے۔

۵؎ ہنری ڈی لارچ دوسرا ڈوبو سے تھا جس کا انتخاب اس بنا پر ہوا تھا کہ وہ نواب نظام الملک کی خدمت میں بمقام تنجور بطور سفیر کے بھیجا جا چکا تھا۔

بشرطیکہ ناصر جنگ علیحدہ ہو جائیں۔ جو ابتدائی ہدایتیں سفرا کو دی گئی تھیں اُن میں یہ شامل تھا کہ ادھونی کا مظفر جنگ کے لئے اور آرکاٹ کا چندا صاحب یا چھوٹے صاحبزادے[1] کے لئے مطالبہ کیا جائے۔ ۲۱ اپریل کو ڈوپلے نے لکھا کہ آرکاٹ مظفر جنگ کو ملنا چاہئے یہ ممکن ہے کہ دوسرے دن وہ قید کر لئے جائیں بشرطیکہ آرکاٹ انھیں کے خاندان میں رہے[2]۔ ایم کلٹرو نے اس سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ قرین عقل ہے یعنی یہ کہ ڈوپلے کے پیش نظر اس وقت تک کوئی خاص مقصد اس کے سوا نہ تھا کہ وہ اپنی فوج سے اُس جماعت کو مدد دے جو اس کو سب سے زیادہ رقم دینے پر آمادہ ہو۔

اس غیر متعین مقصد کی حالت میں سفرا سے اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ عام طور سے اُن جماعتوں سے واقف ہو جائیں جو اُس وقت دربار میں قائم تھیں۔ انھوں نے کڑپا۔ کرنول اور سوانور[3] کے افغان نوابوں سے بھی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی جو جنوب میں اتنی مدت تک روک رکھے جانے سے ناراض تھے۔ یہ سفارت چند روز کے قیام کے بعد پانڈیچری واپس ہوئی۔

اس عرصے میں ڈوپلے نے اپنی فوج کو قابو میں کر لیا اور ان کو اپنے حدود سے باہر مقام والوداور کے قریب ٹھہرا دیا تھا۔ غالباً انھیں کی موجودگی نے ناصر جنگ کو اسکی ترغیب دی ہوگی کہ وہ فرانسیسی سفرا کی آمد کو منظور کریں۔ سفرا کی واپسی کے بعد ڈوٹی آتیل نے لاٹوش کے تحت ایک جماعت مغلئی کیمپ پر شبخون کے لئے روانہ کی۔ غالباً اسکا مقصد یہ تھا کہ سپاہیوں میں جرأت اور اپنے اوپر اعتبار کرنے کا مادّہ عود کر آئے۔ یہ حملہ جس طرح ایسے حملے عام طور سے کامیاب ہوا کرتے ہیں کامیاب ثابت ہوا[4]۔ اور ناصر جنگ کی فوج میں ایک تہلکۂ عظیم برپا ہوگیا[5]۔ اس تہلکے اور چارے اور رسد کی

---

[1] صفدر علی کے چھوٹے فرزند جو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ وندی واش میں رہتے تھے اور وہاں کلی اور دوسری جاگیروں پر قابض تھے۔

[2] کلٹرو صفحہ ۲۸۸۔

[3] ڈوبرسی بنام اسٹوپن ڈی لادل ۱۰ فروری ۱۷۵۰ء جس کا حوالہ سوانح گاڈھیو میں صفحہ ۲۰۸ پر دیا گیا ہے۔

[4] دیکھو آرمی کی تاریخ جلد ۱ صفحہ ۱۴۵۔

[5] مقابلہ کرو اس حملے سے جو کلائیو نے سراج الدولہ کے کیمپ پر کیا تھا اور اس کے جو نتائج ہوئے تھے

فصل دوم

روز افزوں کمی نے ناصر جنگ کو اس پر مجبور کیا کہ وہ تمام معاملات کو اُسی طرح غیر منفصلہ اور چندا صاحب کو فرانسیسیوں کی مدد سے قوی چھوڑ کر گرمیوں کا موسم آرکاٹ میں جاکر بسر کریں۔

انگریزوں کو یہ امید تھی کہ صوبہ دار کے آتے ہی تمام معاملات کا اُسی طرح تصفیہ ہو جائیگا جس طرح وہ چاہتے تھے۔ اس بارے میں اُن کو جو نا امیدی ہوئی اُس کا اثر اس وجہ سے اور زیادہ ہوا کہ خود اُن کی سیاسی رائیں متزلزل ہو گئی تھیں ناصر جنگ کے قریب آجانے پر انگریزوں نے میجر لارنس اور کمپنی کے ایک ملازم فاسٹ ویسٹ کوٹ[1] کو سفیر بناکر ناصر جنگ کے پاس بھیجا تھا[2] اور یہ ہدایت کی تھی کہ محمد علی نے جو عطیات قلعۂ سینٹ ڈیوڈ اور مدراس کو دئے تھے اُن کی توثیق کرالی جائے اور تعلقۂ پوناملی جو مدراس کے گردو پیش واقع ہے بطور عطیے کے حاصل کیا جائے تاکہ اُس کی آمدنی سے انگریز اس قدر فوج رکھ سکیں جو فرانسیسی فوج کے مقابل ہو اور جس طرح ڈوپلے کو ظفر جنگ کا خطاب دیا گیا ہے ویسا ہی اُس سے بالاتر خطاب مع اتنی جاگیر کے جو اس حیثیت کے قائم رکھنے کے لئے کافی ہو[3] فلور کے لئے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ان مراعات کے حاصل کرنے کے لئے اس کی تحویل میں قیمتی تحایف پیش کرنے کی غرض سے دئے گئے تھے۔ یہ سفارت ۷ اپریل کو پہنچی اور جس طرح اُس کی آؤ بھگت ہوئی اُس سے بہت خوش ہوئی۔ سفرا نے لکھا کہ تحائف میں جو فونٹین پن" تھا اس سے ناصر جنگ نے بادشاہِ انگلستان کے نام خط لکھا[4]۔ ۱۰ اپریل کو وہ دلجمعی کے ساتھ لکھتے ہیں کہ ناصر جنگ نے فرانسیسیوں کا خط ہماری غیر موجودگی میں کھولنا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ دونوں میں بہ نسبت حقیقی اثرات کے ظاہری اثرات نمایاں تر تھے۔ انگریزوں نے بظاہر ناصر جنگ کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ غالباً لالوش نے ایسے موقع پر حملہ کیا تھا جہاں انگریز مدد کیلئے نہیں پہنچ سکتے تھے۔

[1] ڈالٹن اُن کے ساتھ کر دیا گیا تھا تاکہ ان میں سے اگر کوئی مر جائے تو وہ اس کی قائم مقامی کر سکے۔

[2] ان کی قیمت ۱۷۸۹۴ پن یا سات ہزار پاؤنڈ تھی۔

[3] کارروائی سفارت آرمی کی قلمی تاریخ ہند۔ ہدایات میں یہ بھی شامل تھا کہ جزائر دیوی پر قبضہ دیدیا جائے اور جو مظالم شمالی سرکار میں ہو رہے ہیں اُن کا انسداد کیا جائے۔

[4] یہ خط فخریہ تھا جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ ناصر جنگ چار دانگ عالم پر قابض ہو جائیں گے۔

فصل دوم

پسند نہیں کیا[۵۱]۔ اسی کے تیسرے دن وہ فلوریر کو لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں صبر کی بے حد ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارا معاملہ چل رہا ہے مگر نہایت سستی کے ساتھ۔ مگر ہم کو قوی شبہہ ہے کہ فرانسیسی کچھ درباریوں کو اپنا چا بندار بنا رہے ہیں[۵۲] اس میں کوئی شبہہ نہیں ہو سکتا کہ انگریزوں کی خدمتیں ایسی نہ تھیں جو کسی بڑے انعام کی مستحق قرار دی جاتیں۔ انھوں نے جو فوجی مشورہ دیا تھا وہ قابل پسند نہ تھا۔ فرانسیسی فوج کی واپسی کے وقت بھی انھوں نے تعاقب سے انکار کر دیا تھا اور ناصر جنگ کو اطلاع دے دی تھی کہ وہ فرانسیسی حدود میں داخل ہونے سے مجبور ہیں[۵۳]۔ علاوہ اس کے ان سفرا کے ساتھ ایک دیسی مختار بھی تھا جو اگرچہ انگریزوں کا قدیم ملازم تھا مگر اُس کو انگریزوں کی تجاویز کے اظہار اور اُن کے خطوط فرانسیسیوں کو دکھا دینے میں کوئی تامل نہ ہوتا تھا[۵۴]۔ مزید براں انگریزوں نے ۲۰ اپریل کو دانڈی داش کے حملے میں اپنی درخواستوں کی منظوری کے بغیر شرکت سے انکار کر دیا تھا[۵۵] تنجور سے پیشکش کے وصول کرنے میں وہ ناصر جنگ کے شریک نہیں ہوئے تھے[۵۶]۔ یکم مئی کے روزنامچے میں سفرا لکھتے ہیں کہ اگرچہ ناصر جنگ نے ہماری درخواستوں کے ساتھ اتفاق کر لیا تھا مگر "آج اُن کی جملہ فوج ہم سے چھ میل جانب آرکاٹ کوچ کر گئی"۔ اس صورت میں انگریزی سفرا اور اُن کی فوج کو بجز اسکے چارہ نہ تھا کہ قلعہ سینٹ ڈیوڈ کو واپس چلی جائے[۵۷]۔

ان واقعات کے بعد جو موسم گرما آیا اُس میں فرانسیسیوں نے بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔

۵۱۔ آرمی کی تاریخ ہند قلمی۔

۵۲۔ " " "

۵۳۔ " " "

۵۴۔ حاجی ہادی۔

۵۵۔ کارروائی قلعۂ سینٹ ڈیوڈ ۹ اپریل ۱۷۵۰ء۔

۵۶۔ " " " ۱۲ " "

۵۷۔ آرمی کی تاریخ ہند قلمی۔ انگریز اور فرانسیسی دونوں دیوان شاہ نواز خاں پر الزام رکھتے ہیں کہ وہ دوسرے فریق کو مدد دے رہے تھے۔

فصل دوم

ناصر جنگ نے فرانسیسیوں کی شمالی کوٹھیوں یعنی مسئولی پٹم اور یانم پر قبضہ کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ چنانچہ اس کے مطابق عمل ہوا اور دونوں کوٹھیوں کے عملدار قید کر لئے گئے۔ یانم کی کوٹھی حملے سے پہلے ہی چھوڑ دی گئی تھی مگر (۳۰) آدمیوں کی مدد سے جو پانڈیچری سے بھیجے گئے تھے اس پر پھر قبضہ کر لیا گیا۔

مغلوں کی زیادہ جمعیت کے پہنچ جانے پر دوبارہ وہ چھوڑ دی گئی۔ ان واقعات کے بعد کرناٹک میں چند روز بالکل خاموشی رہی۔ ڈوپلے نے (۲۰۰) یورپین اور تقریباً اسی قدر سپاہی بذریعۂ جہاز مسئولی پٹم بھیج دئے جنھوں نے بغیر لڑے بھڑے اس پر قبضہ کر لیا[1]

جنوب کی کامیابیاں اس سے بھی نمایاں ترتھیں۔ ناصر جنگ کا آرکاٹ کی طرف کوچ کرنا تھا کہ ڈوپلے پھر والکنڈا اور راہوریتا بض ہو گیا اس کے چند روز بعد اس نے اپنی فوج کو اور آگے بڑھا کر چیدمبرم اور ترودتی پر قبضہ کر لیا۔ جون میں محمد علی سوار دل کی ایک جمعیت کے ساتھ ان کے مقابلے کے لئے جنوب کی جانب روانہ ہوا اور بوعدۂ ادائی جملہ مصارف (۶۰۰) آدمیوں اور ایک توپ خانے کی مدد انگریزوں سے حاصل کی۔ یہ جمعیت کوپ کے ماتحت تھی۔ فرانسیسی فوج میں ۵۰۰ یورپین لاٹوش کی ماتحتی میں تھے جو ان کا بہترین فوجی افسر تھا۔ چند چھوٹے چھوٹے معرکے ہوئے یکم اگست کو کوپ نے حسب الحکم لارنس اس امر کی کوشش کی کہ فرانسیسیوں کو میدان جنگ میں لائے جو ایک باغ میں محفوظ خندقوں کی پناہ میں خیمہ زن تھے۔ دیر تک گولہ باری کر کے کوپ واپس چلا آیا۔[2] اس مہینے کے آخر پر وہ قلعۂ سینٹ ڈیوڈ میں واپس طلب کر لیا گیا کیونکہ فرانسیسی حملہ کرنا نہیں

---

[1] خطوط موصولہ قلعۂ سینٹ ڈیوڈ نمبر ۴۶-۴۷-۶۶-۶۰-۶۸-۸۱ - ولی ریجی بنام ڈوپلے وپانڈیچری بنام کمپنی ۲۰ ستمبر ۱۷۵۰ء۔ فرانسیسیوں کی طرف سے بارہا یہ کہا گیا ہے کہ انگریزوں نے اپنے قریب کی کوٹھی انگرم سے تانم کی کوٹھی پر قبضہ کرنے میں مغلوں کی مدد کی حتیٰ کہ آیم کلٹرو نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ (صفحہ ۲۹۲-۲۹۴) مگر انگریزی خط وکتابت مندرجۂ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا۔

[2] بیان جوزف اسمتھ تاریخ قلمی آرمی۔

چاہتے تھے اور ہم اُن پر حملہ نہیں کرسکتے تھے۔[۱] کوپ کے چلے جانے کے بعد ہی ڈوپلے نے بسر کردگی ڈی آتیل ایک امدادی فوج روانہ کرکے محمد علی پر حملے کا حکم دیا۔ پہلی ستمبر کو محمد علی کو پورے طور سے شکست ہوگئی اور اُس کی کل توپیں اُس کے ہاتھ سے نکل گئیں۔ شکست خوردہ فوج نے جنجی میں جمع ہونے کی کوشش کی مگر بسی فوراً ایک جمعیت کے ساتھ اُس طرف بھیج دیا گیا اور ڈی آتیل بھی اُس کے پیچھے وہاں پہنچ گیا۔ ۱۱ ستمبر کو یہ لوگ جنجی پہنچے۔ محمد علی کی شکست خوردہ فوج نے بسی پر حملہ کیا جسے بسی نے رد کردیا اور ڈی آتیل کے آنے پر اُس نے وہاں کا قلعہ سیڑھیاں لگا کر فتح کرلیا۔ یہ قلعہ جنوب میں مضبوط ترین قلعہ سمجھا جاتا تھا۔[۲]

اس عرصے میں ایک قوی سازش ناصر جنگ کے درباریوں اور پانڈیچری کے عہدہ داروں میں ہو رہی تھی۔ بظاہر ناصر جنگ سے بہ آہستگی گفت و شنید کا سلسلہ جاری تھا مگر خفیہ طور سے ناصر جنگ کے اُن عہدہ داروں میں جو ناصر جنگ سے ناراض تھے اور فرانسیسیوں میں گہرے تعلقات قائم ہوچکے تھے۔ جنجی کی فتح نے ناصر جنگ کو پھر جنوب کی طرف رُخ کرنے پر مجبور کیا مگر اس سال پچھلی برسات غیر معمولی طور سے قبل از وقت اور نہایت شدت کے ساتھ شروع ہوگئی جس نے نہ اُن کو آگے بڑھنے اور نہ پیچھے ہٹنے دیا اسلئے اُن کو اپنی جگہ ٹھہر جانا پڑا۔ اس سے قبل ہی سازش کی پخت و پز ہوچکی تھی۔ اس سازش کے بانی تین افغان نواب تھے جن کے قاصد کو ڈوپلے نے ایک سفید جھنڈا دے دیا تھا تاکہ انکی جمعیت پر فرانسیسی گولہ باری نہ کریں۔[۳]

ناصر جنگ کی اس تکلیف دہ حالت نے کہ اُن کو خیمے میں رہنا پڑتا تھا۔ دریا چڑھے ہوئے تھے اور آسمان سے موسلا دھار مینھ برس رہا تھا اُن کو اس طرف مائل کیا کہ وہ پھر ڈوپلے سے گفت و شنید کی تحریک کریں۔ باغی عہدہ داروں سے یہ طے ہوچکا تھا کہ وہ

---

[۱] مراسلہ بنام انگلستان ۲۴ اکتوبر ۱۷۵۰ء۔

[۲] خطوط متفرق جلد ۲ صفحہ ۲۴۷۔ ڈوپلے بنام کمپنی ۳ اکتوبر ۱۷۵۰ء۔

[۳] مراسلہ بنام انگلستان ۷ فروری ۱۷۵۱ء۔

[۴] کلکرو صفحہ ۲۵۱۔

فصل دوم

ڈی آتیل کو حملہ کرنے کا اشارہ دیں گے مگر بظاہر اس میں موسم کی خرابی کی وجہ سے تعویق ہوئی۔ یہ اشارہ ایسے وقت میں دیا گیا جبکہ ڈوپلے ناصر جنگ کی پیش کردہ تجاویز پر راضی ہوگیا تھا۔ ڈی آتیل کو ایک خط کے ذریعے سے یہ اطلاع دی گئی کہ معاہدے کے شرائط طے ہوگئے ہیں اس لئے اب اُس کو مغلئی فوج پر حملہ کرنے کی ضرورت نہیں مگر لاٹوش اس سے پہلے ہی ناصر جنگ کی قیامگاہ کی طرف روانہ ہوچکا تھا۔ ۱۶ر ڈسمبر کی صبح کو وہ دفعتہً کیمپ پر حملہ آور ہوا۔ باغیوں کی فوج علیحدہ رہی اور باغی سرداروں میں سے ایک نے ناصر جنگ کو ایسی حالت میں کہ وہ قلب فوج میں قائم ہوکر جنگ شروع کرنے کی تیاری کر رہے تھے گولی مار کر شہید کردیا۔ اور اُسی وقت اُن کے بھانجے مظفر جنگ دکن کے صوبہ دار تسلیم کرلئے گئے[1]

یہ خبر پانڈیچری اُسی دن پہنچ گئی۔ تمام آداب سے قطع نظر کرکے چیند اصاحب عام شاہراہ پر دوڑتا ہوا ڈوپلے سے ملنے کے لئے نکل پڑا اور اُس کو اس قدر زور سے گلے لگایا کہ قریب تھا کہ اُس کا دم گھٹ جائے[3] ۲۶ر دسمبر کو مظفر جنگ فتحمندانہ طریقے سے فرانسیسی آبادی میں داخل ہوئے۔ ۲۱ر ماہ مذکور کو انھوں نے اپنا پہلا دربار کیا جس میں ڈوپلے اور مغل سرداروں کی نذریں لیں۔

یہ فتح خالی اور بے نتیجہ نہ تھی۔ نظام الملک نے اپنے طویل عہد حکومت میں عہدہ داران دربار مغلیہ کے قدیم دستور کے مطابق ایک کثیر رقم جمع کر رکھی تھی ناصر جنگ اپنے والد کے انتقال کے بعد اُس پر قابض ہوگئے تھے اُن کی اس جنوبی مہم میں اس رقم کا بڑا حصہ اُن کے ساتھ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اٹھارہ صندوق جواہرات کے۔ ایک کرور نقد علاوہ غیر مسکوک سونے اور چاندی کے پانڈیچری میں

---

[1] اگرچہ مورخوں نے ناصر جنگ کو بہ اتباع بیان ڈوپلے سست۔ بزدل اور عیش پسند لکھا ہے مگر اس کا مقابلہ گرانٹ ڈف کی تاریخ مرہٹہ جلد (۲) صفحہ ۴۲۴۔ ۴۵۷۔ اور ولکس کی ہسٹاریکل اسکیچز آف سدرن انڈیا جلد (۱) صفحہ ۱۶۶ سے کرو۔ عام طور سے ناصر جنگ کا قتل عبدالنبی خاں نواب کڑپا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ڈوپلے نے اس مقام پر ایک یادگار قائم کی تھی اور ایک شہر آباد کیا تھا جسکا نام ڈوپلے فتح آباد رکھا تھا۔ لیکن کسی یادگار کا قائم ہونا ظاہر نہیں ہوتا اور جو شہر کہا جاتا ہے وہ ایک مختصر سا گاؤں اور ایک چوپال تھی (قومی خط وکتابت بابت ۵۳-۱۸۵۲ء صفحہ ۲)۔

[3] آرمی کی قلمی تاریخ ہند

فصل دوم

لایا گیا[1] اور تمام شہر میں روپیہ ہی روپیہ ہو گیا۔ سپاہیوں۔ اُن کے افسروں۔ کونسل کے ارکان اور ادنیٰ ملازم غرضکہ سب کو اپنا اپنا حصہ پہنچا۔ ڈوپلے کو جو کچھ ملا اُس کی مقدار معلوم نہیں لیکن بظاہر یہ فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ایسے حالات میں جو کچھ کلائیو نے کیا وہ ڈوپلے نے نہ کیا ہوگا۔ چند روز کے قیام کے بعد مظفر جنگ دکن پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے اور ڈوپلے کو دریائے کرشنا کے جنوبی ملک پر اپنا نائب مقرر کر گئے اور فرانسیسیوں کو اس قدر ملک عطا کیا جس سے ساڑھے تین لاکھ سالانہ آمدنی کے وصول ہونے کی امید کی جاتی تھی۔

---

[1] لانبام کمپنی ۱۵ر نومبر ۱۷۵۲ء۔ اگرچہ آ۔ڈوپلے کے خلاف تھا مگر اس بناء پر اس کے بیان کو غلط سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اس کی تائید دوسرے لوگوں نے بھی کی ہے۔ مقابلہ کرو کلٹو وصفحہ ۲۵۸۔

فصل سوّم

ڈوپلے کی ناکامیابیاں

انگریز یہ سب تماشا بغیر دخل دئے دیکھ رہے تھے۔ اس سال کے وسط میں انگلستان سے ایک مراسلہ وصول ہوا جس کے ذریعے سے چارلس فلوید صدر نشین کونسل کی موقوفی عمل میں آئی بظاہر وہ قمار بازی کی علت میں موقوف کیا گیا تھا مگر اصلی وجہ اُس کے عہد حکومت کی فضول خرچی اور تجارتی رقم کے منافع کی طرف سے غفلت اور عدم توجہی تھی۔ اُس کی جگہ ٹامس سانڈرس کا تقرر ہوا جو ۳۰ ستمبر کو قلعۂ سینٹ ڈیوڈ میں آگیا۔[1] اس کی قابلیت معمولی قابلیتوں سے بہت بڑھی ہوئی تھی مگر اُس میں اپنے خیالات کے اظہار کا بہت کم مادہ تھا۔ اُس کی کوئی تصویر موجود نہیں ہے۔ اور نہ اُسکے خانگی خطوط باقی ہیں جو مکان اُس نے اپنی واپسی کے بعد انگلستان میں بنوایا تھا وہ بھی عرصہ ہوا کہ منہدم ہو گیا۔ یہاں تک کہ اُس کا کُل خاندان نیست و نابود ہو گیا۔ مدراس میں بھی اُس کا کوئی نشان بجز اُن سرکاری کاغذات کے جو اُس نے خود لکھے یا منظور کئے باقی نہیں رہا ہے۔ وزیگاپٹم میں جہاں وہ ایک زمانے میں بطور اعلیٰ افسر کے رہا ہے اُس کے جانشینوں نے اُس کے خاندان کا طغرا (mors janua vital) اپنے قبرستان کے دروازے پر قائم کر کے نادانستہ طور سے اُس کی یاد کو زندہ رکھا ہے۔

آرمی اور ولکس نے اُس کی جس طرح تعریف کی ہے اُس کے اعادے کی

[1] مراسلہ بنام انگلستان مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۷۵۰ء۔

فصل سوم

یہاں ضرورت نہیں۔ آرمی کا ایک فقرہ جو ایک خانگی خط میں اتفاقیہ طور سے اُس کے قلم سے نکل گیا ہے سانڈرس کے متعلق سب سے بہتر تحریر اور منکشف حالات ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اگر دنیا میں کسی شخص سے مجھے کوئی توقع یا خوف ہو سکتا ہے تو وہ یہی شخص ہے۔ اسے میں اپنا دشمن بنانے سے ڈرتا ہوں[1]۔ ٹھنڈا۔ خاموش۔ غیر متاثر۔ ذکی الفہم غیر معمولی طور سے عاقل ایسے استقلال کے ساتھ جس کو ڈوپلے کی تجویزوں اور سازشوں کی ذکاوت اور فطانت جنبش تک نہ دے سکتی تھی۔ اُس کا نام ان لوگوں کی فہرست سے کبھی علیحدہ نہیں کیا جا سکتا جنھوں نے ہندوستان میں انگریزی سلطنت کے قائم کرنے میں بڑا حصہ لیا ہے۔

حکومت میں اس تبدیلی کے چند روز بعد ہی اسٹرنجر لارنس جو انگلستان کی فوج میں ایک ہی تجربہ کار فوجی افسر تھا انگلستان واپس چلا گیا۔ اُس کی واپسی اس بنا پر نہ تھی جیسا کہ آرمی لکھتا ہے کہ کونسل نے سخت صلح آمیز حکمت عملی اختیار کر رکھی تھی[2] کیونکہ عین اُس کی روانگی کے وقت ناصر جنگ کو فوجی امداد دینے کی کارروائی جاری تھی[3]۔ اُس کی روانگی ایک ایسے خفیف افسوسناک سبب سے تھی جس کو آرمی نے بیان کرنا مناسب نہیں تصور کیا۔ لارنس جب ۱۷۴۸ء میں آیا اُس وقت اُس نے یہ کہا کہ کمپنی نے اُس سے زیادہ تنخواہ کا وعدہ کیا تھا جو انھوں نے اپنے مراسلے میں ظاہر کیا ہے۔ کونسل نے اُس کے ساتھ فیاضی کا برتاؤ کیا اور کمپنی نے پہلے اُس کو منظور کر لیا مگر جب فلوریر علیحدہ کیا گیا تو لارنس کی تنخواہ گھٹا کر اس قدر کر دی گئی جس کا حسب بیان کمپنی ابتداءً قرار داد ہوا تھا۔ اس پر لارنس نے فوراً اپنے عہدے سے دست برداری کر لی۔

ناصر جنگ کی شہادت پر محمد علی نے پھر ترچناپلی میں پناہ لی اور فرانسیسیوں سے گفت و شنید کا سلسلہ چھیڑا۔ چونکہ اُس نے اس کے ساتھ ہی انگریزوں سے بھی امداد مانگی تھی

[1] آرمی بنام پین ۱۱ مارچ ۱۷۵۸ء اور لو کی کتاب قدیم نشانات مدراس جلد (۲) صفحہ ۴۸۹۔

[2] تاریخ جلد (۱) صفحہ ۱۶۷۔

[3] مراسلہ بنام انگلستان مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۷۵۰ء (دیسی خط و کتابت بابت ۱۷۵۱ء صفحہ ۳)۔

فصل سوم

اس لئے اُس کی نسبت یہ فرزانہ مقولہ صادق آتا ہے کہ "ہم کو آج ہی وہ لڑائی کیوں نہ چھیڑ دینی چاہیئے جو کل بھی بہ آسانی شروع ہو سکتی ہے"۔ علاوہ ازیں یہ فصل کاٹنے اور وصول مالگزاری کا خاص وقت تھا اور جب تک وہ فرانسیسیوں کو ترغیب اور تحریص دے کر پانڈیچری میں مقیم رکھ سکتا تھا اسی قدر مالی لحاظ سے اُس کے لئے مفید تھا۔ یہ امور پیش نظر رکھ کر وہ ڈوپلے اور چندا صاحب کو چار مہینے تک ایسے مباحث سے خوش کرتا رہا جن کی اطلاع وہ متواتر انگریزوں کو دیتا رہتا تھا۔

انگریزوں نے بھی اپنے طرز عمل کے متعلق قطعی فیصلہ کر لیا تھا اگرچہ محمد علی نے اُن کو اطلاع دیدی تھی کہ اُس کے پاس اس قدر رقم نہیں ہے کہ وہ لڑائی جاری رکھ سکے مگر اُنھوں نے یہ تصفیہ کر لیا تھا کہ وہ فرانسیسیوں کو غالب نہ ہونے دیں گے اور محمد علی کی جوامکانی مدد ہوگی وہ کریں گے۔[1] اس لئے اُنھوں نے ایک فوج کپتان کوپ کے تحت ترچناپلی بھیج دی۔ مارچ ۱۷۵۱ء میں چندا صاحب اور فرانسیسی پانڈیچری سے نکلے اور کرناٹک میں دو ایک قلعوں کو فتح کر کے آرکاٹ کی طرف بڑھے۔ آرکاٹ کے قلعہ داروں اور وہاں کے دوسرے متقدر عہدہ داروں نے اُن کی اطاعت قبول کر لی۔ اس میں تقریبًا تین مہینے صرف ہو گئے۔ چندا صاحب جنوب کی طرف بڑھنے کے لئے مئی کے آخر تک بلکہ اس کے بعد تک بھی آمادہ نہ تھا۔ اس عرصے میں ایک انگریزی فوج کپتان ڈی گنجینز کے زیر حکم میدان میں اس غرض سے آچکی تھی کہ وہ ترچناپلی کے راستے کو بند کر دے۔[2] جولائی میں ایک قلعے کے پاس جو والیکنڈہ[3] یا اُتورم کہلاتا تھا دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ فریقین یہ چاہتے تھے کہ وہاں کا قلعہ دار اُن کا طرفدار ہو جائے۔ مگر اُس نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ کسی فریق کو قلعے میں داخل نہ ہونے دے۔ پندرہ دن کی گفت و شنید کے بعد گنجینز نے جھنجھلا کر اپنا مورچہ چندا صاحب اور شہر کے درمیان قائم کر کے شہر پر گولہ باری شروع کر دی اور اُسے فتح کر لیا مگر قلعے میں نہ داخل ہو سکا۔ دوسرے دن فرانسیسیوں نے پیشقدمی کی مگر انگریزی فوج کے

[1] دیسی خط و کتابت بابت ۱۷۵۱ء صفحہ ۴۴ و واقعات غیر معمولی جنوری ۱۰۔ بابت ۱۷۵۱ء۔

[2] غیر معمولی واقعات ۱۰ مارچ ۶ مئی ۱۷۵۱ء۔ اسکے ساتھ تقریبًا (۲۰۰) یوروپین تھے۔

[3] آرمی نے ولکنڈہ لکھا ہے۔

فصل سوم

عہدہ دار اس کا تصفیہ نہ کر سکے کہ آیا اُن کو حملہ کرنا یا ہٹ جانا چاہئیے۔ اُن کی اس کم جرأتی سے فوج بھی متاثر ہوگئی اور باوجود ابتدائی کامیابی کے ترچناپلی کی طرف ہٹ آئی اور اُسکے سازوسامان کا بڑا حصہ ضائع ہوگیا[1]۔ پیچھے ہٹنے کے بعد ایک مضبوط مقام اُس کے ہاتھ آگیا تھا مگر اُس کو بھی اُس نے چھوڑ دیا۔ دو چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد وہ پہلے دریائے کولیرون کے شمالی کنارے پر بعدہٗ جزیرۂ سری رنگم میں اور آخر کار کاوری کے پار ترچناپلی کی دیواروں کے قریب جا کر ٹھہرا۔ اس فضیحت خیز جنگ نے انگریزی فوج کے کمانڈر کی ناقابلیت کو صاف طریقے سے ظاہر کر دیا۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اس ناکامیابی میں اس کے ماتحت عہدہ داروں کے باہمی اختلاف اور جماعت بندی کو بڑا دخل تھا[2]۔ مگر اصلی عذر وہی ہے جو کپتان ڈالٹن نے پیش کیا "سچ یہ ہے کہ ہم سب نوجوان سپاہی تھے اور اس ملک کی لڑائی کا بہت کم تجربہ رکھتے تھے"[3]۔ بہر حال اگر انگریز وہ جرأت اور دانشمندی فرانسیسیوں کے مقابلے میں ظاہر نہ کرتے جو اُن سے ظاہر ہوئی تو وہ باوجود بحری غلبے کے ہندوستان پر فتح نہیں پا سکتے تھے۔

لیکن اب اس سے بہتر اوصاف کے اظہار کا موقع ہاتھ آگیا تھا۔ عرصے سے محمد علی کی یہ خواہش تھی کہ آرکاٹ کی جانب رخ کیا جائے[4]۔ ابتداءً سانڈرس اور کونسل نے یہ خیال کیا کہ گنجنز اس کام کو اچھی طرح کر لیگا کہ ترچناپلی میں کافی جمعیت کو چھوڑ کر بقیہ جمعیت کیساتھ حدود آرکاٹ میں داخل ہو جائیگا۔ مگر گنجنز اس قدر سستی سے کام لے رہا تھا کہ اُس سے اس کی امید نہیں کی جا سکتی تھی۔ اسی زمانے میں کپتان کلائیو فوج کے ایک حصے کو ترچناپلی پہنچا کر واپس آیا تھا[5]۔ کچھ تعجب نہیں کہ محمد علی نے آرکاٹ کی تجویز کے متعلق اس سے گفتگو

---

[1] غیر معمولی واقعات ۷ اور ۲۶ جون ۱۷۵۱ء و دیسی خط وکتابت ۱۷۵۱ء صفحہ ۱۴۱۔ "ہمارا ایک عہدہ دار اور پانچ یا چھ سپاہی لڑائی میں ضائع ہوئے مگر یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ ہماری تمام جرأت ضائع ہوگئی"۔ (آرمی قلمی تاریخ ۳۔ الف ۲۱۵)۔

[2] اس زمانے میں یہ لوگ کونسل سے بھی اپنے بھتہ زمانۂ جنگ کے متعلق لڑ رہے تھے۔

[3] آرمی تاریخ ہند قلمی (۳) الف ۱۵۲۔

[4] دیسی خط وکتابت بابت ۱۷۵۱ء صفحات ۴۲ - ۴۴۔

[5] کلائیو ۱۷۴۴ء میں بحیثیت ایک محرر کے مدراس آیا تھا۔ مدراس کے فتح ہو جانے کے بعد وہ قلعہ سنیٹ ڈیوڈ میں

فصل سوم

کی ہوا دراکو سمجھایا ہو۔ کلائیو اُن لوگوں میں تھا جو معاملات اور اُن کے نتائج کا اندازہ ایک لمحے میں کر لیتے ہیں"۔ اُس نے واپس آکر سانڈرس کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اُس قدر جمعیت کے ساتھ جو مہیا ہو سکتی ہو آرکاٹ بھیج دیا جائے۔ قلعۂ سینٹ ڈیوڈ میں صرف (۱۳۰) اشخاص دستیاب ہو سکے جو اُس کے زیر حکم جہاز کے ذریعے سے مدراس روانہ کر دئے گئے۔ وہاں اسّی آدمی اور اُس کے شریک ہوئے۔ یہ جمعیت اور چند دوسرے سپاہی لے کر وہ آرکاٹ روانہ ہوا اور خلاف توقع اُس پر قابض ہو گیا۔ تین ہزار دیسی فوج اُس کے مقابلے سے روگرداں ہو گئی[1]۔

اس سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ اگر ممکن ہو تو محمد علی کے لئے رقم جمع کرے یا کم از کم چندا صاحب کی وصول مالگزاری میں کھنڈت ڈال دے۔ اُس کو پہلے مقصد میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔ اُس نے آرکاٹ کے بعض نزدیک کے قلعوں پر بھی حملہ کیا مگر کسی مقام پر اتنا نہ ٹھہر سکا کہ کوئی معتد بہ اثر ڈال سکتا۔

اُسے اپنی حفاظت کا خیال بھی پیش نظر تھا۔ اگرچہ چندا صاحب کے وہ لوگ جنھیں کلائیو نے آرکاٹ سے بھگا دیا تھا اُس پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے مگر سواروں کی مفرور ٹکڑیوں کی وجہ سے رسد کے پہنچنے میں دقت ہونے لگی[2]۔ باوجود ان تمام دشواریوں کے کافی رسد جمع ہو گئی تھی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ بھاگ کر آگیا اور وہاں فوج میں ایک حوالداری کی خدمت قبول کر لی۔ اور اُس میں اُس وقت تک کام کرتا رہا جب تک کہ ۱۷۴۹ء میں صلح کی خبر موصول ہوئی اس کے بعد وہ سررشتۂ دیوانی میں عود کر آیا۔ اُس کی خدمت مہتممی کی تھی جس کا کام یہ تھا کہ وہ گورنر کے دسترخوان اور نیز فوج کے لئے رسد کی بہم رسانی کا انتظام کرے۔ جب فوجیں میدان جنگ میں آئیں تو اُن کی رسد رسانی کا انتظام فطرتی طور سے کلائیو سے متعلق رہا۔ جوں جوں فوج کی تعداد بڑھتی گئی اُس کا کام زیادہ تر نفع بخش ہوتا گیا یہاں تک کہ کلائیو بڑا مالدار ہو گیا۔

[1] مخصوص مراسلہ بنام انگلستان مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۷۵۱ء۔ غیر معمولی واقعات و کارروائی قلعہ سینٹ ڈیوڈ ۱۹ اگست ۱۷۵۱ء۔ دیسی خط و کتابت بابت ۱۷۵۱ء صفحہ ۲۶۔

[2] غیر معمولی واقعات ۱۲ ستمبر ۱۷۵۱ء۔ کلائیو کے سپاہیوں کا صرف پیچ پر بسر کرنا محض مہمل قصہ ہے اگرچہ سر جارج فارسٹ نے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ اکتوبر میں کلائیو اطلاع دیتا ہے (غیر معمولی واقعات ۷ اکتوبر ۱۷۵۱ء) کہ اس کے پاس تین مہینے کی رسد موجود ہے۔ تھوڑی بہت اُس زمانے کے جس واقعے سے اس قصے کی تائید ہوتی ہے وہ صرف

فصل سوم

اور کلائیو نے ارادہ کیا کہ وہ قلعے کا قبضہ نہ چھوڑے اگرچہ قلعے کا دور بہت بڑا اور اُسکے بُرج بارے ٹوٹے پھوٹے ہوئے تھے۔

اپنے دار الریاست پر اس طرح کی دست بُرد کا حال سن کر چندا صاحب بہت بگڑا اور اُس نے انگریزوں سے اس کی شکایت کی جن کا انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔[1] اور اس کے ساتھ ہی چندا صاحب نے غاصبوں کو آرکاٹ سے خارج کر دینے کیلئے فوج روانہ کی۔ اُسے اس کے سوائے کوئی اور چارۂ کار بھی نہ تھا۔ آرکاٹ کو کلائیو کے قبضے میں چھوڑ دینے کے یہ معنی تھے کہ وہ وہاں کی آمدنی سے دست بردار ہو جائے جس کے لئے وہ مطلق آمادہ نہ تھا۔ عام طور سے ہندوستان کی تمام لڑائیوں میں یہی ہوتا تھا کہ جنگی مصالح مالی مصالح کے تابع رہتے تھے۔ اس خیال سے کہ ترچناپلی کی فوج ضرورت سے زیادہ کمزور نہ ہونے پائے۔ فوج کا بڑا حصہ پانڈیچری سے طلب کیا گیا۔ ڈوپلے نے اپنے معمول کے مطابق بجائے بری فوج کے (۲۰۰) بحری فوج مع کچھ سپاہیوں کے روانہ کی جنھیں سانڈرس "ترپالی بد معاشوں" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ ان کی تائید میں کچھ چندا صاحب کے سوار بھی تھے۔ اس فرانسیسی فوج کا افسر شیولیر مو ہے تھا۔[2] اسکے ساتھ چندا صاحب کا لڑکا رضا صاحب بھی کر دیا گیا تھا۔

اس فوج نے ۴ ۱؍ اکتوبر کو آرکاٹ پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ سانڈرس نے اس محاصرے کو اٹھا دینے کے لئے گنجینز کو حکم دیا کہ وہ ترچناپلی کی حفاظت کے لئے کافی فوج چھوڑ کر بقیہ کے ساتھ شمال کی طرف کوچ کرے مگر یہ امر نواب کو پسند نہ تھا اور نہ گنجینز کو اس لئے سانڈرس کے حکم کی تعمیل نہ ہوئی۔[3] دوسری کوشش محاصرہ اُٹھانے کی مدراس سے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اس قدر ہے کہ محاصرہ کرنے والے محصورین کو طعنہ دیتے تھے کہ تمھارے پاس رسد نہیں ہے (فرانسیسی خط و کتابت بابت ۱۷۵۱ء صفحہ ۱۱۱)۔

[1] غیر معمولی واقعات ۷؍ اکتوبر ۱۷۵۱ء۔

[2] سانڈرس بنام کلائیو ۲۵؍ اگست ۱۷۵۱ء۔

[3] کانسٹونٹ ڈی فو سے صفحہ ۸۔ لیکن مقابلہ کرو آرمی کی قلمی تاریخ باب متفرقات ۱۵۔ الف ۱۶۳۔ جہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ۱۹ اور ۳۰؍ نومبر کو گوپل فوج کا افسر تھا۔

فصل سوم

لیکن اس بار ایک فوج بغیر توپ خانے کے آرکاٹ کی طرف روانہ ہوئی۔ مگر دشمن کی ایک جمعیت سے مڈبھیڑ ہوگئی جس نے اُسے نقصان پہنچا کر پونامَلی کے قلعے میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کیا۔ اس فوج کو بعدہٗ مدد ملی مگر وہ آرکاٹ ایسے وقت پہنچی جبکہ محاصرہ دوسرے ذرائع سے اُٹھ چکا تھا[۵۱]۔

اس عرصے میں کلائیو سختی کے ساتھ محصور کرلیا گیا جس کی توقع نہ ہو سکتی تھی۔ ایک سارجنٹ نے جو کہ آرکاٹ میں موجود تھا لکھا کہ "ہم کو فرانسیسیوں سے اس سے زیادہ ڈر نہیں ہے کہ وہ ہم کو محصور کرلیں گے[۵۲]" لیکن واقعہ یہ ہے کہ دشمن نے محاصرے کیساتھ متواتر آتش باری جاری رکھی جو نہایت تکلیف دہ تھی۔ شہر کے مکانات قلعے کی دیوار سے اس قدر قریب تھے کہ کلائیو کے کئی آدمی اُن پتھروں سے زخمی ہوگئے جو قلعے میں پھینکے گئے تھے[۵۳]۔ مزید براں قلعے کی وسعت نے محافظوں کے فرائض کو اس قدر بڑھا دیا کہ کلائیو کو یہ اندیشہ ہوگیا کہ محافظ بعض تکان سے ضائع ہوجائیں گے[۵۴]۔ جوں جوں پرانی اور خستہ دیواریں دشمن کی گولہ باری سے گرتی جاتی تھیں وہ ہر رخنے کے محاذی جبکہ ان کی مرمت محال ہوجاتی تھی جدید رکاوٹیں قائم کرتا جاتا تھا۔ رضا صاحب مقابلے کی سختی کو دیکھ کر متعجب ہوا اور اُس نے کلائیو کے سامنے عمدہ شرائط اور انعام پیش کیا مگر کلائیو نے انہیں منظور نہیں کیا۔ اس کے بعد ہی خبر پہنچی کہ کچھ مرہٹے اور جدید انگریزی فوج مدد کیلئے آرہی ہے۔ ۲۵ر نومبر کو دشمن نے چاہا کہ حملہ کرکے اُن رخنوں کے ذریعے سے جو دیواروں میں پڑگئے تھے قلعے میں داخل ہوجائے۔ یہ کوشش صرف اُن کے سپاہیوں نے کی تھی فرانسیسی فوج اس میں شریک نہیں ہوئی۔ اُس وقت کلائیو کے پاس صرف (۲۴۰) کارآمد آدمی تھے[۵۵] مگر اُس نے خوب مقابلہ کیا اور حملے کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ ایک گھنٹے کی

[۵۱] آرمی تاریخ ہندوستان قلمی جلد (۲) الف ۳۹۴ د (۵) الف ۱۰۶۶۔ غیر معمولی واقعات ۳۰ر اکتوبر ۱۷۵۱ء۔

[۵۲] آرمی متفرقات قلمی ۱۵۔ الف ۳ د ۱۔

[۵۳] غیر معمولی واقعات ۱۲ر اکتوبر ۱۷۵۱ء۔

[۵۴] آرمی متفرقات قلمی ۱۵۔ الف ۳ د ۱۔

[۵۵] غیر معمولی واقعات ۷ و ۱۸ و ۲۳ر دسمبر ۱۷۵۱ء۔

فصل سوم

کوشش کے بعد دشمن واپس ہو گئے اور اسی رات وہ آرکاٹ سے مراجعت کر گئے۔ جس وقت سے انگریز فرانسیسیوں کے مقابلے میں میدان میں آئے تھے یہ اُن کی پہلی نمایاں کامیابی تھی۔

مرہٹوں کی بڑی جمعیت مُرآری راؤ کے تحت محمد علی کے ساتھ شریک ہونے کے لئے آگے بڑھی مگر ایک ہزار سوار رضا صاحب کے مقابلے کے لئے کلائیو کے ساتھ کام کرنے کے واسطے چھوڑ دئے گئے۔ آرکاٹ کے گرد و پیش جو چھوٹے چھوٹے قلعے تھے اور جنھوں نے کلائیو کی پہلی آمد پر اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا وہ اب فوراً مطیع ہو گئے لیکن مرہٹے سرکش اور بے قابو دوست ثابت ہوئے۔ وہ تمام ملک میں لوٹ مار کے لئے منتشر ہو گئے اور اُن کی بعض جماعتوں کو رضا صاحب کے آدمیوں نے حملہ کر کے مار ڈالا۔ اس کے بعد وہ کلائیو کے ساتھ شریک ہو گئے جو ۶ر دسمبر کو آرکاٹ سے چلا[۱]۔ ۱۴ر کو اُس نے آرنی کے قریب فرانسیسیوں کو آلیا۔ جو معرکہ یہاں ہوا اس میں بھی فرانسیسی کوئی امتیاز حاصل نہ کر سکے۔ دوپہر سے پانچ بجے تک مقابلہ کر کے وہ پسپا ہو گئے[۲] اور کلائیو نے وہاں سے بڑھ کر فوراً کنجیوارم پر قبضہ کر لیا اور جو فوج وہاں تھی وہ بھاگ گئی اور اس طور سے صوبۂ آرکاٹ اس وقت دشمنوں سے بالکل پاک و صاف ہو گیا[۳]۔

مگر انگریزوں کی فوجوں کے اپنے مستقر پہنچتے ہی دشمن پھر آرکاٹ میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے ساحل کے کنارے کوچ شروع کیا۔ پوناملی اور مونٹ[۴] کو لوٹ لیا اور کنجیوارم پر دوبارہ قابض ہو گئے۔ کلائیو اس شاقہ محنت کے بعد قلعہ سینٹ ڈیوڈ میں آرام لے رہا تھا مگر وہ بعجلت تمام مدراس بھیج دیا گیا۔ وہاں خوش قسمتی سے (۱۰۰) آدمیوں کی کمک بنگال سے بھی آگئی۔ انھیں مع اُن سپاہیوں کے جو اُس نے بھرتی کئے تھے

۱۔ غیر معمولی واقعات ۲۲ر و ۲۵ر نومبر و ۲۶ر دسمبر ۱۷۵۱ء۔

۲۔ کلائیو نے کہا کہ اُس کے سپاہیوں نے بہت اچھا کام کیا۔

۳۔ غیر معمولی واقعات ۶ر و ۱۸ر و ۲۳ر دسمبر ۱۷۵۱ء۔

۴۔ جہاں انگریزوں کے تفریحی مکانات تھے۔

فصل سوم

اور آرکاٹ اور مدراس کی فوجی ٹکڑیوں کو لے کر وہ پھر میدان جنگ میں آیا جو فوج اسکے پاس تھی وہ پیدلوں کی تعداد کے لحاظ سے دشمن کی فوج سے کسی قدر گھٹی ہوئی تھی دشمن کے ساتھ (۲۵۰۰) سوار تھے۔ اس کے مقابل میں اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ دشمن مدراس سے (۲۵) میل کے فاصلے پر بمقام ونڈلور خندقوں کی حفاظت میں پڑے تھے۔ مگر کلائیو کی آمد پر اُسے چھوڑ کر وہ بعجلت تمام آرکاٹ کی طرف روانہ ہو گئے اس خیال سے کہ اُس پر دفعتہً جاگریں گے اور اُس کو فتح کرلیں گے۔ کلائیو نے اُن کا پہلے کنجیوارم کی طرف تعاقب کیا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ وہ پہلے اُسی طرف کا رخ کریں گے اور بعدہٗ آرکاٹ کی طرف گیا۔ کاویری پاک کے مقام پر دفعتہً شام کے وقت اُن کا مقابلہ ہو گیا دشمن نے (۲۵۰) گز کے فاصلے سے اُس کے مقدمۃ الجیش پر آتش باری شروع کر کے اپنی موجودگی کا اعلان کیا۔

کلائیو نے اپنی فوج کو ایک گہرے نالے میں جو سڑک کی بائیں جانب واقع تھا اُتار دیا اور وہیں سے چاندنی میں لڑائی جاری رکھی۔ ایک سارجنٹ کی رپورٹ سے جسے کلائیو نے خبر لینے کے لئے بھیجا تھا یہ معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج کا پچھلا حصہ غیر محفوظ ہے اُس پر حملہ کرنے کے لئے اُس نے اپنی فوج کا نصف حصہ جدا کیا اور تھوڑی دور تک خود اُن کے ساتھ گیا۔ واپسی پر اُس نے دیکھا کہ سپاہی اپنی متعینہ جگہ چھوڑ رہے ہیں بڑی دقت سے اُن کو پھر اپنی جگہ پر واپس لایا۔ ایک گھنٹے کے سخت انتظار اور وقفے کے بعد دشمن کی فوج کے پیچھے سے بندوقوں کی آواز سنائی دی۔ یہ جمعیت بغیر اطلاع کے دشمن کی فوج کے پیچھے (۵۰) گز کے فاصلے تک پہنچ گئی وہاں سے اُس نے ایک باڑ ماری جس سے بہت سے لوگ مارے گئے دشمنوں پر خوف طاری ہو گیا اور وہ تمام سامان چھوڑ کر بھاگ گئے۔[1]

[1] کلائیو کا بیان مندرجۂ تاریخ ہند آرمی قلمی جلد ۲ - ایف - ایف ۲۹۸ - مقابلہ کرو فرانسیسی سارجنٹ کے خط کا جو اُس نے کاریکل سے ۱۰ - دسمبر ۱۷۵۲ء کو لکھا تھا (فرانسیسی خط و کتابت بابت ۱۷۵۲ء) موخر الذکر کا بیان ہے کہ داری دی سینٹ روس بریتیر کی غیر حاضری میں فرانسیسیوں کی فوج کا کمانڈر تھا۔

فصل سوم

کلائیو کی ان متواتر کامیابیوں سے اُس کی بڑی شہرت ہوگئی اور حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کو جو کامیابیاں اُس زمانے میں ہوئیں وہ اسی کی بدولت تھیں۔ اگرچہ فوج کے افسروں کو اُس کی فوری ترقی اور اُس کی کارگزاریوں پر بمقابلہ اپنی کارگزاریوں کے ایک گونہ رشک تھا مگر یورپین اور دیسی سپاہی دونوں اُسے بےمثل افسر سمجھتے تھے۔ آرکاٹ کے محاصرے کے بعد ہی ساؤنڈرس نے اس کو لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ "اُرم آرکاٹ کی لڑائیوں کی تاریخ لکھ رہے ہیں جس میں تمہارا نام آیندہ نسلوں تک پہنچایا جائے گا"[1] اس میں شک نہیں کہ خوش قسمتی میں اُس کا نام مشہور ہوگیا تھا جو آگے چل کر ہندوستان کے باشندوں کے دلوں پر اس کا بےحد اعتبار قائم کرنے میں مؤید ہوا۔ اسی زمانے میں محمد علی نے اُسے لکھا کہ آپ خداوند تعالیٰ کے فضل سے تمام لڑائیوں میں خوش قسمت ثابت ہوئے ہیں اور آپ نے ہر معرکے میں بےمثل کامیابی حاصل کی ہے مجھے اس کا یقین ہے کہ قسمت آپکی تائید کر رہی ہے .... [2]

اس زمانے میں ترچناپلی کے معاملات فریقین کی عدم توجہی کی وجہ سے اسی طرح اُلجھے پڑے ہوئے تھے جنجنس کے پاس اگرچہ یورپین سپاہیوں کی تعداد بمقابلہ فرانسیسیوں کے زیادہ تھی[3] مگر وہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کاویری کو عبور کر کے ترچناپلی کے قریب پہنچ گیا تھا۔ یہ دیکھ کر چند اصحاب اور فرانسیسیوں نے دریائے کولیرون کو عبور کر کے جزیرہ سریرنگم پر قبضہ کرلیا جو اُس شہر کے محاذی واقع ہے۔ مگر ڈی آتیل نے جو فرانسیسیوں کی فوج کا افسر تھا بجز اس کے کچھ نہیں کیا کہ وہ اپنی بڑی توپوں سے شہر پر گولے برساتا رہا۔ اس کے بعد ڈی آتیل واپس بلالیا گیا اور اُس کی جگہ ایک نوجوان افسر لاناحی اس ہدایت کے ساتھ بھیجا گیا کہ وہ ترچناپلی کے معاملے کا جلد تصفیہ کردے۔ اُس نے بغیر

---

[1] آرمی قلمی متفرقات ۲۸۷-الف-۱۷۷۔

[2] گریہام قلمی (د) ۹۹ - اس مجموعے میں جو نقل ہے اُس پر کوئی تاریخ نہیں ہے اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ خط سریرنگم کی نمایاں فتح کے بعد لکھا گیا تھا یا قبل۔

[3] مراسلہ بنام انگلستان ۱۵ اراگست ۱۷۵۱ء جس میں قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کی کونسل بیان کرتی ہے کہ اُس کے پاس ۹۰۰ باقاعدہ فوج میدان میں ہے بمقابلہ (۶۰۰) فرانسیسیوں کے۔

فصل سوم

کسی روک ٹوک[1] کے دریائے کاویری کو عبور کیا مگر بعدہٗ اُسے معلوم ہوا کہ اُس کے پاس اسقدر فوج نہیں ہے کہ وہ شہر کا محاصرہ کر سکے اس لئے اُس نے معقول فاصلے پر جا بجا چوکیاں قائم کر دیں[2] جنجنس نے دشمن کو چھیڑنے کا بھی خیال نہیں کیا مگر اپنی سپاہ کو یہ حکم دے کر کہ ہر شخص کو مسلح سونا چاہیئے بیکار تھکا دیا اور فضول یہ خیال قائم کیا کہ وہ شہر میں داخل ہو جانے سے شہر پناہ کی حفاظت میں آجائیگا[3] ختم سال کے قریب مرہٹے اور میسور کی وہ کثیر فوج آگئی جسے محمد علی نے بڑے وعدے کر کے بلایا تھا۔ اس سے انگریزوں کو دیسی سپاہ میں غلبہ ہو گیا اگرچہ ڈوپلے کے مدد بھیجنے کے بعد بھی وہ یورپین سپاہ کے لحاظ سے فرانسیسیوں کے برابر تھے مگر اس پر بھی جنجنس نے حملہ کرنے سے انکار کیا۔

اس طریقۂ جنگ سے آخر کار کونسل تنگ آگئی۔ فوج کو میدان جنگ میں رکھنے کے مصارف اُس کو برداشت کرنے پڑ رہے تھے[4] اور اس کا وہ مفید نتیجہ نہیں نکلتا تھا جس کی توقع کی جاتی تھی۔ جب کلائیو نے صوبۂ آرکاٹ میں فرانسیسی فوج کو شکست دے دی تو کونسل نے اُس کو مع فوج کے قلعۂ سینٹ ڈیوڈ میں بُلا لیا۔ اس عرصے میں (۲۰۰) آدمی بنگال سے بھی آ گئے تھے اور یہ طے ہو چکا تھا کہ قبل اس کے کہ اُن کو یورپ سے مدد پہنچ سکے یہ کل فوج ترچناپلی بھیجکر فرانسیسیوں کا قلع قمع کر دیا جائے۔ کلائیو اس فوج کیساتھ روانہ ہونے والا ہی تھا کہ جہاز موسومۂ ڈوربگٹن اسٹرنجر لارنس کو لے کر آگیا[5] اُسنے ڈائرکٹروں سے مل ملا کر اُنھیں اس پر رضامند کر لیا تھا کہ وہ اُس کے جز تنخواہ کو جاری کر دیں جو اُنھوں نے روک لیا تھا اور اس طور سے لارنس پھر اپنی فوج میں آگیا اور اپنے پہنچنے سے (۴۸) گھنٹے[6] کے اندر جنوب میں ترچناپلی کی طرف روانہ ہو گیا۔

---

[1] ایک کاروان افسر یقیناً دریا کے کناروں کی حفاظت کا انتظام کرتا ایسی حالت میں کہ دریا پُر اور عمیق تھا۔

[2] آ نے شکایت کی کہ (۵۰۰) آدمی اُس کے پاس سے آرکاٹ بھیج دئے گئے اور اُس کے پاس صرف (۱۶۰۰) آدمی رہ گئے اس میں چندا صاحب کی کل فوج شریک ہے۔

[3] غیر معمولی خط و کتابت ۷ ماکتوبر ۱۷۵۱ء۔

[4] میدان جنگ میں فوج کا خرچ معمولی خرچ سے المضاعف ہوتا تھا۔

[5] جہاز ڈوربگٹن مارچ ۱۴ء ۵۲ کو پہنچا اور فوجیں قلعے سے ۱۶-۲۶ تک روانہ ہوئیں۔

فصل سوم

اُس وقت اس کا آجانا ایک بڑی خوش قسمتی تھی۔ اگر یہ مہم کلائیو کے زیر حکم ہوتی تو ترچناپلی میں اُس کے عہدے کے متعلق سخت مباحث پیش آتے اور نہ صرف قدیم کپتان اُس کے تحت کام کرنے سے انکار کرتے بلکہ[1] لفٹنٹوں کو بھی ایسے شخص کے احکام کی تعمیل میں عذر ہوتا جو کونسل کی طرفداری کی وجہ سے اُن پر حاکم کردیا گیا تھا کلائیو اپنے ساتھی کپتانوں کی غفلت اور بے پروائی کو بمشکل برداشت کرتا۔ مزید براں خود کلائیو کی فوجی ناتجربہ کاری اُس کے سرکردۂ فوج کئے جانے کے خلاف پیش ہوسکتی تھی مگر لارنس کے آجانے سے یہ سب مشکلیں حل ہوگئیں اور اُس کی حکومت نے بظاہر اس رشک اور حسد کی آگ کو بجھادیا جو کلائیو کی طرف سے بعض کپتانوں کے سینوں میں شعلہ زن تھی[2]۔

۱۷ اپریل کو وہ ترچناپلی سے دس میل کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ چار سو یورپین اور دیسی سپاہیوں کی وہ جمعیت تھی جو کلائیو نے آرکاٹ کے محاصرے کے وقت بھرتی اور مرتب کی تھی۔ لارنس کی پیش قدمی کی خبر سن کر لا کے ہاتھ پیر پھول گئے اُس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے۔ خود اُس کا رجحان اس طرف تھا کہ اُسے فوراً جزیرۂ سری رنگم میں چلا جانا چاہیئے۔ ڈوپلے جو غالباً لارنس کی فوج کی صحیح تعداد سے واقف نہ تھا اس پر زور دے رہا تھا کہ اس کو پیش قدمی کرکے دشمن کی اُس جمعیت کو جو بڑھتی چلی آتی ہے درہم برہم کردینا چاہیئے[3]۔ یہ امر صاف اور صریح تھا کہ لا کا ترچناپلی کے قریب جنگ کے انتظار میں ٹھہرا رہنا انگریزی فوج کے دونوں حصوں کو ایک ساتھ کام میں لانے کی شکل میں ہر طرح کی آسانیاں پیدا کررہا تھا۔ قیاس غالب یہ ہے کہ لا کسی

---

[1] ڈالٹن بھی جو کہ کلائیو کا دلی دوست اور بر چناپلی مدد کے اُس کا بے حد ممنون تھا صرف بحیثیت ایک رضاکار کے اُس کے تحت میں کام کرنے پر راضی تھا اُس وقت کلائیو کی کُل فوجی ملازمت ایسی جمعیت میں گزری تھی جہاں اُس کے عہدے کے متعلق دوسرے کپتانوں کو کسی عذر کا موقع نہ تھا۔ یہ حالت بعینہٖ وہی تھی جو ڈوپلے کو ۱۷۴۶ء میں پیش آئی تھی جبکہ وہ پراڈس کو تمام فوج کا سرکردہ مقرر کرنا چاہتا تھا۔

[2] خاصکر جنجنہ اور آسکرم سور۔

[3] دیکھو خط و کتابت مطبوعۂ ہیمنٹ (ڈوپلے صفحات ۱۸۶ - ۱۸۸)۔

فصل سوم

صورت میں بھی لارنس کو شکست نہیں دے سکتا تھا کیونکہ اگر ضرورت ہوتی تو لڑائی کو بچا جانا بالکل لارنس کے اختیار میں تھا۔ یہ مسلم ہے کہ اگر لا اپنی تمام فوج کے ساتھ اُس وقت چل کھڑا ہوتا جبکہ لارنس کی امدادی فوج فاصلے پر تھی تو اُسے اس مقصد میں کامیابی کا زیادہ تر موقع تھا کیونکہ یہ امر یقینی تھا کہ گنجنس اس کے پیچھے پیچھے چلنے کا ہرگز قصد نہ کرتا۔ اگر بجائے اسکے اُس نے ترچناپلی کے میدان کو نہیں چھوڑا اور چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں بھیجتا رہا جو لارنس کو روکنے یا اُس کو راستے سے پھیر دینے کے لئے کافی نہ تھیں۔ وہ ہر کو لارنس کی فوج میں وہ کثیر جمعیت پہنچ گئی جو گنجنس نے اُس کی مدد کے لئے بھیجی تھی۔ فرانسیسیوں نے خوب گولہ باری کی مگر وہ لارنس کو ترچناپلی میں داخل ہونے سے نہ روک سکے۔ اُن کا یہ نتیجہ تھا فخر یہی ہو سکتا تھا کہ اُنھوں نے میدان جنگ نہیں چھوڑا۔

دونوں انگریزی فوجوں کے یکجا ہونے کا نتیجہ اُن کو بہت جلد معلوم ہو گیا۔ لارنس کے پہنچنے کے دو دن بعد ایک جمعیت رات کے وقت چند اصحاب کے کیمپ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجی گئی اس میں رہبر کی غلطی کی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی مگر اس سے لا کی پریشانی میں ضرور اضافہ ہو گیا۔ دوسرے ناکام افسروں کی طرح اُس میں ذاتی جرأت کی نہیں بلکہ اخلاقی جرأت کی کمی تھی۔ اُس کا مقابلہ ایسی فوج سے تھا جو تعداد میں اُس کی فوج سے بڑھی ہوئی تھی اور وہ مغلوب ہو جانے سے بیحد مرعوب تھا۔ ایسی حالت میں اُسنے جزیرۂ سرینگم میں چلے جانے کا ارادہ کیا تاکہ دریائے کاویری اُس میں اور اُس کے دشمنوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ جنگ کی مجلس شوریٰ نے اس رائے کو پسند کیا۔ ۱۷۴۶ء میں سپین کا ساحل کرومنڈل سے بھاگ جانا اور ۱۷۵۷ء میں کلائیو کا عاجلانہ فیصلہ کہ پلاسی کی طرف پیش قدمی نہ کرنی چاہیئے اسی نوع کا تھا۔

لا کی بزدلی نے انگریزوں کو ایک ایسی تجویز کی جرأت دلائی کہ اگر ایک جری دشمن کے مقابلے میں اختیار کی جاتی تو انگریزوں کی تباہی کا باعث ہو جاتی۔ اُنھوں نے اپنی فوج کو دو حصوں پر تقسیم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس طور سے کہ ایک حصہ زیر حکم لارنس کاویری کے جنوب میں رہے اور باقی فوج زیر حکم کلائیو جا کر دریائے کالیرون کے شمالی حصے پر قائم ہو تاکہ لا کی فوج جزیرے میں محصور ہو جائے۔ اس کا مجوز جری کلائیو تھا۔ فوج میں ایسے عہدہ داروں کی بھی کمی نہ تھی جو لا کی قابلیت میں مبالغہ کرتے تھے اور اس تجویز کی ناکامی کی

فصل سوم

پیشین گوئی کے لئے آمادہ تھے۔[1] یہ تجویز ۱۵ اپریل کو پختہ ہو گئی اور اُسی رات کو کلائیو (۴۰۰) یورپین اور (۱۲۰۰) سپاہیوں اور (۳۰۰۰) سواروں کے ساتھ روانہ ہو کر ستمیاوارم پر قائم ہو گیا۔[2]

فرانسیسیوں کے قبضے میں کاویری کے شمال میں لال گڈی اور چند ایک دوسے قلعے تھے۔ لال گڈی میں غلے کا بڑا ذخیرہ تھا جو تھوڑے سے سپاہیوں کی حفاظت میں چھوڑ دیا گیا تھا جنھوں نے مقابلے کی صورت بنائی مگر کلائیو اس پر فوراً قابض ہو گیا۔ چونکہ لا کو سرینگم میں بہت کم غلہ دستیاب ہوا اس لئے لال گڈی کے ذخائر کا اُس کے ہاتھ سے نکل جانا اس کے لئے ایک سخت صدمے کا باعث تھا۔[3] مگر آئندہ پیش آنے والے واقعات اس سے سخت اور اہم تر تھے۔ پانڈیچری سے ایک جمعیت بسرکردگی ڈی آٹیل آرہی تھی۔ ڈوپلے نے ڈی آٹیل کو اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ پھر فوج کی سرکردگی اپنے ہاتھ میں لے۔ اس کے ساتھ صرف (۱۲۰) یورپین تھے مگر اُن میں وہ جماعت شریک ہو گئی تھی جو لا نے اُن کو بحفاظت سرینگم میں لے آنے کے واسطے بھیجی تھی۔[4] اس لئے کلائیو کو ہوشیاری کے ساتھ دو طرف نظر رکھنی پڑتی تھی اول جزیرے میں لا پر دوسرے شمال کی طرف ڈی آٹیل پر۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے لارنس سے مزید فوج دریا پار بھیجنے کی استدعا کی تھی مگر لارنس نے اس سے انکار کر دیا تھا۔[5] اور اس لئے کلائیو کو بطور خاص

---

[1] مئی ۱۷۵۲ء۔ ۱۵ مارکوئس ڈالٹن نے کلائیو کو لکھا میں تم کو میرے عزیز دوست تمہاری تجویز کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ جو میرے نزدیک دشمن کی فوج کی سخت تباہی کا باعث ہوگی۔ چونکہ ہر شخص اس تجویز کے خلاف تھا لہٰذا اس کی کامیابی کا سہرا تمہارے ہی سر ہے۔ (آرمی قلمی ۔ (۳) الف ۶۶۴)۔

[2] آرمی تاریخ ہند قلمی (۲) الف ۳۰۱ و (۵) الف ۱۰۷۲۔

[3] ″ ″ ″ ۲۔ الف ۴۷۶۔

[4] ″ ″ ″ متفرق ۲۸۷۔ الف ۲۹۔

[5] آرمی کی تاریخ (جلد ۱ صفحہ ۲۲۲) میں یہ غلط معلوم ہوتا ہے کہ ڈی آٹیل اپنے ساتھ پانڈیچری سے ۱۲۰ یورپین لایا۔ مقابلہ کرو ڈوپلے کے خط کا جو لا کے نام ہے مورخہ ۲۴ اپریل مندرجہ ہیمنٹ صفحہ ۵ ۔ ۱۹۴۔

[6] لارنس بنام کلائیو ۲۳ اپریل ۱۷۵۲ء آرمی قلمی جلد (۳) الف ۴۵۸۔

فصل ہوم

جدوجہد اور مزید ہوشیاری کی ضرورت واقع ہوئی۔

یہ معلوم کر کے کہ فرانسیسی جمعیت کے ہمراہ سات لاکھ روپے کی ایک رقم ہے اور وہ آتاتور میں خیمہ زن ہے کلائیو نے دفعتہً راتوں رات اُس طرف کوچ کیا گر فرانسیسی کو اس کے آنے کی خبر معلوم ہوگئی تھی اور انھوں نے وہ مقام چھوڑ دیا تھا۔ اس خیال سے کہ کہیں اُس کی غیر حاضری میں دشمن ترمیاوارم پر قابض نہ ہو جائے وہ اُلٹے پاؤں واپس آگیا۔ اُنے موقع پاکر ترمیاوارم پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر ایسی جمعیت سے جو اس کام کے لئے بالکل ناکافی تھی۔ اُس نے تقریباً (۸۰) یورپین بھیجے جس میں نصف انگریزی فوج کے مفرورین تھے۔ وہ کلائیو کی واپسی کے بعد ترمیاوارم پہنچے اور محافظوں کو یہ دھوکا دے کر کہ وہ لارنس کے پاس سے بطور امدادی فوج کے آئے ہیں کیمپ میں داخل ہوگئے اور ایک بے ترتیب کشمکش شروع ہوئی جس میں کلائیو بال بال موت سے بچ گیا فرانسیسی بہت جلد مغلوب کر لئے گئے اور اُن کی کل جمعیت قتل یا گرفتار ہوگئی۔[۱]

اس پر کلائیو نے پھر لارنس سے مدد کی درخواست کی اور اس مرتبہ فوج کو سریرنگم میں لانے پر زور دیا تاکہ اگر لاکالیرون کو عبور کرے تو وہ فوراً اُس کی مدد کیلئے پہنچ سکے مگر لارنس نے اُس کو بتایا کہ اگر وہ ایسا کریگا تو کریکل کے جنوبی راستے کو غیر محفوظ حالت میں چھوڑ دینا پڑے گا[۲] اور اس سے تمام تجویز معرض خطر میں آجائے گی مگر اُس نے قریب تر عرصے میں ڈالٹن کے تحت میں ایک دستے کو ڈی آئیل پر حملہ کرنے کیلئے

[۱] یہ ۲۶ ہم اور ۲۷ مار اپریل کی رات کا واقعہ ہے۔ فرانسیسی سرکردہ زلوبگر نامی ایک شخص تھا اس کے ساتھ سکسے تھا جو انگریزی فوج کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور ڈوپلے نے اس کو کمیشن دے دیا تھا۔ اُس کو حب الحکم لارنس سرسری طور سے پھانسی دے دی گئی۔ دیکھو ڈوپلے بنام لارنس ۸ امر مئی ۱۷۵۲ء و آرمی قلمی ہندوستان ج (۲) الف ۴۶۱۔

[۲] کلائیو بنام لارنس آرمی قلمی ہندوستان ج (۳) الف ۲۶۲۔ اور لارنس کا جواب مورخہ ۲۰ ر اپریل جلد (۲) کتاب مذکورۂ بالا الف ۲۶۳ (۴) مسٹر ایس، سی، ہل نے بتایا ہے کہ آرمی نے کلائیو کے خط کی تاریخ مئی غلط بتائی ہے یہ خط اس سے پہلے کا ہونا چاہیئے۔

فصل سوم

بھیجا جو اتنا تو روا پس آ گیا تھا[1]۔ اس جمعیت نے فرانسیسیوں سے اسی مقام کے قریب مقابلہ کیا اور اُن کو اس قدر دبایا کہ شب آئندہ ڈی آتیل نے ہٹ کر اور زیادہ فاصلے پر کیمپ قائم کیا[2]۔ لارنس نے ڈالٹن کو اپنے پاس بُلالیا مگر کاویری ان اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ فوج کا عبور مشکل تھا اس لئے ڈالٹن نے اپنی فوج کو کلائیو کے تحت کر دیا[3] تاکہ وہ پچنڈا کا محاصرہ کر سکے۔ کاویری ان کے شمال میں بھی ایک مقام لا کے قبضے میں رہ گیا تھا مختصر سی گولہ باری کے بعد یہ مقام ۲۰ مئی کو فتح ہو گیا اسی عرصے میں لارنس نے فرانسیسیوں کی وہ چوکی جو کیولادی پر قائم تھی لے لی۔ اس طور سے لا ہر طرف سے پوری طرح محصور ہو گیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس نے اس محاصرے سے نکل جانے کی کوشش نہیں کی۔ اُس کے پاس (۸۰۰) یورپین تھے اور لارنس کے پاس صرف (۴۰۰) اور کاویری ان اس قدر چڑھی ہوئی تھی کہ جنگ کی حالت میں کلائیو یا ڈالٹن کا اس کی مدد کے لئے پہنچنا محال تھا۔ اس لئے لا بہ آسانی اس محاصرے کو توڑ کر جنوب کی جانب چلا جا سکتا تھا۔ غالباً اُس کو چند اصاحب کی فوج پر اعتماد نہ تھا[4] اور اُس کی قوت عمل اور عزیمت بالکل ضائع ہو گئی تھی اور اُس نے سمجھ لیا تھا کہ اُسکی رہائی کی تجویز صرف یہی ہو سکتی ہے وہ محمد علی سے صلح کرلے

---

[1] اس کی تاریخ مشتبہ ہے آرمی (تاریخ (۱) صفحہ ۲۲۶) ۹-۲۰ مئی بیان کرتا ہے۔ اگرچہ اس کی تائید ڈالٹن کے بیان سے ہوتی ہے مگر آرمی قلمی (ہندوستان (۲) الف ۸ ۴ ۷ و ۳ - الف ۳ ۶۹) میں ڈالٹن کے خطوط مورخۂ ۳ مئی و ۵ مئی شریک ہیں۔ آرمی کی بتائی ہوئی تاریخ بہ قاعدۂ جدید نہ بحساب قدیم۔

[2] حسب حوالۂ سابق۔

[3] ڈالٹن نے خود بحیثیت رضاکار کے کام کیا یہی ایک طریقہ تھا جس میں وہ اپنے ایک جونیر کے تحت میں کام کر سکتا تھا۔

[4] دیکھو اعلان عہدہ داران فرانس جو ڈوپلے کے خط مورخۂ ۳۱ مئی کا ضمیمہ ہے (فرانسیسی خط وکتابت بابت ۱۷۵۲ء) آرمی کی فتح کی تاریخ ۱۶ مئی بتاتا ہے جو غلط ہے خواہ جدید قاعدے سے کیا جائے یا قدیم سے۔ اس خدمت کے صلے میں محمد علی نے کلائیو کو صلابت جنگ بہادر کا خطاب۔ دیا (چیتھم کی قلمی کتاب جلد (۱) صفحہ ۹۹)۔

[5] ڈالٹن کا بیان۔ آرمی کی قلمی تاریخ ہند جلد ۳ - الف ۵۴۵ -

[6] ڈوپلے بنام لا مورخہ ۱۳ مئی ۱۷۵۲ء -

فصل سوم

اس لیئے وہ اُن مندروں میں جن پر وہ قابض ہوگیا تھا بغیر ہاتھ پیر ہلائے پڑا رہا۔
جو طرزِ عمل اُس نے اختیار کیا اُس کے بدترین ہونے میں کوئی شبہہ نہیں کیا جاسکتا
چونچند اکی فتح سے کلائیو کو یہ موقع ملا کہ اُس نے اپنی توپوں سے چند اصاحب کے کیمپ پر
گولے برسانے شروع کردئے۔ اس پریشانی اور تنخواہ اور رسد کے نہ ملنے سے چند اصاحب
کی فوج کا بڑا حصہ اُس کو چھوڑ کر چلے جانے پر آمادہ ہوگیا اور جب انگریزوں نے اُن سے
بلا روک ٹوک راستہ دیدینے کا وعدہ کرلیا تو وہ لوگ بخوشی اس پر راضی ہوگئے اور اکثر
کلائیو کے ساتھ ہوگئے۔

لاکو پورے طور سے محصور کرنے کے لئے ابھی ڈی آٹیل کی فوج کو گرفتار یا
ضائع کردینے کی ضرورت تھی۔ اس لئے کلائیو اُسکی طرف بڑھا اُسے یہ امید تھی کہ وہ فرانسیسیوں
کو کھلے میدان میں پالیگا جبکہ وہ سری رنگم کی طرف بڑھ رہے ہوں گے لیکن ڈی آٹیل آگے
بڑھتے بڑھتے والیکنڈا پورم کی طرف واپس آگیا۔ وہاں کے قلعہ دار کو انگریزوں نے
اپنا طرفدار کرلیا تھا اور جب اُس کی فوج شہرپناہ کے اندر آگئی تو قلعہ دار نے
قلعے میں داخل کرنے سے انکار کردیا اور ڈی آٹیل کو بجز ہتھیار ڈال دینے کے
کوئی چارہ باقی نہ رہا[۱]۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لا نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ اپنی اضعف بھاری توپیں یہاں
چھوڑ کر خود پانڈیچری کی طرف چلا جائے لیکن انگریزوں نے اُس کا اتنے دن محاصرہ
سری رنگم میں اس غرض سے نہ کیا تھا کہ وہ عین وقت پر اپنی تمام کامیابی کے نتائج سے
دست بردار ہوجائیں۔ محمد علی نے یہ جواب دیا کہ اُس کو بلا کسی شرط کے اپنے آپ کو
حوالے کردینا چاہیئے۔ اس دوران میں تنجوریوں کی اس فوج کے سردار نے جو نواب کے
ساتھ تھی چند اصاحب کو تاریکی کی طرف نکل جانے میں مدد دینے کا وعدہ کیا چند اصاحب نے

---

[۱] یہ ۹۔ جون کا واقعہ ہے۔ خزانے کا بڑا حصہ لُٹ گیا تھا۔ ایک کپتان کا حصہ اس مال غنیمت
میں سے تقریباً تین ہزار روپے تھا (آرمی کی تاریخ ہندوستان قلمی (۳) ایف ۸۴۴ ھ) حوالے
کرنے کے وقت ڈی آٹیل کے پاس (۷۰) یورپین (۴۰۰) سپاہی اور (۳۰۰) سوار تھے۔
(آرمی قلمی ۲۔ الیف ۷۷۴)۔

فصل سوم

اس بارے میں لا سے مشورہ کیا۔[1] ۱۱ رجون کو ایک قاصد آیا اور چندا صاحب اور لا
کے نام خطوط لایا جن میں زیر بحث امر پر بیحد اصرار کیا گیا تھا۔ اُسی دن شام کے وقت
لا دشمن کی فوج میں جاکر تنجوری سردار سے ملا اور اُس سے چندا صاحب کی حفاظت
کے متعلق اول (کفیل یا یرغمال) کا خواستگار ہوا جس کا جواب اُس نے یہ دیا کہ
اگر وہ خلاف وعدہ عمل کرنے پر آمادہ ہوگا تو اول سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا علاوہ
اس کے اول دینے سے یہ کل معاملہ طشت از بام ہو جائیگا۔ بہر حال اُس نے نہایت
سخت قسمیں کھائیں کہ وہ چندا صاحب کے ساتھ دغا نہ کرے گا۔ بالآخر لا اس پر راضی
ہوا اور چندا صاحب دشمن کے کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ یہ سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ چندا صاحب
کو کس بنا پر تنجوری سردار سے مدد کی امید ہو سکتی تھی۔ چندا صاحب اس چھوٹی سی ریاست کا
جانی دشمن تھا۔ بارہا اُس نے ریاست مذکور پر حملے کر کے اُس کو تباہ کیا اور کم از کم دو مرتبہ
اس کے دار الریاست کا محاصرہ کیا تھا۔ وہ جنوب کی ہندو ریاستوں کا سخت مخالف
تھا۔ ایسے شخص سے جس کو اُس سے نفرت کرنے کے اس قدر قوی وجوہ موجود ہوں
یہ امید کرنا کہ وہ اُس کو چھوڑ دیگا یا تو اُس کو بعید از قیاس کم جرأت یا ایسا فیاض فرض کرنا تھا
جس کی مثال مشرق میں ملنی مشکل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تنجوری سردار کا مطلق یہ ارادہ نہ تھا کہ وہ اُس کو چھوڑ دے
ایک ہزار سوار فرانسیسی کیمپ کے گرد و پیش اس غرض سے متعین کر دئے گئے تھے
کہ اگر چندا صاحب بجائے تنجوری سردار کے کسی دوسری طرف بھاگ جانے کا قصد
کرے تو وہ اُسے گرفتار کر لیں۔[2] دشمن کے کیمپ میں پہنچ جانے کے بعد وہ وہاں روک
لیا گیا۔ دوسرے دن ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس میں ہر شریک اُس کو اپنی حفاظت
میں رکھنے کا خواستگار تھا۔[3] دو دن بعد چندا صاحب اُسی چوپال میں قتل کر دیا گیا جس میں

[1] یہ واقعات لا کے بیان میں ہیں جن کو ڈوپلے نے اپنے خط مورخہ ۱۷ رجولائی کے ساتھ (فرانسیسی خط وکتابت ۱۷۵۲ء) انگریزوں کے پاس بھیجدیا تھا۔ مجھ کو انہیں مشتبہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کیونکہ ان کی تائید دوسرے ذرائع سے بھی ہوتی ہے۔

[2] ڈالٹن کا بیان آرمی کی تاریخ ہندوستان قلمی (۳) الف۔ الف ۵۰ ۵ - ۹ ۷ ۵۔

[3] سانڈرس نے جو خط ڈوپلے کو ۲۲ راگست کو لکھا (فرانسیسی خط وکتابت ۱۷۵۲ء) اس کے ساتھ جو بیان

فصل سوم

کہا جاتا ہے کہ سولہ سال قبل مٹیھ کراس نے وہ جھوٹی قسم کھائی تھی جس کی بنا پر اس کو شہر کا قبضہ مل گیا تھا۔[۱]

جس دن فرانسیسیوں کے منظور نظر چند اصاحب کی گرفتاری کی خبر معلوم ہوئی اسی دن پھر لا سے بلا شرط اپنے آپ کو سپرد کر دینے کی تحریک کی گئی۔ ۱۴ رجون کو وہ لارنس سے آکر ملا اور لارنس نے اسکو سمجھایا کہ مندر انگریزی بھاری توپوں کے مقابلے میں کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکتے ہیں اور وہ جو کچھ رعایت کر سکتا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ وہ عہدہ داران فوج کو مع اُن کے اسلحہ اور سامان کے اس شرط پر چھوڑ دے کہ وہ آئندہ جنگ میں انگریزوں کے مقابلے میں نہ آئیں۔ لا نے ان شرائط کو بمجبوری منظور کیا۔ دوسرے دن صبح سویرے انگریزی فوج کی ایک ٹکڑی اس مندر میں داخل ہوئی جس پر فرانسیسی قابض تھے۔ جب انگریزی فوج سنگین لگاکر اور علم کھول کر صف آرا ہوئی تو فرانسیسیوں نے "ہمارے سامنے اپنے ہتھیار بے ترتیب طور سے ڈھیر کرنے شروع کر دئے اور وہ سب حفاظت میں لے لئے گئے"[۲]

یہ کارروائی بڑی اہم اور نتیجہ خیز تھی۔ اس سے پانڈیچری کی حفاظت کا کوئی ذریعہ بجز چند جدید بھرتی شدہ سپاہیوں کے باقی نہ رہا۔ اگر انگلستان اور فرانس کی سلطنتوں میں صلح نہ ہو گئی ہوتی تو ڈوپلے اپنے مستقر کو ایک ہفتے تک بھی انگریزوں کے ہاتھ سے نہ بچا سکتا تھا۔ اور جب اس کی خبر فرانس پہنچی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈوپلے ہندوستان سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ بطور ضمیمے کے شامل تھا۔ اس میں سانڈرس نے مجلس شوریٰ کے منعقد ہونے سے انکار کیا ہے۔ مگر میں اس کو زیادہ اہم نہیں قرار دیتا وہ اپنے بیان میں خود اس کے خلاف کہتا ہے۔ (کیمبرج صفحۂ ۲۸)۔

[۱] ولکس جلد (۱) صفحۂ ۱۷۶۔ یہ بیان کرتو ناجی نے چند اصاحب کو بھاگ جانے کا موقع نہ دینے کی وجہ سے ایک انعام سے دست برداری کرلی محض مہمل ہے۔ چند اصاحب کے تمام ذرائع ختم ہو چکے تھے اُسکے پاس جو دولت تھی وہ اُس کے جسم پر تھی۔ اور اسوقت فرانسیسیوں کی کوئی ساکھ باقی نہیں رہی تھی۔ تاریخ قتل چند اصاحب ۱۴ رجون ہے (کیمبرج حسب سابق)۔

[۲] لا کا اعلان اور ڈالٹن کا بیان (آرمی کی تاریخ ہند قلمی (۳) الف ۵۵۲۔

واپس طلب کرلیا گیا۔

فرانسیسی گورنر خود اس صدمے سے بخوبی واقف تھا جو اس واقعے سے اُنکی تجاویز کو پہنچا تھا۔ ۱۳؍جون کو قبل اس کے کہ چندا صاحب کے قتل یا آلاکے ہتھیار ڈال دینے کی خبر پہنچی[۱] اُس نے سانڈرس کو لکھا تھا کہ اُسے صوبہ دار دکن کی طرف سے اس امر کی اجازت عطا ہوئی ہے کہ وہ ترچناپلی محمد علی کے قبضے میں دیکر کرناٹک کے معاملے کا تصفیہ کردے[۲]۔ انگریزوں نے ترچناپلی کے معاملے کے تصفیے کے انتظار میں اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ ۲۳؍جون کو سانڈرس نے یہ لکھا کہ وہ قیامِ صلح میں تائید کرنے کے لئے آمادہ ہے "چونکہ چندا صاحب کا انتقال ہوچکا ہے اس لئے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیوں اس معاملے کا تصفیہ بآسانی نہیں ہوسکتا"[۳] لیکن ڈوپلے شرائط کے طے ہونے سے پہلے تمام قیدیوں کی رہائی چاہتا تھا[۴] جس کا مطلب یہ تھا کہ قبل اس کے کہ وہ اپنے آپ کو کسی شرط کا پابند کرے وہ انگریزوں سے یہ چاہتا تھا کہ جو غلبہ اُن کو حاصل ہوگیا ہے وہ اُس سے دست بردار ہوجائیں اور اُس کو فوجی لحاظ سے ویسا ہی قوی کردیں جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ سانڈرس نے ان شرائط پر گفتگو کرنے سے انکار کردیا اور لڑائی جاری رہی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ڈوپلے کا طرزِ عمل اس علم کی بنا پر جرأت کے ساتھ تھا کہ عنقریب اُس کے پاس کافی امداد آجائیگی۔ چنانچہ ۲۸؍جولائی کو (۵۰۰) یورپین سپاہیوں کو لے کر دو جہاز پانڈیچری پہنچ گئے[۵]۔

اس درمیان میں انگریزوں کو بڑی پریشانی اس وجہ سے لاحق ہوئی کہ محمد علی اور سلطان میسور سے تعلقات بگڑ گئے۔ دفعتہً یہ معلوم ہوا کہ محمد علی نے میسوری مدد اسی شرط پر لی تھی کہ وہ ترچناپلی اُن کے حوالے کردیگا اور اب وہ اُسے مختلف حیلوں سے

---

[۱] ممکن ہے کہ اُس نے ڈی آٹیل کے ہتھیار ڈال دینے کی کیفیت ۹؍جون کو سنی ہو۔

[۲] فرانسیسی خط وکتابت ۱۷۵۲ء

[۳] خط مورخہ ۱۲؍جون۔

[۴] خط مورخہ ۷؍جولائی۔

[۵] ہیمنٹ صفحہ ۲۱۶۔

فصل سوم

ٹالنا چاہتا تھا۔ انگریزوں سے اس معاملے میں کوئی مشورہ نہیں کیا گیا تھا اور اس لئے اُسکی تعمیل کے وہ اخلاقی طور سے ذمہ دار نہیں قرار دئے جا سکتے تھے مگر سیاسی لحاظ سے یہ نزاع موجب زحمت تھی۔ اس کی وجہ سے ترچناپلی میں کثیر فوج کا رکھنا لازم آتا تھا علاوہ اسکے میسور کی افواج کا علیحدہ کر لیا جانا فوجی قوت میں ضعف کا سبب سمجھا جاتا تھا اگرچہ اس خیال کے لئے کافی وجہ نہ تھی کیونکہ میسوری فوج نہ ترچناپلی میں بمقابلہ فرانسیسیوں کے اور نہ جبکہ وہ فرانسیسیوں کے ساتھ ہو کر انگریزوں سے لڑی کارآمد ثابت ہوئی تھی۔ وہ صرف اسی کام کی تھی کہ غیر محفوظ بدرقوں کو ڈرائے اور غیر محفوظ ممالک کو لوٹ لے۔

تقریباً پندرہ دن اس انتظار میں ٹھہر کر کہ شاید یہ نزاع کسی طرح طے ہو جائے لارنس ترچناپلی میں کپتان ڈالٹن کو چھوڑ کر بقیہ فوج کے ساتھ تراودی کی طرف چلا گیا جہاں سے وہ فرانسیسیوں کی نقل و حرکت پر جو پانڈیچری سے ہوا اچھی طرح نظر رکھ سکتا تھا۔

اسی زمانے میں مدراس میں میجر کنیر پہنچا۔ یہ شخص شاہی فوج میں کام کر چکا تھا اور لارنس کے بعد اس کا مرتبہ قرار پایا تھا۔ وہ فطرتی طور سے کلائیو اور اپنے افسر بالادست کی نمایاں کارگزاریوں کے مقابلے میں اپنی کارگزاریوں کے اظہار کا متمنی تھا۔ اُسکی بدقسمتی تھی کہ اسی زمانے میں سانڈرس نے حسب تجویز محمد علی جنجی کے محاصرے کا قصد کر لیا تھا اور باوجود لارنس کے سخت اختلاف کے اُس نے کنیر کو تقریباً دو سو یورپین اور کچھ سپاہیوں کے ساتھ اُس طرف روانہ کر دیا۔ کنیر کی جمعیت فرانسیسیوں کی اُس جمعیت سے بہت کم تھی جس نے دو سال قبل اس مقام کو بزور فتح کر لیا تھا۔ کنیر کو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اُس پر حملہ کرنا محال ہے اس لئے وہ واپس ہوا اور واپسی میں ایک فرانسیسی جمعیت پر بغیر اُن کی قیامگاہ کی قوت وغیرہ کا اندازہ کئے حملہ آور ہو گیا۔ اس حملے میں اُسے نقصان اُٹھانا پڑا اور وہ خود زخمی ہوا اور بہت عجلت کے ساتھ اُس کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس کے چند روز بعد وہ بخار میں جو اس ناکامی سے بڑھ گیا تھا مبتلا ہو کر مر گیا۔

۱؎ یہی ایک صورت ہے جس میں سانڈرس نے صحیح عقل سے کام نہیں لیا۔

۲؎ اس سے چند روز قبل انگریزی فوج میں سخت بے اطمینانی جو تقریباً بغاوت کے مساوی تھی پھیلی ہوئی تھی (خطوط موصولۂ مدراس ۱۷۵۲ء نمبر ۱۳۵) لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کوئی اثر کنیر کی مہم پر نہ تھا۔ کم از کم مجھ کو کوئی حوالہ ایسا دستیاب نہیں ہو سکا جس سے اُس کے فرض کرنے کی گنجائش ہو۔

فصل سوم

لارنس نے بعجلت تمام اس بدقسمت مہم کا معاوضہ کرلیا۔ اُس نے مدراس سے روانہ ہوکر جہاں وہ یہ سمجھانے کے لئے گیا تھا کہ جنجی کی فتح کی اس وقت کوشش کرنا بیکار محض ہے۔ ترادتی کی فوج کی سرگردگی اپنے ہاتھ میں لی اور ۲۸ اگست کو فرانسیسیوں کی طرف بڑھا لیکن وہ پانڈیچری کی طرف ہٹ گئے اور صرف یہی کوشش کرتے رہے کہ اُن کے قلعہ جات وکوداور اور جنجی پر کوئی حملہ نہ ہونے پائے اگرچہ انگریز اُس ملک کو تباہ کرتے رہے جو حال میں فرانسیسیوں کے قبضے میں آیا تھا۔ یہ معلوم کرکے کہ وہ فرانسیسی کمانڈر کرجین کو لڑنے پر مجبور نہیں کرسکتا وہ باہور کی طرف ہٹ آیا۔ کرجین نے اُس کا تعاقب کیا۔ بظاہر اس غرض سے کہ فرانسیسی ملک کو اُن کی مزید لوٹ مار سے بچائے مگر اس کوشش میں وہ بہت زیادہ بڑھ آیا اور انگریزوں کی فوج سے بہت قریب ہوگیا اس لئے ۶ ستمبر کی صبح کو انگریزوں نے اُس پر حملہ کرکے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا اور اُن کے اعلیٰ افسر کو مع (۱۵) عہدہ داروں اور (۱۰۰) سپاہیوں کے گرفتار کرلیا اور اُن کے تمام سامان اور توپوں پر قابض ہوگئے۔ اس فتح سے فرانسیسی آیندہ چھ مہینے کے لئے فوجی لحاظ سے بالکل بے دست و پا ہوگئے[۱] اور کرناٹک پر انگریزوں کی گرفت کلائیو کے دو فرانسیسی چوکیوں کوبالنگ اور چنگل پٹ پر قبضہ کرلینے سے اور زیادہ مضبوط ہوگئی۔

اگرچہ ڈوپلے اس وقت فوجی حیثیت سے کسی قابل نہیں رہا تھا مگر اُس نے

---

۱ اس لڑائی کی ذمہ داری کے متعلق مورخوں میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ڈوپلے نے کرجین کو حکم دیا تھا بعض کا خیال ہے کہ کرجین چاہتا تھا کہ قبل اس کے کہ اُس کا سینئر لاٹوش آکر فوج کی سرگردگی اپنے ہاتھ میں لے جس کی خبر مشہور ہورہی تھی وہ نام پیدا کرلے۔ لیکن میرے نزدیک یہ دونوں رائیں صحیح نہیں ہیں۔ ڈوپلے کو اپنے جدید بھرتی شدہ سپاہیوں کی ثابت قدمی پر مطلق بھروسا نہ تھا کہ وہ لڑائی کی رائے دیتا (دیکھو اُس کا خط مورخہ ۷ اگست مندرجہ ہیمنٹ ۲ صفحہ ۲۱۸ - ۲۱۹) اور کرجین اس موقع پر بجائے کسی فوجی نام آوری حاصل کرنے کی تمنا کے ڈوپلے سے بعجلت تمام اپنے واپس طلب کئے جانے کی درخواست کر رہا تھا (دیکھو ڈوپلے کا خط اُس کے نام مورخہ ۳۰ اگست فرانسیسی خط کتابت ۲۷۵۲ ب)۔ میں اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ وہ بے خیالی میں اتنا آگے بڑھ گیا کہ لارنس کے دست رس میں آگیا۔

فصل سوم

اس عرصے میں بہت سی سیاسی کارگزاریاں کیں۔ اُس نے اس نزاع کو جو میسوریوں اور محمد علی میں تھی خوب بڑھا دیا اور جو مرہٹے مراری راؤ کے تحت میں کام کر رہے تھے اُن کو اپنے دشمنوں سے علیحدہ کر لینے کی کوشش شروع کی۔ اس کی دونوں کوششیں کامیاب ثابت ہوئیں مرہٹوں کا معاملہ صرف زر نقد یا ساکھ کا تھا۔ دسمبر میں مرہٹہ سردار جو فرانسیسیوں کی باہور کی شکست سے کسی قدر متردد تھا سوا لاکھ ماہوار کی شرط پر فرانسیسیوں کا شریک ہو گیا۔ آیندہ فروری میں میسوریوں کے ساتھ معاہدہ ہو گیا جو فی الحقیقت ایک بڑی سیاسی کامیابی تھی۔ اس شرط پر کہ ترچناپلی کے محاصرے کے لئے ڈوپلے فوج اور سامان جنگ مہیا کرے گا نندی راجہ جو کہ ریاست مذکور کا وزیر اعظم اور حقیقی حکمراں تھا اس پر راضی ہوا کہ وہ فوراً چار لاکھ روپے دیگا اور مزید گیارہ لاکھ مصارف فوج کی بابت اُس کی تسخیر کے بعد دئے جائیں گے اور تین لاکھ سالانہ فرانسیسی کمپنی کو ہمیشہ ملا کریں گے[۵۱]۔ ڈوپلے زور ڈال کر یہ حیرت انگیز شرائط اس وجہ سے حاصل کر سکا کہ فرانسیسی فوج دکن میں موجود تھی اور صوبہ دار صلابت جنگ کی کارروائیوں میں بسی کو بڑا دخل تھا اگر میسوری فرانسیسی شرائط پر راضی ہو گئے تو فبہا ورنہ صلابت جنگ اپنے سالانہ نذرانے کے دعوے کی بنا پر حملہ آور ہوں گے

ڈوپلے کی تیسری سیاسی کوشش البتہ ایسی کامیاب نہیں رہی۔ چندا صاحب کے انتقال کے بعد بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈوپلے چند روز اس خیال میں رہا کہ وہ خود کرناٹک کا نواب ہو جائے[۵۲] مگر صرف روپے کی کمی کی وجہ سے یہ قرین مصلحت نہیں سمجھا گیا چندا صاحب کے فرزند رضا صاحب کے پاس بھی ایسے ذرائع موجود نہ تھے کہ وہ فرانسیسیوں کو انگریزوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں مدد دے سکے۔ اس لئے ڈوپلے مرتضیٰ علی خاں ویلور کے قلعہ دار کی طرف متوجہ ہوا جو کرناٹک کی گدی کے قدیم امیدوار تھے اور جنھوں نے نواب صفدر علیخاں کو قتل کر دیا تھا اور نواب صفدر علی خاں کے فرزند کے قاتل بھی سمجھے جاتے تھے

---

۵۱ کلٹرو صفحۂ ۳۱۶۔

۵۲ اُسکو ایسی سند ۱۷۵۱ء میں صلابت جنگ سے مل چکی تھی "لٹرس آف کانونشن" کے صفحۂ ۲۵۶ پر وہ طبع ہو چکی ہے۔ نیز دیکھو خلاصہ خط بسی مورخۂ ۱۳ جولائی ۱۷۵۲ء روزنامچہ گاڈہیو صفحۂ ۶۸۔

فصل سوم

وہ دولتمند مشہور تھے اور ڈوپلے نے سمجھ لیا تھا کہ اُن کی حکومت کی خواہش اُنھیں فرانسیسیوں کی امداد حاصل کرنے اور فیاضی کے ساتھ روپیہ صرف کرنے کی ترغیب دیگی اور اُن کا قلعۂ ویلور ایسا مقام ہوگا جہاں سے کرناٹک پر حملہ کرنا اور وہاں سے انگریزوں کے اثر کو کمزور کر دینا آسان ہو جائیگا۔ مرتضیٰ علی خاں اس حد تک تو اُس کے دام میں آگئے کہ انھوں نے کرناٹک کی نوابی کا خطاب منظور کر لیا اور ۱۷۵۳ء کے ابتدائی حصے میں پانڈیچری آئے اور پانچ لاکھ روپے فرانسیسی خزانے میں داخل کر دیا مگر اُن کی شکّی اور پیچیدہ طبیعت ایسی نہ تھی کہ وہ فرانسیسیوں کے ہاتھ میں کھلونا بن جانے کے خطرات سے ناواقف ہو۔ بقول آرمی[1] وہ اس امر کے اعتراف کے ساتھ واپس گئے کہ اُن کو ایک ایسا شخص ملا ہے جو چالاکی میں اُن کا بھی اُستاد ہے۔ انھوں نے قلعے میں فرانسیسی فوج کو داخل کرنے سے انکار کر دیا اور بجز آرکاٹ کے گرد و نواح کو لوٹنے کے کچھ نہ کیا۔ ایک سال کے بعد اُنھوں نے انگریزوں سے صلح کر لی۔

اس عرصہ مدت میں فوجی کارروائی بالکل بند رہی۔ ڈوپلے کے پاس (۵۰۰) یورپین ضرور تھے مگر وہ ایسے نہ تھے کہ انگریزی فوج کے مقابلے میں لا کر اُن سے کامیابی کی امید کی جا سکے اگرچہ اس وقت فرانسیسیوں کی مدد کے لئے مراری راؤ کے سوار موجود تھے جو ان بیکار سواروں سے بدرجہا بہتر تھے جو محمد علی نے انگریزوں کو دئے تھے۔

جنوری میں فرانسیسیوں نے والکونڈا ور سے نکل کر ترادتی کے قریب ایک ایسا مقام منتخب کیا جہاں ان کا کیمپ خندق اور دمدموں سے محفوظ کر لیا گیا تھا اور اُسکے اندرونی گوشوں پر ڈھلواں پشتے اور نالے واقع تھے[2] لارنس کا کیمپ اُن کے قریب ہی تھا۔ مرہٹے سواروں کے ساتھ اکثر معرکے ہوئے جو ہر جمعیت پر جو قلعۂ سینٹ ڈیوڈ سے خزانہ لاتی تھی حملہ آور ہوتے تھے۔ صرف ایک دفعہ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں مگر اس وقت فرانسیسی پیچھے ہٹ گئے۔[3] فرانسیسیوں کا کیمپ ایسا مضبوط تھا

---

[1] تاریخ جلد ۱ صفحہ ۲۷۵-۲۷۶-

[2] ل کی خط و کتابت بابت ۱۷۵۳ء صفحہ ۵۶-

[3] " " " " " ۵۳-

فصل سوم

کہ لارنس کے ساتھ جتنی فوج تھی اُس سے بچ گئی فوج سے بھی اُس کا لینا مشکل تھا۔[1]

اس دوران میں ترچناپلی کا محاصرہ میسوریوں نے کر لیا تھا وہاں کوئی امر قابل لحاظ عمل میں نہ آسکا کیونکہ انگریزوں کے کمانڈر کپتان ڈالٹن کی مختصر فوج کے بہت سے سپاہی اُس حملے میں جو اُس نے دشمن کو پریشان کرنے کے لئے جزیرہ سری رنگم پر کیا تھا ضائع ہو چکے تھے[2]۔ یہ دیکھ کر میسوریوں کی ایک فوج ندی کے جانب جنوب ترچناپلی کے میدان میں اُتار دی گئی تھی تاکہ غلہ لے کر جمعیت شہر کے اندر نہ داخل ہو سکے۔ اس کام میں اُن کے گشتی سوار نہایت مستعد تھے وہ اپنے قدیم میسوری دستور کے مطابق اُن لوگوں کی ناکیں کاٹ لیتے تھے جو شہر میں غلہ لیجاتے ہوئے پکڑے جاتے تھے اس سے دیہاتیوں میں سخت خوف پھیل گیا تھا[3]۔

اس محاصرے نے بہت جلد ان نقصانات کو ظاہر کر دیا جو ایک فوج پر دو مختلف اور منقسمہ حکومت سے پیدا ہو سکتے ہیں اُس وقت ترچناپلی کی یہی حالت تھی۔ ڈالٹن فوج کا افسر تھا مگر نواب کے نسبتی بھائی قلعہ دار تھے اور تمام اُمور کا انتظام اُن کے ہاتھ میں تھا۔ سانڈرس نے ڈالٹن کو لکھا کہ وہ قلعہ دار کو بہ تاکید سمجھائے کہ قلعے میں رسد کا فراہم کر لینا نہایت ضروری ہے مگر قلعہ دار نے اس کی پروا نہ کی اگرچہ فروری میں شہر میں بکثرت غلہ آیا اور بازار میں فروخت ہوا[4]۔ جب محاصرہ زیادہ سخت ہو گیا تو اُس نے نواب کو لکھا کہ ذخیرے خالی ہو رہے ہیں مگر ڈالٹن سے اپنی پریشانی صرف کنایۃً بیان کی یہ بھی نہیں بتایا کہ کتنا غلہ موجود ہے اور کتنے آدمیوں میں تقسیم ہوتا ہے[5]۔ ۱۲ اپریل کو اُس نے دفعۃً یہ اعلان کیا کہ اُس کے پاس صرف

۱۔ ل کی خط و کتابت بابت ۱۷۵۳ء صفحہ ۵۷۔

۲۔ یہ ۵ جنوری ۱۷۵۳ء کا واقعہ ہے۔ حوالہ سابق صفحہ ۱۵ و آرمی کی تاریخ جلد (۱) صفحہ ۲۶۰۔ اس معاملے کے بیان میں قدیم حساب سے تاریخ درج ہے یعنی ۲۵ دسمبر۔

۳۔ ل کی خط و کتابت بابت ۱۷۵۳ء صفحات ۴۶ و ۵۴۔

۴۔ ل حوالہ حسب سابق صفحہ ۲۲ و ۲۷۔

۵۔ ل صفحہ ۵۷ و ۵۸۔

فصل سوم

(۱۵) یا (۲۰) دن کی رسد باقی رہ گئی ہے[۱]۔

اس کی خبر لارنس کو ۲۰ر اپریل کو پہنچی اور وہ ۲۲ر اپریل کو ترآوتی میں بہت تھوڑی سی فوج چھوڑ کر ترچناپلی کا محاصرہ اٹھانے کے لئے روانہ ہوا۔ یہ زمانہ گرمیوں کے آغاز کا تھا۔ گرم ہوائیں چلنے لگی تھیں راستے میں گرمی اور تھکن سے سپاہیوں کے گر گر کر مر جانے سے تیزی کے ساتھ کوچ نہیں ہو سکتا تھا[۲]۔ بہرحال ۷ر مئی کو وہ ترچناپلی پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس کی آمد کی خبر سن کر میسوری جزیرے میں چلے گئے ہیں۔ لارنس کے آنے کے ایک دن قبل میسوریوں کی امداد کے لئے فرانسیسیوں کی ایک مختصر سی جمعیت آگئی تھی۔ ۱۰ مئی کو لارنس نے دریائے کاویری کو اس ارادے سے عبور کیا کہ اگر ممکن ہو تو دشمن کو لڑنے پر مجبور کرے مگر اس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ پھر دریا کو عبور کر کے واپس آگیا اور ترچناپلی میں رسد فراہم کرنے کے انتظام میں مصروف ہو گیا۔ اس سلسلے میں دشمن کے ساتھ جون اور اگست میں دو بخت متقابلے ہوئے[۳]۔ ان دونوں میں انگریز اگرچہ تعداد میں کم تھے مگر غلبہ انہیں کو رہا۔ تیسرے مقابلے میں جو ستمبر میں ہوا لارنس کو بڑی کامیابی ہوئی۔ اس نے دشمن سے (۱۱) توپیں چھین لیں اور (۱۰۰) قیدی گرفتار کئے جن میں فرانسیسی کمانڈر اور دوسرے (۱۰) افسر تھے۔ اس کامیابی نے اس ہنگامے میں بڑا سکون پیدا کر دیا اور ترچناپلی میں چھ مہینے کے واسطے رسد جمع ہو گئی۔

ڈوپلے نے جو فرانسیسی فوج میں متواتر اور امکانی بھرتی سے اضافہ کرتا رہا تھا ایک مرتبہ اور کوشش کا قصد کیا۔ لارنس برسات چھاؤنی میں گزارنے کے لئے تنجور کی سرحد پر چلا گیا تھا اس لئے ڈوپلے نے اپنی فوج کے سرکردہ کو بدل دیا[۴]۔ جدید مدد روانہ کی اور

---

[۱] ل صفحہ ۶۴-۶۵۔ مدراس کی کونسل نے ڈالٹن پر سخت الزام دیا کہ اس نے فراہمی رسد پر کیوں نہ زور دیا۔ مگر یہ واقعہ مشترکہ حکومتوں کی خرابیوں کی ایک عمدہ مثال ہے۔

[۲] ترچناپلی پہنچ کر (۱۰۰) سپاہی فوراً شفاخانے میں داخل کر لئے گئے۔

[۳] یہ جنگ اس وقت ہوئی جبکہ لارنس ایک قوی بدرقے کے ساتھ تنجور سے واپس ہو رہا تھا۔ پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اس میں صرف دس دن کی رسد تھی باقی بیلوں پر نواب کا فضول سامان تھا۔

[۴] ڈسترک ستمبر میں فتح ہوا۔ نومبر میں ڈوپلے نے بجائے مینن کے مینولی کو بھیجا۔

فصل سوم

شہر پر شب کو حملہ کر کے فتح کر لینے کی کوشش کا حکم دیا۔ یہ کوشش کی گئی اور قریب تھا کہ شہر فتح ہو جائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فوج کے جو دو افسر اس غرض سے بھیجے گئے تھے کہ وہ حملے کی صورت بنا کر شہر کی فوج کو اپنی طرف متوجہ کر لیں انھوں نے حسب ہدایت عمل نہیں کیا۔[1] بہر حال ایک موقع پر حالت نہایت نازک ہو گئی تھی۔" (۲۰۰) گورے فوجی باجہ بجاتے ہوئے مع چار ڈھولوں اور ایک (۱۲) پونڈی توپ اور گولوں اور گراپ کے پہلی دیوار کے پار ہو گئے تھے اور مجبہ پہ متواتر گولہ باری کر رہے تھے۔ اندرونی دیوار پر سیڑھیاں لگا دی گئی تھیں اور لوگوں نے اُن پر چڑھنا شروع کیا تھا۔[2] مگر خوش قسمتی سے سیڑھیاں گراپ سے ٹوٹ گئیں اور اکثر فرانسیسی دو دیواروں کے بیچ میں پھنس گئے نہ وہ حملہ کر سکتے تھے اور نہ بھاگ سکتے تھے۔ اس کوشش میں ڈوپلے کو تقریباً (۴۰۰) آدمیوں کا نقصان اُٹھانا پڑا۔ کچھ مارے گئے کچھ زخمی ہوئے اور کچھ گرفتار ہو گئے۔

ان متواتر ناکامیوں نے فرانسیسیوں کو بظاہر صلح کی طرف مائل کیا گفت و شنید شروع ہوئی اور دونوں طرف کے منتخب لوگ شرائط طے کرنے کے لئے ڈنمارک کی تجارتی کوٹھی واقع سدراس میں ۴ جنوری ۱۷۵۴ء کو جمع ہوئے جو مدراس اور پانڈیچری کے وسط میں واقع تھی۔ فرانسیسی اس امر پر راضی ہوئے کہ وہ اس سند کو قبول کر لیں جو تعلقہ پوتامالی کے متعلق انگریزوں کو دی گئی ہے اور محمد علی کے لئے انتظام کر دیں بشرطیکہ انگریز اُسکے مقابلے میں صوبہ دار دکن کو تسلیم کر لیں اور تمام فرانسیسی قیدیوں کو رہا کر دیں۔ برخلاف اسکے انگریز چاہتے تھے کہ محمد علی آرکاٹ کے نواب تسلیم کر لئے جائیں۔

فرانسیسیوں نے جو شرائط پیش کئے تھے اُن کا اصلی مفہوم اُن اسناد سے کھلا جو اُن کے مختاروں نے پیش کئے جن کی رو سے ڈوپلے تمام ملک واقع جنوب کرشنا کا گورنر اور مرتضی علی اُس کا نائب آرکاٹ میں مقرر کیا گیا تھا۔ انگریزوں نے فوراً ان اسناد کی صحت پر اعتراض کیا جو بظاہر بالکل درست تھا مگر فی الحقیقت اُن کی صحت یا عدم صحت سے زیادہ بحث نہ تھی کیونکہ اگر اُن کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو وہ ایسی حکومت کے احکام تھے

---

[1] ڈوپلے کا جواب بنام گاڈہیو صفحہ ۱۴۷۔

[2] خط مرسلہ لفٹنٹ بی بریکین ۳ دسمبر ۱۷۵۳ء (ارمی کی تاریخ ہندوستان قلمی جلد ۳۔ الیف ۲۲۱)۔

فصل سوم

جواب باقی نہیں رہی تھی۔ اگر اس پر اصطلاحی طور سے اور تنگی کے ساتھ نظر ڈالی جائے تو اس میں شک نہیں کہ ڈوپلے کا دعویٰ قوی تر تھا۔ اُن کی طرف سے یہ بحث کی جاتی تھی کہ صوبہ دار دکن اُن کی تائید میں ہیں اور کرناٹک اسی صوبے کے تحت ہے۔ انگریز اس سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اُن کا کہنا یہ تھا اور ہونا چاہیئے تھا کہ جس حکومت پر وہ استدلال کرتا ہے وہ خود اُس کی قائم کی ہوئی ہے اور سلطنت مغلیہ کے جس دستور کے مطابق وہ کرناٹک پر حکومت کا ادعا کرتا ہے وہ خود اُس کے افعال سے درہم برہم ہو چکا ہے۔ جس شخص کی فوج نے کرناٹک کے جائز نواب کو قتل کیا ہو اور جس کے ساتھیوں نے حقدار صوبۂ دار دکن کو مار ڈالا ہو اُس کو صحیح طریقے سے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں سے یہ خواہش کرے کہ وہ سلطنت کے قدیم رسم ورواج کے پابند رہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ڈوپلے کو خود یہ امید نہ تھی کہ انگریز اُس کی پیش کردہ شرائط کو منظور کر لیں گے۔ مجلس سدراس کے قیام سے اُس کا اصل مقصد یہ تھا کہ اُسکے ہاتھ ایسا سواد لگ جائے کہ وہ بطرز معقول اُس کی شکایت یورپ بھیج سکے[۵۱]۔ باوجود متواتر شکستوں کے وہ انگریزوں سے بدل صلح کرنے پر راضی نہ تھا۔ اگر وہ راضی ہوتا تو وہ یقیناً اپنا ادّعا جنوبی ہند پر حکومت کا نہ پیش کرتا۔ اُس کی حقیقی رائے صاف طور سے اُس خط سے ظاہر ہوتی ہے جو اُس نے مجلس کے انعقاد سے کچھ پہلے تسبی کے نام لکھا تھا[۵۲]۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ میں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اس معاملے کا تصفیہ صوبہ دار صلابت جنگ کی رائے پر چھوڑ دیا جائے مگر مجھے امید نہیں کہ سانڈرس اس پر راضی ہوگا اور اُس کی ناراضمندی سے الزام انگریزوں پر عائد ہو جائیگا۔ علاوہ اس کے غالباً تمھاری رائے میں بھی اُن کے ساتھ صلح مناسب وقت نہیں ہے۔ میں تو ایسا ہی خیال کرتا ہوں جب تک اُن کو اس طرف کے معاملات میں الجھا رکھا جائیگا انھیں شمالی معاملات کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہ ملیگی اور ہم وہاں آسانی اور بغیر زیادہ وقت کے

---

۵۱ مل کی خط وکتابت بابت ۱۷۵۴ء صفحہ ۳۷۔

۵۲ ڈوپلے بنام تسبی ۱۳ دسمبر ۱۷۵۳ء مندرجہ ہیمنٹ صفحہ ۲۷۰۔

اپنا تسلط قائم کرلیں گے۔ اگر وہ اس طرف مشغول نہ رکھے جائیں گے تو وہ تمھارے لئے ہر قسم کی دقّتیں پیدا کردیں گے"

مدراس کی مجلس کے قیام سے یہ مقصد نہ تھا کہ باہم صلح ہوجائے۔ ڈوپلے کرناٹک میں لڑائی اس غرض سے جاری رکھنا چاہتا تھا کہ وہ اُن فرانسیسی کارروائیوں پر جو دکن میں ہورہی تھیں بطور سپر کے کام دے۔ اس لئے لارنس کی یہ تجویز کہ کرناٹک میں دونوں قوموں کو مساوی حقوق حاصل رہیں نامنظور کردی گئی اور لڑائی بدستور جاری رہی[1]

اس میں صرف ایک زک جو انگریزوں کو فروری میں اُٹھانی پڑی قابل ذکر ہے فوج کا ایک بڑا دستہ جس میں ایک چوتھائی سے زیادہ یورپین بطور بدرقے کے لارنس کی سرکردگی میں تھے ترچناپلی کے قریب دفعۃً حملہ کرکے تباہ کردیا گیا[2] یہ کمی اُس موسم کے جدید بھرتی شدہ لوگوں سے پوری کی گئی جس میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو خاص بنگال کے لئے بھرتی کئے گئے تھے اور نیز اُس جمعیت سے جو بمبئی سے آئی تھی[3]۔ اس فتح کے بعد بھی کوئی اور مفید کارروائی نہ ہوسکی۔ فرانسیسی ترچناپلی کا محاصرہ کرتے اور تنجور کے ملک کے ایک حصے کو لوٹتے اور تباہ کرتے رہے میسور کی مالی حالت بگڑنے لگی مرآری راؤ بددل ہوگیا اور تین لاکھ روپے لے کر اس پر راضی ہوگیا کہ وہ فرانس کی طرفداری سے دست کش ہوکر اس ملک سے چلا جائے۔ معاملات کی یہ صورت تھی کہ پہلی اگست کو دو فرانسیسی جہاز پانڈیچری میں آکر لنگر انداز ہوئے اُن کے ساتھ ڈوپلے کی واپسی کا حکم تھا۔

اس واقعے کی نسبت بہت کچھ بے سروپا اور ناواقفانہ مباحث ہوئے ہیں۔ جس کی محرک وہ عقل تھی جو وقوع واقعہ کے بعد آتی ہے۔ مگر ہم کو اُس زمانے کے اُن مقاصد اور اغراض کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے جو مشرقی نوآبادیوں سے وابستہ تھے۔ یہ

---

[1] مدراس کی کارروائی بطور ضمیمہ نمبر ۲ کیمبرج کی تاریخ جنگ میں شریک ہے۔

[2] لارنس کے پاس ۵۵۵ یورپین یکم فروری کو تھے۔ ان میں سے (۲۳۸) اُس بدرقے کے واقعے میں ضائع ہوگئے۔ کتاب موسومہ "فرانسیسی ہندوستان میں" جلد ۳ - الیف (۵۰)۔

[3] ل کی خط و کتابت ۱۷۵۴ء صفحہ ۱۴۹۔

نوآبادیاں محض تجارتی منڈیاں متصور ہوتی تھیں اور لندن اور فرانس دونوں جگہ ان کی کارگزاری کا معیار یہی تھا کہ ان سے تجارت میں ترقی اور افزائش ہوتی ہے یا نہیں۔ فرانس ہی میں یہ خیال نہ تھا ایسٹ انڈیا کمپنی اور فرانس کی مشرقی کمپنی تجارتی کمپنیاں تھیں اور اُن کا منشا یہی تھا کہ وہ تجارتی کمپنیاں ہی رہیں۔

اسلیئے جب ۱۷۴۹ئہ میں ڈوپلے نے چندا صاحب کی اس کامیابی کی جو اسے انورالدینخاں کے مقابلے میں حاصل ہوئی کمپنی کو اطلاع دی تو وہ لوگ خوش ہوئے کیونکہ اس کے معنی یہ تھے کہ جدید رئیس سے فرانسیسی تجارت کو جدید حقوق اور رعایتیں حاصل ہوں گی۔ دوسرے سال ناصر جنگ کے مہم کی خبر پہنچی مگر ڈوپلے کے محتاط طرز عمل پر جو اعتبار تھا اُس میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا۔ ڈوپلے نے انھیں جلد صلح ہو جانے کا یقین دلایا اور جو مدد انگریز ناصر جنگ کو دینے کے لئے تیار تھے اُس کو بھی پوشیدہ نہیں رکھا البتہ اُس کو بہت گھٹا کر دکھایا اور اس تمام معاملے کو انگریزوں کی بدطینتی پر محمول کیا۔ دوسرے سال اُسنے ناصر جنگ کے انتقال اور فرانسیسی فوج کی مدد سے جدید صوبہ دار کے مقرر ہونے کی رپورٹ کی۔ اور جلد صلح ہو جانے کے وعدے کا اعادہ کیا جس کا انحصار اس پر تھا کہ بیچارے محمد علی پر غلبہ حاصل کر کے اُس کی عقل درست کردی جائے مگر اس کے دوسرے ہی سال لاکو ترچناپلی میں سخت ناکامی ہوئی اور انگریزی مداخلت نہایت سختی اور کامیابی کے ساتھ شروع ہوگئی۔ چندا صاحب کی موت اور (۸۰۰) فرانسیسیوں کا اپنے آپ کو حوالے کردینا ایسے سخت واقعات تھے کہ اُنھوں نے ڈوپلے کو کمپنی اور وزیر متعلقہ کی رائے میں سبک ثابت کر کے اُس کو تباہ و برباد کر دیا اور جو تذلیل اور تحقیر وہ اپنے حریف انگریزوں کی اپنے سرکاری مراسلات اور خانگی خطوط میں ۱۷۴۹ئہ سے لے کر ۱۷۵۱ئہ تک خوش ہو ہو کر کرتا رہا تھا اس کا خمیازہ اُس کو اُٹھانا پڑا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ جب ڈوپلے چندا صاحب کو آرکاٹ کا نواب بنانے کی تدبیریں کر رہا تھا اُس کو مطلق یہ خیال نہ تھا کہ انگریز اس میں دخیل ہوں گے مگر جب اُسکی تجاویز کا دائرہ وسیع ہوگیا اُس وقت بھی اُس نے انگریزوں کا مطلق خیال نہیں کیا۔ وہ اپنی تجاویز میں حقیقی واقعات سے اس قدر دور ہوگیا کہ اُس نے یہ امید قائم کرلی کہ وہ سلطنت مغلیہ کی زائل شدہ حکومت کے ذریعے سے انگریزوں کو مداخلت سے

فصل سوم

باز رکھ سکے گا۔ مگر فرانسیسی کمپنی اس امر پر آمادہ نہ تھی کہ وہ اپنی تجارت کو ایسے رقیبوں کے ایک سخت جنگی مقابلے کے نتائج پر منحصر کر کے معرض خطر میں ڈال دے۔ وہ اپنی مالی حالت کی تباہی سے بہت اچھی طرح واقف تھی[1]۔ جب اُسے لا کے ہتھیار ڈال دینے کی خبر پہنچی تو اُس نے خفیہ طور سے اپنے نمایندے لندن صلح کے لئے روانہ کئے درانحالیکہ ڈوپلے فوج اور روپے کے لئے چلّا رہا تھا۔

ڈائرکٹر ڈیولار اور اُس کا بھائی کاونٹ ڈی لوڈ بطور نمایندوں کے بھیجے گئے تھے۔ ڈیولار نے فی الحقیقت مشرق میں کام کیا تھا مگر وہ زیادہ تر کنٹین میں رہا تھا اور دوسرے ڈائرکٹروں کی طرح تجارت کو اصل مقصد سمجھتا تھا مئی ۱۷۵۳ء میں لندن میں خفیہ کمیٹی کے کئی اجلاسوں میں وہ شریک رہا اور اس معاملے کے متعلق فرانس کے سفیر ڈی مائرپو اور انگلستان کی وزارت میں بھی گفت وشنید رہی۔ فریقین قیام صلح کی ضرورت پر متفق تھے اُس کے حصول کے لئے فرانسیسی کمپنی اس امر پر رضامند تھی کہ وہ ان جدید عطیات سے دست بردار ہو جائے جو بجا طور پر انگریزوں کے مقاصد میں ہارج متصور ہوں[2]۔ وہ اس پر بھی مستعد تھی کہ محمد علی کو آرکاٹ کا نواب تسلیم کرلے بشرطیکہ وہ اُس کے ترچنجی کے قبضے کے متعلق کوئی زحمت نہ دے اور ڈوپلے کرشنا سے لے کر راس کماری تک کے ممالک کی حکومت کے دعوے سے بھی دست برداری کرلے[3] مگر اُس نے اقطاع مسولی پٹم اور رگندا ورسے دست برداری کو قطعاً نامنظور کردیا جو ۱۷۵۰ء میں اُس کو ملے تھے اور انگریزی کمپنی اس پر جمی ہوئی تھی کہ وہ اُس کو ایسے وسیع اقطاع ملک کا مالک نہیں تسلیم کرسکتی۔ یہ ایک ایسا امر تھا جس پر اتفاق نہ ہوسکا۔ اس عرصے میں یہ معلوم ہوا کہ فرانسیسی ایک زبردست بیڑا مشرق کی طرف بھیجنے کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو مائرپو نے نیوکاسل کو یقین دلایا کہ صرف معمولی مدد بھیجی جانے والی ہے[4] مگر تیاریوں سے

---

[1] گفت وشنید ڈی آرگنسن دربارۂ کمپنی مشرقی مارچ ۱۷۵۲ء (یادداشت جلد (۷) صفحہ (۱۳۸) جس نے ان مشکلات کا اظہار کیا جو کمپنی کے حصص کے فروخت میں عائد ہو رہی تھیں۔

[2] فرانسیسی کمپنی بنام ڈیولار جون ۵ر ۱۷۵۳ء (پی۔ آر۔ او کلکشن ۷۷۔ ۱۹)۔

[3] خط موصولہ از مائرپو مورخہ ۱۳ر ستمبر ۱۷۵۳ء (پی۔ آر۔ او کلکشن ۱۹۔ ۷۷)

[4] کارروائی گفت وشنید بمقام نیوکاسل ہاؤس ۲۷ر جون ۱۷۵۳ء (حوالۂ سابق)۔

فصل سوم

معلوم ہوتا تھا کہ انتظام اس سے بڑے پیمانے پر ہو رہا ہے[۵۱]۔ ستمبر میں انگریزی کابینہ نے یہ فیصلہ کیا کہ "فوراً احکام دیئے جائیں کہ مناسب تعداد میں جہاز ایسٹ انڈیا کی روانگی کے لئے تیار رکھے جائیں تاکہ اگر فرانس سے فوج کی روانگی کی بنا پر اُن کے بھیجنے کی ضرورت ہو تو وہ بھیجے جاسکیں[۵۲]۔ ۳ر جنوری ۱۷۵۴ء کو یہ احکام جاری ہوئے کہ چار جہاز قسم چہارم ایسٹ انڈیا میں کام دینے کے لئے تیار کئے جائیں اور یہ مارچ کے آخر میں (۹۰۰) شاہی فوج لے کر روانہ ہوگئے[۵۳]۔

صلح کی گفتگو میں ناکامی کی وجہ[۵۴] بعض ممالک کا قبضہ تھا جہاں سے ہندوستان کے متعلق ایک جدید طرزِ عمل کے آغاز کا پتا چلتا ہے۔ اب تجارتی خیالات کے ساتھ سیاسی خیالات شامل ہو گئے۔ اس وقت تک فرانسیسی اور انگریزی دونوں کمپنیاں اپنی تجارت کو تجارتی ذرائع سے بڑھانا چاہتی تھیں مگر ڈوپلے کا شکرگزار ہونا چاہیئے کہ اُس نے یہ بتا دیا کہ اس کام کے لئے سیاسی ذرائع بھی مستعمل ہو سکتے ہیں۔ مالگزاری کے حصول اور ممالک کے انتظام سے تجارتی اور مالی فوائد کا قطعاً امکان تھا مگر اب بھی تجارت کا پہلو غالب تھا۔ ملکی ذمہ داری کا مطلق تصور نہ تھا نہ ممالک محصلہ کے مقابلے میں اور نہ اُن ممالک کے مقابلے میں جن کی رعایا خود یہ دونوں کمپنیاں تھیں۔ اس کا اظہار اس عجیب واقعے سے ہوتا ہے کہ مصالحت کی شرائط میں اس خیال کی تجدید کی گئی تھی کہ زمانۂ جنگ میں دونوں کمپنیاں غیر جانبدار رہیں۔ فرانس کی تجویز یہ تھی کہ راس گڈ ہوپ کے مشرق میں تمام جہاز خواہ وہ حکومت کے ہوں یا کمپنی کے غیر جانبدار رہیں بلکہ ہندوستان

---

۵۱ گاڈہیو اپنے ساتھ دو ہزار فرانسیسی اور جرمنی سپاہ لے گیا۔

۵۲ کارروائی [illegible] ۲۹ ستمبر ۱۷۵۳ء (حوالہ سابق)۔

۵۳ ہولڈرنس بنام امیر البحر ۳ر جنوری ۱۷۵۴ء (حوالہ سابق)۔

۵۴ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اگرچہ انگریزی بیڑے کا بھیجا جانا ابتداءً گاڈہیو کے بھیجے جانے کا جواب تھا مگر انگریزی امیر البحر نے اُس وقت لنگر اُٹھایا جبکہ فرانسیسیوں نے اُن حقوق سے دست بردار ہونے سے انکار کر دیا اور جبکہ تصفیے کی مطلق امید باقی نہیں رہی تھی۔ گفت و شنید اس کے بعد بھی جاری رہی اور اُسکا کسی وقت بھی باضابطہ خاتمہ نہیں ہوا۔

فصل سوم

کے جہاز یورپ کے سمندروں میں بھی گرفتار نہ کئے جا سکیں اور کمپنیوں کی تمام نوآبادیاں اس غیر جانبداری سے پوری طرح مستفید ہوتی رہیں[1]" انگریزی کمپنی ان شرائط کو بجنسہ اختیار کرنے پر آمادہ تھی مگر جس طرح امید کی جاتی تھی وزارت انگلستان ایسی تجویز کی منظوری دینے کے لئے تیار نہ تھی جو صریحاً اس سلطنت کے حق میں مفید تھی جس کی بحری قوت دوسری سلطنت کے مقابلے میں کمزور تھی[2] اس سے دو مہینے بعد کمپنی نے پھر اس بارے میں محکمۂ وزارت پر زور ڈالا اور دو یلار کو اپنے دلی اتفاق سے اطلاع دی[3] ستمبر میں فرانسیسیوں کی طرف سے ان تجاویز کی تجدید ہوئی اور صلح میں ڈچ کی ایسٹ انڈیا کمپنی کو بھی شریک کر لینا تجویز کیا گیا اور انگلستان کی کمپنی کے ڈائرکٹروں نے اس تجویز کے اختیار کئے جانے کے فوائد تقریباً نیو کاسل کے ذہن نشین کر دئے۔ مگر محکمۂ وزارت نے براہ دانشمندی اپنی رائے کے تبدیل کر دینے سے انکار کر دیا[4]۔ اس طور سے کمپنی کو اپنی مرضی کے خلاف سلطنت کی سیاسی کارروائی میں شریک ہونا پڑا۔

ان مباحث میں فرانسیسی کمپنی کی یہ کوشش رہی کہ ڈوپلے کے طرز عمل سے جو فوائد ہندوستان میں اُسے حاصل ہوئے تھے وہ برقرار رہیں مگر اس کی بنا پر جو رعایتیں عائد ہوتی ہوں اُن سے وہ محفوظ رہے۔

کمپنی مذکور نے ان رعایتوں سے دست بردار ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ جن سے محاصل وصول ہوتا تھا اور جو اس کی آمدنی میں اضافے کا باعث تھیں مگر انگریزوں کی

[1] شرائط متعلقہ غیر جانبداری جن کو کمپنی نے ہولڈرنس کے سامنے پیش کیا تھا۔ ۲۳- مئی ۱۷۵۳ء (ای۔ او۔ جلد سوم متفرق نمبر ۹۳)۔

[2] روئداد نیو کاسل ہاؤس مورخہ ۲۲ و ۳۰ مئی ۱۷۵۳ء (پی۔ آر۔ او۔ نوآبادیات ۷۷- ۱۹)۔

[3] کمپنی بنام ہولڈرنس ۱۸ جولائی ۱۷۵۳ء (آئی۔ او۔ سوم متفرقات نمبر ۹۳) و روئداد کمیٹی خفیہ مورخہ ۲ جولائی ۱۷۵۳ء (پی۔ آر۔ او۔ ۷۷- ۱۹)۔

[4] نیو کاسل بنام جوزف یارک ۱۴ ستمبر ۱۷۵۳ء (پی۔ آر۔ او)۔

[5] روئداد مورخہ نیو کاسل ہاؤس ۲۷ ستمبر ۱۷۵۳ء۔

فصل سوم

مخالفت کی مضرتوں سے نہ صرف اُس وقت بلکہ آئندہ کی قومی لڑائیوں میں بھی محفوظ رہنے کی کوشش کرتی تھی۔ اگر انگریز اُس کی تجویز منظور کر لیتے تو جو کارروائی فرانسیسی دکن میں کر رہے تھے اُس میں انگریزوں کو مطلق دخل دہی کا موقع نہ رہتا پس کمپنی مذکور کی حکمت عملی ایسی ناقابل فہم نہ تھی جیسا کہ حال کے مصنفین نے خیال کیا ہے اور نہ اس پر ڈوپلے کو واپس بلا لینے کا الزام عائد ہوتا ہے جو عام طور سے سب الزاموں سے اہم تر متصور ہوتا ہے۔ یہ تجویز محکمۂ وزارت فرانس کی تھی جس کی اطلاع فرانسیسی کمپنی کے ڈائرکٹروں کو بھی نہ تھی[1]

ڈوپلے کو ہندوستان سے واپس بلا لینے کے جو وجوہ ذمہ دار وزیر ماشلٹ کے ذہن میں تھے اور جس سے آئندہ نسلیں بھی اختلاف نہیں کر سکتیں وہ معقول تھے۔ سب سے اول اور اہم وجہ یہ تھی کہ ڈوپلے نے اپنے طرز عمل سے کامل طور سے ثابت کر دیا تھا کہ وہ اپنی تجاویز کی تکمیل انگریزوں سے اختلاف کئے بغیر نہیں کر سکتا جو فرمان اُسنے جنوبی ہند کی حکومت کے متعلق حاصل کر لیا تھا اُس سے اُس کی طمع کا صاف طور سے پتا چلتا تھا اور اُس کا تسلیم کر لیا جانا اندیشے سے خالی نہ تھا۔ انگریزوں سے ہرگز یہ امید نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ ایسے ملک کو جس میں اُن کا تمام سرمایہ لگا ہوا تھا اپنے قومی تجارتی رقیبوں کے ہاتھ میں دیکھنا پسند کریں گے۔ سانڈرس اور مدراس کی کونسل نے فرانسیسیوں کی تجاویز کے خطرناک نتائج پر بڑا زور دیا تھا مگر جو اعتراض انگریزوں نے ڈوپلے کے متعلق کئے اُس کا موقع خود ڈوپلے نے دیا۔ فروری سنہ ۱۷۵۲ء میں اُس نے ایک طویل خط سانڈرس کے نام لکھا جس کا منشا یہ تھا کہ وہ انگریزوں کے اختلاف کی ناانصافی کو

---

[1] کلٹرڈ صفحہ ۳۶۳۔ (اس افسانے کا جو ڈوپلے سے ماخوذ ہے) کہ انگریزوں نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ سانڈرس کو ہندوستان سے واپس طلب کریں اور فرانسیسی مجھ کو (یعنی ڈوپلے کو) بارہا اعادہ کیا گیا ہے۔ مگر وہ محض بے بنیاد ہے۔ مسیو کلٹرو نے فرانسیسی سرکاری کاغذات میں کوئی ایسا مواد نہیں پایا اور نہ مجھ کو انگریزی کاغذات میں کوئی ایسا مواد ملا۔ سانڈرس کے طلب کئے جانے کی کوئی تجویز پیش نہیں ہوئی۔ یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ آرمی اور کلٹرو دونوں نے اس بیان میں غلطی کی تھی کہ انگلستان کی وزارت نے ڈوپلے کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔ ایسا یقیناً ہوا ہے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

ظاہر کردے[1]۔ اُس نے اس مراسلے کا مثنیٰ فرانسیسی کمپنی کو دے کر یہ چاہا کہ اُس کی ایک نقل انگلستان کے ڈائرکٹروں کے پاس بھیج دی جائے۔ اس کی خواہش کے مطابق عمل ہوا مگر اس کا جو نتیجہ ہوا وہ بالکل اُس کی امید کے خلاف تھا۔ ڈائرکٹروں نے اسے فوراً ہولڈرنس سکرٹری آف اسٹیٹ حصۂ جنوبی کے پاس بھیج کر یہ لکھا کہ اس کے ملاحظے سے جناب والا پر وہ دعاوی اور عذرات واضح ہو جائیں گے جو مسٹر ڈوپلے فرانسیسی قوم کی طرف سے پیش کر رہے ہیں۔ .... اگر مسٹر ڈوپلے وہاں رکھے گئے تو ملک کے اُس حصے میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ .... اگر فرانسیسی گورنمنٹ مسٹر ڈوپلے کی تجاویز کی تائید میں ہے یا اُن سے اپنی نارضامندی کا اظہار نہیں کرتی تو ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کسی طور سے بھی اپنا کاروبار تجارت جاری نہ رکھ سکیگی بلکہ انگریزوں کو ساحل کرومنڈل پر جہاں اس وقت اُن کی سب سے اہم نوآبادی ہے قدم رکھنا بھی دشوار ہو جائیگا[2]۔ اس کی اطلاع لارڈ البیمارلے کو دی گئی جو اُس زمانے میں انگلستان کی طرف سے بحیثیت سفیر پیرس میں مقیم تھے۔ انھوں نے اثنائے گفتگو میں اس کا ذکر سینٹ کونٹنٹ سے کیا۔ اُن کا بیان ہے کہ "میں اس حد تک بڑھ گیا کہ میں نے یہ دریافت کیا کہ جو کچھ مسٹر ڈوپلے کر رہے ہیں وہ ہمنوائی اعلیٰحضرت دین پناہ بادشاہ فرانس کی ہے؟ اس کے جواب میں سینٹ کونٹنٹ نے مجھ سے یہ کہا کہ مطلق نہیں بلکہ اُن کو (ڈوپلے کو) یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ وہی طرز عمل اختیار کریں جو تجارتی کمپنی کے افسر کو اختیار کرنا چاہیئے۔ نہ کہ وہ ناقابل فہم عمل جو اس عرصے میں اُن سے ظاہر ہوا[3]"۔ مگر مسٹر ڈوپلے کی کارروائی سے یہ انکار کافی نہیں متصور ہوا۔ ڈوبلر سے جو گفتگو ہوئی اُس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی کمپنی کی طرف سے ڈوپلے کو واپس بلانے کی تحریک کی گئی۔ اگرچہ کوئی امر ضبط تحریر میں نہیں آیا کیونکہ گفتگوئے متذکرۂ بالا ۲۷ جون میں جو نیو کاسل کے ساتھ ہوئی آبر پسنے کہا کہ "اس امر کو ظاہر نہ کیجئے مگر میں آپ کو میسو ڈوپلے کے متعلق پورا یقین دلاتا ہوں۔ آپ

---

[1] دیکھو خط مورخہ ۱۰ فروری ۱۷۵۳ء خط و کتابت زبان فرانسیسی ۱۷۵۳ء۔

[2] کمپنی بنام ہولڈرنس ۱۰ جنوری ۱۷۵۳ء (ڈالی۔ او۔ فرانسیسی ہندوستان میں جلد ۳)۔

[3] البیمارلے بنام ہولڈرنس ۱۴ مارچ ۱۷۵۳ء (پی۔ آر۔ او۔ بحر فرانس نمبر ۲۴۔)۔

فصل سوم

انگریزی کمپنی سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو شرط ڈوپلے کے متعلق ہے وہ خارج کردی جائے۔ اس سے میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ ماشلٹ کے اس فیصلے میں کہ فرانسیسی گورنر ہندوستان سے بلا لیا جائے سیاسی اغراض کو دخل تھا مگر اس خیال سے کہ یہ نہ معلوم ہو کہ انگریزی دباؤ سے ایسا کیا جارہا ہے وہ اُس کو علانیہ طور سے بیان کرنا نہیں چاہتا تھا۔

سیاسی اغراض کے علاوہ اور امور بھی اس فیصلے کے محرک تھے پانڈیچری کی حالت وہی ہوگئی تھی جو بعدہٗ بنگال کی ہوئی۔ چند اصاحب مظفر جنگ اور صلابت جنگ سب نے اپنی شکرگزاری کا اظہار فرانسیسیوں سے بذریعہ تحفہ و تحائف کے کیا تھا۔ لیکن ان کے پاس کوئی ایسا سرمایہ نہ تھا جیسا کہ نواب بنگالہ کے پاس تھا۔ اس لئے اُن کے تحفہ و تحائف بشکل عطائے جاگیر و محاصل کے ہوتے تھے۔ لیکن عرصہ ہوا تھا کہ ایسے تحائف کا قبول کرنا فرانس کے قانون سے ممنوع قرار پاچکا تھا اور اس مضمون کو زیادہ تر واضح کردینے کی غرض سے سنہ۱۷۰۵ء اور سنہ۱۷۵۱ء میں مزید احکام جاری ہوئے تھے۔ اس کے متعلق ڈوپلے نے صاف صاف نہایت عتاب آمیز مراسلات روانہ کئے تھے جس کی وجہ سے وہ کمپنی اور محکمۂ وزارت کی نگاہوں میں حقیر ہوگیا تھا اس واقعے سے ڈوپلے کے دشمنوں کی اس رائے کی تائید ہوگئی جو انھوں نے اُس کی نسبت قائم کی تھی اور اُس کے دوستوں کے لئے اُس کی طرفداری اور اُس کا بچاؤ دشوار ہوگیا تھا۔ عام طور سے یہ یقین کیا جانے لگا کہ کمپنی کے احکام پر نواب کے نذرانوں کو ترجیح دی جاتی اور ہر چیز بذریعہ رقم کے خریدی جاسکتی ہے اور کمپنی کا کوئی اختیار گورنر یا کونسل یا فوج پر باقی نہیں رہا ہے۔ منجملہ اور وجوہ کے ایک وجہ ڈوپلے کے واپس طلب کئے جانے کی یہ بھی تھی اور اسی بنا پر بعدہٗ لالی اصلاح کرنے کی ہدایات کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔

اب ہم پھر ساحل کرومنڈل کے معاملات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ گاڈھیو جس کو ماشلٹ نے ڈوپلے کی جگہ پر بھیجا تھا وہ اگست سنہ۱۷۵۴ء میں پانڈیچری پہنچا۔ انگریزی بیڑا شاہی افواج کو لے کر اُس وقت تک ہندوستان نہیں آیا تھا اور اس وجہ سے فرانسیسی بلحاظ تعداد کے بڑھے ہوئے تھے مگر گاڈھیو کو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ اگر ممکن ہو تو معاملات بمصالحت طے کرلئے جائیں۔ اس لئے اُس نے سونٹیٹرلیڈ کی فوج کے

فصل سوم

ایک دستے کو جسے ڈوپلے نے ایسے وقت میں گرفتار کر لیا تھا کہ وہ آسولا کی کشتیوں میں پانڈیچری کے ساحل کے قریب سے گزر رہی تھی چھوڑ دیا۔[51] انگریزی کمپنی نے بھی ایک عارضی صلح کے لئے اس شرط کے ساتھ احکام دئے تھے کہ اُس کی بنا پر ملک کے کسی حصے سے قبضہ نہ اُٹھایا جائے جب تک کہ اُس کی منظوری یورپ سے نہ ہو جائے۔[52] ستمبر میں انگریزی بیڑے کے آ جانے سے اگرچہ دونوں اقوام کی افواج میں بلحاظ تعداد کے مساوات نہ ہوئی مگر عام طور سے دونوں پلّے برابر سمجھے جانے لگے اور صلح کی گفت و شنید میں بہت آسانی پیدا ہو گئی۔ گاڈہیو نے آتے ہی جنگ بند کرنے کی تجویز کی تھی مگر معلوم نہیں کہ اس صلاح کی بنا پر جو اُس کو پانڈیچری میں دی گئی یا اپنی فوجی قوت کو زیادہ دیکھ کر وہ اگست میں اس خیال سے پھر گیا۔[53] ۴ ستمبر کو انگریزی مہم کا ایک حصہ قلعہ سینٹ ڈیوڈ میں پہنچ گیا اور ۲۲ ستمبر تک کل فوج آگئی۔[54] اس مہینے کے وسط میں گاڈہیو پھر اپنے ابتدائی خیال پر آگیا اور تین مہینے کے وقفۂ جنگ کی باضابطہ تحریک اُس کی طرف سے پیش ہو گئی تھوڑے سے غور کے بعد انگریزوں نے اُسے منظور کر لیا اور ۱۱ اکتوبر کو اس کا اعلان کر دیا گیا۔[55]

التوائے جنگ کا مقصد یہ تھا کہ عارضی صلح نامے کے متعلق گفت و شنید کا موقع مل جائے۔[56] ابتداءً یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید صلح کسی صورت میں بھی نہ ہو سکے۔ گاڈہیو

[51] یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ سمندر میں جنگ کس بنا پر ناقص امن سمجھی جاتی تھی اور ساحل پر لڑائی اُن حدود میں جو کمپنیوں کے قدیم حدود سے باہر تھے کیوں ناقص امن نہیں سمجھی جاتی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ سمجھا گیا ہو کہ سمندر میں جنگ کی نسبت یہ کہنا مشکل ہوگا کہ حلیفوں کے فوائد کے لئے تھی اور یہ عذر قابل قبول نہ قرار پائیگا اور نہایت آسانی کے ساتھ وہ عام جنگ قرار پا جائیگی۔

[52] مراسلہ عام از انگلستان ۲۰ اپریل ۱۷۵۴ء۔

[53] فوجی کونسل ۴ ستمبر ۱۷۵۴ء صفحہ ۱۹۰۔

[54] پبلک کونسل نمبر ۵ و ۲۹ ستمبر ۱۷۵۴ء۔

[55] فوجی کونسل ۱۲، ۲۶ و ۲۸ ستمبر ۱۷۵۴ء صفحات ۲۰۶، ۲۱۴ و ۲۲۳ وغیرہ۔

[56] عارضی صلح کا حکم صرف انگلستان سے تھا۔ گاڈہیو کو ہندوستان میں قطعی صلح کر لینے کی اجازت دی گئی تھی۔

فصل سوم

چاہتا تھا کہ دکن میں جو عطیات فرانسیسیوں کو دئے گئے ہیں وہ بحال رکھے جائیں۔ اس پر انگریزوں نے یہ تجویز کی کہ یہ تمام جلسے بیکار ہیں جب تک کہ پہلے یہ غیر محدود دعاوی مساوات کے درجے پر لاکر نہ قائم کئے جائیں[1]۔ جب گاڈ ہیو سے دریافت کیا گیا کہ وہ فرانسیسی کمپنی کی طرف سے کن کن اضلاع کا دعویدار ہے تو اُس نے یہ جواب دیا کہ میں اُن سب اضلاع کو چاہتا ہوں جن کے متعلق انگریز نہ یہ ثابت کر سکیں کہ وہ اُن کے مفاد کے خلاف ہیں۔ یہ معاملہ ایک کانفرنس میں پیش ہونے والا تھا۔ جب کانفرنس کی تاریخ قریب آئی تو گاڈ ہیو نے دفعتہ رائے بدل دی اور یہ کہہ کر اُس سے علیحدہ ہو گیا کہ اس کا قطعی فیصلہ ہندوستان میں نہیں ہو سکتا اور مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں یورپ سے مزید ہدایات کا انتظار کیا جائے[2]۔ انگریز وقفۂ جنگ کو بڑھانے کے لئے آمادہ نہ تھے جب تک کہ فرانسیسی دعووں کا فیصلہ نہ ہو جائے[3]۔ چند روز کے وقفے کے بعد دو نمائندے پانڈیچری بھیجے گئے اور ظاہر کیا گیا کہ وہ کسی کام کے لئے قلعہ سینٹ ڈیوڈ کو جا رہے ہیں اُن کو ہدایت یہ دی گئی تھی کہ وہ گاڈ ہیو سے قطعی جواب لے کر آئیں۔ گاڈ ہیو اُن شرائط پر راضی ہو گیا جو انگریزوں کی طرف سے پیش ہوئے تھے اور دسمبر کے آخر میں ایک عارضی صلح تک کے لئے وقفۂ جنگ منظور کر لیا گیا جب تک صلح کی منظوری یا نامنظوری کی اطلاع یورپ سے نہ آ جائے۔

عارضی صلح نامے سے مساوی قبضے کا اصول نہ صرف کرناٹک بلکہ اُن شمالی صوبہ جات کے لئے بھی قائم ہو گیا[5] جہاں فرانسیسیوں کے بڑے لمبے چوڑے دعوے تھے بظاہر یہ اُس سے دست برداری تھی جس سے اب تک فرانسیسی کمپنی نہایت سختی کیساتھ انکار کرتی رہی تھی۔ جو مورخ ڈوپلے کی مختلف یادداشتوں سے متاثر تھے اُنھوں نے

۱؎ فوجی کونسل ۲۱ر اکتوبر ۱۷۵۴ء صفحہ ۲۴۷۔

۲؎ گاڈ ہیو بنام سانڈرس ۲۷ر اکتوبر ۱۷۵۴ء۔

۳؎ ر ر ر ۷ر نومبر ۱۷۵۴ء (مدراس اور جنل سیریز)

۴؎ فوجی کاؤنسل ۱۵ر نومبر ۱۷۵۴ء صفحہ ۲۵۶۔

۵؎ صلحنامے کے لئے دیکھو کیمبرج صفحہ ۱۳۷ یا فوجی کونسل ۱۷۵۵ء صفحہ ۲۸۶۔

فصل سوم

اس معاملے کو بہت طول دیا ہے اور ان حقوق سے دست برداری کو فرانسیسیوں کے لئے موجب شرم اور صوبہ دار دکن کے شاہی حقوق کی تذلیل اور ڈوپلے نے جو منصوبے فرانسیسیوں کی فتوحات کے لئے قائم کئے تھے اُن کی بربادی کا موجب قرار دیا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے غالباً اس پر غور نہیں کیا ہے کہ یہ معاہدہ ایک عارضی معاہدہ تھا۔ اگر اُسکی شرائط پر دستخط ہوتے ہی عمل ہو جاتا اور مدراس سے یہ چاہا جاتا کہ وہ فوراً مسولی پٹم۔ راجمندری الیمور اور چینکاکول خالی کر دے اُس وقت البتہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ انگریزی قوت اور حکمت عملی نے فرانسیسیوں کو مغلوب کر دیا۔ مگر یہ کچھ نہیں ہوا۔ فرانسیسیوں کی ایک جمعیت بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹی۔ بسی اُسی طرح صلابت جنگ کے ساتھ رہا جس طرح کہ وہ پہلے تھا اور جو کچھ ڈوپلے نے حاصل کر لیا تھا وہ برقرار اور بحال رہا اور فرانسیسی اُن ممالک پر بدستور متصرف رہے جن کی آمدنی اسّی لاکھ بیان کی جاتی تھی مزید براں وہ اُن اخراجات کے بار سے سبکدوش ہو گئے جو انگریزوں سے برسر جنگ رہنے کی وجہ سے اُن پر عائد ہوتے تھے۔ اس طور سے گاڈہیو ان تمام اہم فوائد سے مستفید ہو گیا جو ڈوپلے نے حاصل کئے تھے اور اُن نقصانات سے محفوظ ہو گیا جو ڈوپلے کے طرز عمل کے لازمی نتائج تھے۔ اُس نے فرانسیسی کمپنی کو ایسی حالت میں کر دیا کہ وہ بہ اطمینان تمام اس امر کا فیصلہ کر سکے کہ اُس کو اپنے مقبوضات سے دست بردار ہونا چاہیئے یا ایسی فوج بھیجنی چاہیئے جو کامل طور سے انگریزوں کی قوت کو توڑ دے۔ گاڈہیو نے صلح نامے پر دستخط کرنے سے ایک دن پہلے بسی کو لکھا کہ جو کچھ اس میں درج ہے اُس سے تم کو پریشان نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اس کا مقصد صرف حصول مہلت ہے تاکہ کمپنی تمام حالات سے واقف ہونے کے بعد مناسب فیصلہ کر سکے بجائے اس کے کہ ہم کسی جز سے دست بردار ہوں ہم کو اپنی حالت ایسی کر لینی چاہیئے کہ ہمارے ہاتھ سے ایک انچ زمین بھی نہ جانے پائے[1] اس میں شک نہیں کہ گاڈہیو کا طرز عمل صاف دلی پر مبنی نہ تھا مگر وہ بالکل فرانسیسی مفاد کے مطابق تھا۔ ۱۷۵۶ء میں جس وقت جنگ چھڑی فرانسیسی اُن تمام ممالک پر قابض تھے جن پر ڈوپلے کے جائزہ دینے کے وقت اُن کا قبضہ تھا۔

---

[1] گاڈہیو بنام بسی ۲۵ دسمبر ۱۷۵۴ء (یادداشت بسی ۱۷۶۴ء صفحہ ۸۳)۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے معاہدہ کرنے کی جواب دہی جس سے الفاظ میں سب کچھ دیا گیا تھا مگر حقیقت میں کچھ نہیں دیا گیا تھا بہ نسبت گاڈہیو کے زیادہ تر انگریزی کونسل پر عائد ہوتی ہے۔ انگریزی کونسل نے جو کچھ کیا اس کی اول وجہ تو یہ تھی کہ انھیں کمپنی کی طرف سے حکم ملا تھا جس کی پابندی ان پر لازم تھی۔ کمپنی کا حکم یہ تھا کہ "ہم چاہتے ہیں کہ تم اس امر کے متعلق پوری کوشش کرو کہ فرانسیسی کمپنی کے ایجنٹ مقیم ہندوستان کے ساتھ ایک عارضی مصالحہ ہو کر تاکہ جنگ ختم ہو جائے۔ شرائط یہ ہونے چاہییں کہ فریقین میں سے کسی کو تحویل واپسی یا تخلیے کی ضرورت نہ ہو اس کا تصفیہ قطعی صلح نامے کی ترتیب کے وقت.................. اور یہ منظوری دونوں سلطنتوں سے ہوگا[1]۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ دشمن کی قوت کو پورے طور سے توڑ دینے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ فرانسیسی جیسا کہ سانڈرس نے آرنس سے شکایت کی ہمیشہ انگریزوں کے مقابلے میں المضاعف جمعیت بھرتی کر کے بھیجتے رہتے تھے[2]۔

چونکہ کہا جاتا ہے کہ ڈوپلے کی ناکامی کا باعث یہ تھا کہ اس کو فرانس سے کافی فوجی مدد نہیں ملی۔ اس لئے یہ امر کسی قدر تفصیل کا محتاج ہے۔

سنہ ۱۷۵۰ء تا ۱۷۵۴ء یعنی اس چار سال کے عرصے میں فرانسیسی کمپنی نے ڈوپلے کے پاس کم سے کم (۲۶۴۵) جدید سپاہی بھرتی کر کے بھیجے جس میں سے (۲۵۰۰) ہندوستان پہنچے[3]۔ اسی عرصہ مدت میں انگریزی کمپنی نے مدراس میں صرف (۱۲۵۸) سپاہی بھیجے تھے[4]۔ اس میں ان (۶۰۰) بنگال کے بھرتی شدہ لوگوں کو بھی شریک کر لینا چاہیئے جو مدراس میں روک لئے گئے تھے[5]۔ اور نیز اس مدد کو جو وقتاً فوقتاً بنگال اور بمبئی سے آتی رہی اور جو (۳۰۰) یورپین سے زیادہ نہ تھی۔ اس طور سے ڈوپلے کے پاس

---

[1] مراسلۂ انگلستان ۳۰ر اپریل ۱۷۵۴ء۔

[2] فوجی کونسل ۳۰ر جولائی ۱۷۵۴ء صفحہ ۱۴۹۔

[3] کلرڈو صفحہ ۲۰۰۔

[4] فہرست اشخاص جدید بھرتی شدہ مندرجۂ مراسلۂ انگلستان۔

[5] فوجی کونسل ۳۰ر جولائی ۱۷۵۴ء صفحہ ۱۴۹۔

فصل سوم

(۴۰۰) سپاہی انگریزوں کی بہ نسبت زیادہ پہنچے۔ اُس کے پاس پہلے سے (۱۲۰۰) یورپین تھے جس وقت انگریزوں کی جمعیت (۸۰۰) سے زیادہ نہ تھی۔ اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ ڈوپلے نے بہ نسبت انگریزوں کے یورپین سپاہیوں کے لحاظ سے بہتر حالت میں تھا۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ انگلستان سے بھرتی کر کے بھیجے گئے تھے وہ فرانس کے لوگوں سے بہتر تھے۔ ترچناپلی کے نواح میں جو لڑائیاں ہوئیں اُن میں اکثر ہر مرتبہ فرانسیسیوں نے اپنے مساوی یا کم تعداد کی فوج سے شکست کھائی۔ اس سے بظاہر اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔ اس میں کچھ کلام نہیں ہوسکتا کہ فرانس کے جدید بھرتی شدہ سپاہی نہایت ادنی درجے کے لوگ تھے وہ بدمعاش ہوتے تھے یا کم سن۔ ڈوپلے نے اُن کو دُآبادی کی تلچھٹ" سے ملقب کیا تھا۔ فرانسیسیوں نے یہ کام ایک انجینیر کے سپرد کیا تھا جو قید خانے کو بھرتی کے لئے سب سے بہتر مقام تصور کرتا تھا اور کمپنی کی فوج کی کمی کو پورا کرنے کے لئے بدمعاش۔ مفرور سپاہی اور قاتل بھرتی کر کے بھیج دیتا تھا۔[1]

اس کے خلاف بیان کیا جاتا ہے کہ انگریزوں کی بھرتی سوئیٹزرلینڈ کے سپاہیوں اور باضابطہ فوج کے جنگ آزمودہ سپاہیوں سے تھی۔[2] ایک اور مورخ لارنس کے گران ڈیل سپاہیوں کو سوئیٹزرلینڈ کا بتاتا ہے اور ترچناپلی کے گرد ونیش کی لڑائیوں کی تمام نیکنامی انھیں کو دیتا ہے۔[3] یہ کمپنی کی فوج کے ساتھ سخت بے انصافی ہے (۱۸۰۰) جدید بھرتی شدہ سپاہیوں میں سے جو مدراس میں اُترے صرف (۵۰۰) سوئیٹزرلینڈ کے باشندے تھے۔[4] جو یقیناً اپنے سے پنجگونہ فرانسیسیوں کو شکست نہیں دے سکتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ انگریزی سپاہی بھی اُسی طرح بھرتی کئے گئے جسطرح فرانسیسی کئے گئے تھے۔

---

[1] کلارک صفحہ ۳۰۱۔

[2] ہیمنٹ صفحہ ۲۵۵۔

[3] کلارک صفحہ ۲۱۴

[4] ولسن مدراسی فوج جلد ۱ صفحہ ۶۳۔

فصل سوم

انگریزی کمپنی کا بھرتی کرنیوالا افسر سوسبی نامی مشہور بدچلن شخص تھا؎۔ انگریزی سپاہیوں کو بمقابلہ فرانسیسی سپاہیوں کے جو تفوق تھا وہ غالباً قواعد اور ضوابط کی بنا پر تھا جو لارنس نے اپنے سپاہیوں اور اپنے ماتحت عہدہ داروں پر عائد کئے تھے۔ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی فوج کے افسر فرانسیسی افسروں سے بہتر تھے اور انگریزی فوج زیادہ تر فرماں بردار تھی۔

مفصلۂ بالا واقعات سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ڈوپلے بیسر و سامان نہیں چھوڑ دیا گیا تھا اور گاڈہیو نے ہندوستان میں فرانسیسی مفاد سے چشم پوشی نہیں کی۔ واقعہ یہ ہے کہ جس جنگ میں دونوں کمپنیاں پھنسی ہوئی تھیں اُس نے دونوں کو بیجان کر دیا تھا اور دونوں دم لینے کی مہلت چاہتی تھیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ جب دوبارہ لڑائی کرناٹک میں شروع ہوئی اُس وقت انگریزوں کا پلہ بحری قوت کی بنا پر جس سے اُس زمانے میں جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں کوئی کام نہیں لیا گیا تھا بھاری ہو گیا تھا اور زیادہ تر شاہی عہدہ داروں اور شاہی فوج سے کام لیا جانے لگا تھا کیونکہ کمپنی بغیر سلطنت کی مدد کے ایسی لڑائی جاری نہیں رکھ سکتی تھی اور اب اُس کے مقاصد نے قومی رنگ اختیار کر لیا تھا۔

اب ہم بسی کی اُس حیثیت پر غور کریں گے جو اُس نے اس عرصے میں دکن میں پیدا کر لی تھی اور اُن خیالات اور حکمت عملی کی نوعیت کی جانچ کریں گے جو ڈوپلے اور اُس کے قابل تر نائب بسی کے دماغ میں موجزن تھی۔

؎ آئی۔ او۔ متفرق خطوط (۱۷۵۰۔۵۹) نمبر ۱۴۱-۱۴۲۔

فصل چہارم

بسی دکن میں

مورخوں میں یہ بات عام طور سے مشہور ہے کہ ہندوستان کی فتح میں انگریزوں نے وہی طریقے اختیار کئے جو فرانسیسیوں نے اختیار کئے تھے۔ البتہ خوش قسمتی سے اُن کے استعمال کے لئے انگریزوں کو بہتر مواقع مل گئے۔ یہ بہت کچھ صحیح ہے کہ بسی نے جو طرز عمل دکن میں اختیار کیا تھا تقریباً وہی طرز عمل کلائیو کا بنگال میں رہا۔ جو فوائد ان دونوں اشخاص نے حاصل کئے اور جو مشکلیں انھیں پیش آئیں اور جو طرز عمل انھوں نے اختیار کیا ان میں بہت زیادہ تشابہ پایا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایسے واقعات پیش آئے جو فطری طور سے یکساں تھے اور دونوں اشخاص کا مزاج باوجود طبعی اختلاف کے ایک دوسرے سے مشابہ تھا۔

بسی کے حالات کا دکن میں مجملاً بیان کر دینا ہمارے موجودہ مقصد کے لئے بالکل کافی ہوگا۔ ۱۷۵۰ء میں ناصر جنگ کی شہادت کے بعد اُن کا خزانہ لوٹ لیا گیا۔ اُن کے بھائی گرفتار ہو گئے اور اُن کی فوج برخاست کر دی گئی۔ اُن کے رقیب اور بھانجے مظفر جنگ کو قید خانے سے نکال کر فتحمند فرانسیسیوں نے دکن کا صوبہ دار بنا دیا۔ اب نواب نظام الملک کے بڑے فرزند غازی الدین خاں کے سوائے کوئی اور خوفناک دعویدار باقی نہ رہا لیکن وہ اُس وقت دور دراز مقام یعنی دہلی میں تھے اس لئے ڈوپلے نے مظفر جنگ کو صلاح دی کہ وہ بلا تعویق آگے بڑھ کر حیدر آباد اور اورنگ آباد پر قابض ہو جائیں۔ اور یہ تجویز کی کہ فرانسیسی فوج اُن کے ساتھ رہے

فصل چہارم

تاکہ اگر کوئی مزاحمت پیش آئے تو اُس کا اندفاع بہ آسانی ہو سکے۔ اس جمعیت کی سرکردگی کیلئے بسی کا انتخاب کیا گیا اور اُس کے عذرات کا دفعیہ چار لاکھ روپے کے نذرانے سے کیا گیا[1]۔ اور جمعیت کے ہر شخص کو تین مہینے کی تنخواہ پیشگی دلائی گئی اور اس کے علاوہ ہر ایک کو حسب حیثیت تحفے بھی دیے گئے[2]۔ یہ مہم ان لوگوں کے لئے جو اس میں شریک تھے بیحد فائدہ مند مقصود ہوتی تھی جس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ اس میں ڈوپلے کے دو رشتہ دار بحیثیت دوئم اور سوئم کمانڈروں کے شریک کئے گئے تھے اوّل اس کا بھتیجا کرجین دوسرے ونسنس اُس کی بیوی کا بیٹا۔ ان افسروں کے تحت میں (۳۰۰) یورپین (۱۸۰۰) دیسی سپاہی اور (۱۰) میدانی توپیں تھیں۔ بسی کو جو ہدایت دی گئی تھی وہ صرف اس قدر تھی کہ وہ حیدرآباد تک مظفر جنگ کے ساتھ رہے۔ حیدرآباد پہنچ کر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ اس مدد کے معقول معاوضے کے ساتھ مسولی پٹم واپس آجائیگا۔

اس فرانسیسی جمعیت کی ضرورت کا ثبوت بہت جلد مل گیا۔ جن سرداروں نے سازش کر کے نواب ناصر جنگ مرحوم کو شہید کرا دیا تھا وہ اب اُن کے جانشین اور بھانجے کے خلاف ہو گئے اور جوں ہی مظفر جنگ نواب کڑپہ کے علاقے میں داخل ہوئے اُن پر حملہ کر دیا گیا[3]۔ اس معرکے میں مظفر جنگ مارے گئے اگرچہ فرانسیسی فوج بالآخر غالب آئی۔

اس خبر سے محمد علی اور انگریزوں کو بڑی خوشی ہوئی مگر ان کی یہ خوشی قبل از وقت تھی[4]۔

---

[1] کلز صفحہ ۲۶۱۔

[2] تنخواہوں کی جو شرح مقرر ہوئی تھی وہ صرف حیدرآباد تک کے لئے تھی وہاں پہنچ کر جدید شرائط کا ہونا قرار پایا تھا۔ پانڈیچری سے روانہ ہونے کے ساتھ ہی بسی کو بارہ سو۔ کرجین (نائب سرگردہ) کو ایک ہزار۔ لفٹنٹوں کو پانچ پانچ سو۔ انسائین کو تین سو روپے اور معمولی سپاہیوں کو تیس روپے ماہوار دینا قرار پایا تھا۔ کمپنی کی ملازمت میں رہنے کی حالت میں کپتانوں کی تنخواہ (۹۰) لیور (تقریباً ۳۶ روپے) لفٹنٹوں کی (۶۰) لیور انسائین کی (۴۵) لیور مع بعض دوسرے مد خرچ کے ملتے تھے اور معمولی سپاہیوں کو دو پگوڈے (یعنی تقریباً سات روپے)۔

[3] بمقام رائی چوٹی جو اسی نام کا تعلقہ واقع ضلع کڑپہ ہے۔

[4] یہ خداداد ہے اور میں اپنی مخلصانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں (محمد علی بنام سانڈرس مدراس کی دیسی خط و کتابت بابتہ ۱۷۵۱ء صفحہ ۱۱)

فصل چہارم

فوج کے سرداروں نے یہ تجویز پیش کی کہ ناصر جنگ کے بھائی صلابت جنگ کو
صوبہ دار بنانا چاہیئے بسی نے اس سے اتفاق کیا اور پٹھانوں کی سازش کا نتیجہ صرف
یہ ہوا کہ ایک مغلئی امیر کی جگہ دوسرا مغلئی امیر قائم ہوگیا۔ جدید نواب کو فرانسیسی فوج کی
امداد کی ویسی ہی ضرورت اور محتاجی تھی جیسی مرحوم نواب کو تھی۔ جدید نواب سے چاہا
گیا کہ وہ یہ ثابت کریں کہ وہ فرانسیسی قوم کے عموماً اور جو لوگ اس معاملے میں سربرآوردہ
تھے ان کے خصوصیت کیساتھ ممنون ہیں۔ جو سند مسولی پٹم اور جزیرۂ دیوی کی دی گئی تھی
نواب صاحب نے اس کی تجدید کی اور مسولی پٹم کے گرد و نواح کے اور چند مواضع
اس میں اضافہ کئے۔ ایک رقم بطور عطیے کے اپنی فوج کو دی اور فرانسیسی فوج کے ساتھ
غیر معمولی فیاضی کا برتاؤ کیا گیا[1]۔ اس کے بعد فوج نے آگے بڑھ کر دریائے کرشنا کو عبور
کیا یہاں انھیں معلوم ہوا کہ مرہٹے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ مقابلے کے لئے موجود
ہیں مگر صلابت جنگ نے ان کو دو لاکھ روپے دے کر راضی کرلیا[2] اور نواب حیدرآباد
پہنچ گئے۔ حیدرآباد میں ناصر جنگ بڑا خزانہ چھوڑ گئے تھے جو صلابت جنگ کے
ہاتھ آیا اور اس روپے سے انھوں نے اپنی فوج کی تنخواہیں دیں اور پھر فرانسیسی
افسروں اور فوج کو بڑے بڑے نذرانے دئے گئے[3]۔

یہ نذرانے آئندہ کی خدمات کے لئے بطور پیشگی رقم کے تھے جو معاہدہ ڈوپلے
نے مظفر جنگ سے کیا تھا اس میں یہ شرط تھی کہ فرانسیسی حیدرآباد تک ساتھ رہیں گے
مگر صلابت جنگ اپنے دربار کی سازشوں، مرہٹوں کے اختلاف اور اپنے بھائی
غازی الدین خاں کی رقابت کی وجہ سے یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ تنہا چھوڑ دئے جائیں
اس لئے انھوں نے بسی اور اس کے افسروں[4] کو بہت کچھ دے دلا کر رضامند کرلیا

[1] ڈوپلے بنام وزارت۔ ۱۰ اجون ۱۷۵۱ء (صحیفۂ نوآبادیات) مجھ کو اس رقم کی مقدار نہ معلوم ہوسکی جو فرانسیسی فوج کو دی گئی تھی۔ خود ڈوپلے کو ایک کثیر رقم ملنے کی امید تھی (کلٹر و صفحہ ۲۶۲)۔

[2] یادداشت ڈوپلے (۱۷۵۹) صفحہ ۷۰۔ مراسلۂ متذکرۂ بالا میں ڈوپلے نے اس واقعے کو غیر معمولی طور سے اہم کرکے دکھایا ہے اور دو لاکھ کی رقم کو تبادلۂ تحائف ظاہر کیا ہے۔ مقصد ظاہر ہے۔

[3] ڈوپلے بنام وزارت۔

[4] بسی کو صلابت جنگ سے اسی زمانے میں (۳۸۰۰۰) روپے ملے (کلٹر صفحہ ۳۴۷)

فصل چہارم

اور ڈوپلے کو بہت زور دے کر لکھا کہ وہ بسی کو ان کے ساتھ اورنگ آباد تک جانے کی اجازت دے جو حیدرآباد سے تقریباً تین سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ڈوپلے اس امر پر رضامند ہوگیا اور اس نے (۱۰۰) یورپین اس کمی کو پورا کرنے کے لئے بھیج دیئے جو بسی کے فرانسیسی سپاہیوں میں ہوگئی تھی[1]۔ اس کے معاوضے میں صلابت جنگ نے فرانسیسیوں کو مزید اسناد عطا کئے۔

وسط جون میں نواب صلابت جنگ اورنگ آباد پہنچے۔ یہاں پہنچ کر فرانسیسیوں نے پھر اپنی روانگی کی دھمکی دی جو قبل ازیں اس قدر نفع بخش ثابت ہوچکی تھی۔ اس مرتبہ بسی نے اس سے بجد مفید کام لیا۔ جب مظفر جنگ نے ڈوپلے کو دریائے کرشنا کے جنوبی ملک کا گورنر مقرر کیا تھا تو اس کے اختیارات کی کوئی صراحت یا توضیح نہیں ہوئی تھی[2] اور نہ انھوں نے کوئی خاص صورت اختیار کی تھی۔ بعد کسی قدر بحث کے ڈوپلے نے یہ تجویز پیش کی کہ اسے ایک لاکھ روپیہ ماہانہ دیا جایا کرے جس کے معاوضے میں وہ (۲۰۰۰) یورپین فوج رکھیگا اور جو کچھ اس ملک کی آمدنی سے پس انداز ہوگا وہ اورنگ آباد کے خزانے میں داخل کرتا رہیگا۔ وہ اپنے آپ کو نواب کے خطاب سے مخاطب کرے گا اور اپنی طرف سے کسی شخص کو نائب مقرر کریگا جو تفصیلی کام اس کی ہدایت کے مطابق انجام دیگا[3]۔ ڈوپلے کا یہ مراسلہ راستے ہی میں ہوگا کہ بسی کا مراسلہ آگیا جس سے معلوم ہوا کہ صوبہ دار دکن نے امداد اور دوستی کی شرط پر ممالک ارکاٹ ترچناپلی اور مدورا ڈوپلے کو بغیر کسی قسم کے پیشکش سالانہ کے عطا کردئے ہیں جو اس کے انتقال کے بعد فرانسیسی قوم کی ملک متصور ہوں گے۔ اس طور سے تمام کرناٹک یا کم ازکم اس حصے کی آمدنی جو چندا صاحب سے وصول کی جاسکتی تھی فرانسیسیوں کے قبضۂ اقتدار میں آگئی۔ بسی کے خطوط کے انتخابات بھیج کر ڈوپلے لکھتا ہے کہ[4] ان خطوط سے آپ کو ایک ایسے واقعے کا پتا چلیگا جو میرے ذہن میں بھی نہ تھا اور جو محض

---

[1] ڈوپلے بنام وزارت (حوالہ حسب سابق) بسی (۳۰۰) یورپین ساتھ لیکر چلا تھا اور یہی تعداد انکی ۱۷۵۱ء میں تھی (کلٹر و صفحہ ۱۶۸)۔

[2] صلابت جنگ کی مجد د سند مورخہ ۸۔ مارچ ۱۷۵۱ء مراسلت متعلقہ معاہدات میں طبع ہوچکی ہے صفحہ ۲۰۶۔

[3] ڈوپلے بنام بسی ۲۸۔ اکتوبر ۱۷۵۱ء (کلٹرو صفحات ۹-۲۶۸)۔

فصل چہارم

میسوڈی بسی کی کارگزاری کا نتیجہ ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ آرکاٹ کی حکومت قوم کے ہاتھ آئی جاتی ہے۔ شاہی خزانے میں سالانہ رقم کا داخل کرنا بھی اُسی کے اختیار میں رہیگا۔ یہ معاملہ جو قومی مفاد کے لحاظ سے بیحد اہم ہے خاص توجہ کا محتاج ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے سے آپ لوگوں کو ہندوستان میں لگانے کے لئے رقم بھیجنے کی ضرورت باقی نہ رہیگی"۔[۱]

اس نمایاں کامیابی کے بعد فرانسیسیوں کو ایک دشوار کام پیش آ گیا۔ مرہٹوں نے بالاجی راؤ کے تحت میں دکن پر حملہ کیا اور یہ لڑائی چند روز جاری رہی اس میں بسی کے توپ خانے نے اس طرح کام دیا کہ دشمن کو صرف ایک لاکھ روپے کی حقیر رقم پر صلح کر لینے کے سوائے کچھ اور نہ بن پڑا۔ مگر ثابت ہوا کہ یہ صرف پہلا قدم تھا۔ اگرچہ ۱۷۵۲ء کے ابتدا میں صلح ہو گئی تھی مگر بالاجی راؤ پھر صلابت جنگ کے ممالک میں آ داخل ہوا یہ فرانسیسیوں کی امیدوں کے بالکل خلاف تھا جنھوں نے صلابت جنگ اور بالاجی کے درمیان دوستی کا خیال قائم کر لیا تھا جس کے ذریعے سے ڈوپلے کو یہ امید تھی کہ وہ مشرقی ہندوستان کے جلد جلد بدلنے والے سیاسی حالات میں ایک حد تک استقامت پیدا کر دیگا[۲] مگر بالاجی اپنا فائدہ اس میں سمجھتا تھا کہ وہ صلابت جنگ کے بھائی ور رقیب غازی الدین خاں کی طرفداری کرے۔

اس کے ساتھ ہی بالاجی راؤ نے انگریزوں سے مدد طلب کی اور اپنے وکیل مدراس اور بمبئی دونوں جگہ بھیجے۔ مدراس والے اس موقع کی وقعت سے ناواقف نہ تھے لیکن وہ فوجی امداد نہیں دے سکتے تھے کیونکہ مرہٹوں اور اُنکے بیچ میں صلابت جنگ اور بسی کی فوجیں حائل تھیں[۳]۔ مگر بمبئی کی کونسل نے سیاسی دور اندیشی سے مطلق کام نہیں لیا اور اپنے مقامی مفاد کو اس قومی مفاد پر ترجیح دی جسکے لئے

---

[۱] ڈوپلے بنام کمپنی ۱۹ فروری ۱۷۵۲ء (دفتر نو آبادیات) کلائیو نے بنگال میں جو عطیات لئے تھے اُن کی نسبت تقریباً یہی الفاظ استعمال کئے تھے۔

[۲] دیکھو ڈوپلے بنام بسی مندرجہ تاریخ ہیمنٹ صفحہ ۲۱۱ - ۲۱۰۔

[۳] مراسلۂ مدراس بنام انگلستان مورخہ ۲ نومبر ۱۷۵۲ء۔

فصل چہارم

انگریز اور فرانسیسی لڑ رہے تھے اگر اُس وقت دکن کے معاملات میں انگریزوں کی مداخلت قوت اور انتظام کے ساتھ ہو جاتی تو اس سے اہم نتائج پیدا ہونے کی امید کی جا سکتی تھی مگر بمبئی صلح اور تجارت کی طرف اس قدر مائل تھی کہ اُس نے اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور جب تک وہاں کا صدر نشین مدراس کو لکھے اور اُسکا جواب آئے یہ موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

اُس وقت ایک کثیر جماعت صلابت جنگ کے خلاف جمع ہو گئی تھی کیونکہ مرہٹوں کے دو بڑے سردار بالاجی راؤ اور رگھوجی بھونسلہ غازی الدین خاں کے طرفدار تھے اور بسی بے حد پریشان تھا۔ اسی زمانے میں وہ ڈوپلے کو ایک خط میں لکھتا ہے کہ ممکن ہے کہ مجھ کو صلابت جنگ کو لے کر مسولی پٹم یا پانڈیچری تک ہٹ آنا پڑے۔ اس کے جواب میں ڈوپلے نے جو کچھ لکھا وہ یہ تھا کہ (۳۰۰) یورپین سپاہیوں کی مدد اور بھیجی جاتی ہے اور اگر کچھ نہ بن پڑے تو اس انتظام کا امکان تو ضرور ہے کہ صلابت جنگ غازی الدین خاں کے نائب شمار ہوں اور اگر صلابت جنگ کا معاملہ بگڑ جائے تو فرانسیسی مدد اُن کے رقیب کو اسی شرط کے ساتھ دی جائے کہ جو عطیات فرانسیسیوں کو دئے جا چکے ہیں وہ بحال خود برقرار رہیں[۱]۔ تھوڑے عرصے کے بعد بسی کی حالت اور زیادہ خوفناک ہو گئی اُس کے مراسلات کے جواب میں ڈوپلے لکھتا ہے کہ میں تمھاری خبروں سے لرز رہا ہوں اگر تم نے مجھے اپنی اس حالت سے اس سے قبل اطلاع دی ہوتی تو میں تمھیں واپس بلا لیتا[۲]۔

یہ خطرناک حالت صحیح مشرقی طریقے سے دفع ہو گئی۔ صلابت جنگ کی والدہ نے غازی الدین خاں کو اورنگ آباد میں زہر دیدیا[۳]۔ اب مقابلے میں صرف

---

[۱] یہ مراسلہ ہیمنٹ میں درج ہے صفحہ ۲۲۷۔

[۲] ڈوپلے بنام بسی ۱۶ دسمبر ۱۷۵۲ء (ہیمنٹ صفحہ ۲۲۹) نیز دیکھو یادداشت بسی (۱۷۶۴) صفحہ ۱۹-۱۸۔

[۳] معلوم نہیں کہ مصنف نے یہ بیان اس قدر وثوق کے ساتھ کس بنا پر کیا ہے۔ تاریخ رشید الدین خانی وغیرہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ غازی الدین خاں نے اورنگ آباد میں ہیضہ کیا اور اسی میں انکا انتقال ہو گیا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انکو زہر دیا گیا تھا مگر زہر دینے والے کا نام ہماری تاریخوں میں نہیں بتایا گیا ہے۔ مترجم

مرہٹے رہ گئے۔ اس وقت صلابت جنگ اور فرانسیسی حیدر آباد سے شمال و مغرب کی جانب بیدر کے قریب تھے اور ان کا کیمپ تقریباً بالاجی راؤ کے سواروں سے محصور تھا[1]۔ اگرچہ مرہٹوں کے براہ راست حملے کامیاب ثابت نہیں ہوئے مگر بسی نے اسی زمانے میں ایک مرتبہ یہ خیال کیا کہ اسے مرہٹوں سے معقول شرائط نہ حاصل ہونے تک صلابت جنگ کو لے کر بیدر میں قلعہ نشین ہو جانا چاہیئے مگر بالاجی راؤ نے جنگ کو اس حد تک طول دینا اپنے مصالح کے مطابق نہیں تصور کیا اور صلح کی گفتگو شروع ہو گئی۔ مرہٹوں نے اپنے وکیل اور بسی نے اپنے افسروں کو بھیجا۔ صلابت جنگ کے درباریوں کو یہ پسند نہ تھا کہ فرانسیسیوں کے ذریعے سے صلح ہو مگر بسی اس مخالفت کو مغلوب کر کے ۲۲ر نومبر کو خود بالاجی راؤ سے جا کر ملا اور صلح ان شرائط پر ہو گئی کہ مرہٹوں کو وہ سب چیزیں حوالے کر دی جائیں جن کا غازی الدین خاں نے وعدہ کیا تھا بجز ساٹھ لاکھ روپے کے جو صلابت جنگ کے امکان سے باہر تھا۔ اس لڑائی کا خاتمہ بھی دوسری لڑائیوں کی طرح جو بسی کو مرہٹوں سے لڑنی پڑیں یہ ثابت کر رہا ہے کہ مورخین نے جو کچھ بسی کی فتوحات کے متعلق لکھا ہے وہ قابل وثوق نہیں ہے۔ بسی کی فوجیں اگرچہ مرہٹوں کے حملوں کو بہ آسانی روک سکتی تھیں مگر وہ کبھی اس تعداد میں نہیں ہوئیں کہ مرہٹوں کو کامل شکست دے سکتیں[2]۔ اس کے چند روز بعد ہی مرہٹوں کے دوسرے سردار راگھوجی بھونسلہ نے مختلف لڑائیوں کے بعد برار میں جاگیر عطا کئے جانے کی شرط پر صلح کر لی۔

اس صلح کے ہو جانے پر ضلع گندھور اور فرانسیسیوں کے نذر کیا گیا اگر شرائط صلح کے لحاظ سے اندازہ کیا جائے تو فرانسیسیوں نے ایسی فتوحات حاصل نہیں کی تھیں جس کا دعویٰ بعد کیا جانے لگا مگر اس میں شک نہیں کہ انھوں نے صلابت جنگ کو

---

[1] مقابلہ کرو بالاجی راؤ کا بیان مدراس کی دیسی خط و کتابت میں ۱۷۵۳ء صفحہ ۱۔

[2] دیکھو مراسلہ بسی بنام ڈوپلے مورخہ ۲۸ر نومبر ۱۷۵۲ء (یادداشت بسی ۱۷۶۲ء صفحہ ۱۲۲) صلح نامہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ۵ر اگست ۱۷۵۲ء کی تاریخ غلط ہے) خطوط معاہدات میں درج ہیں۔ صفحہ ۲۶۳-۲۶۲-

فصل چہارم

صوبہ داری دکن پر بہت کم مصارف سے قائم کر دیا اگر اُن کی مدد شامل نہ ہوتی تو صلابت جنگ کو اس سے بہت زیادہ صرف کرنا اور دینا پڑتا۔ ضلع گنٹور بسی کو عطا کیا گیا تھا مگر اس نے فوراً اُسے کمپنی کے حوالے کر دیا۔ یہ ضلع بلحاظ دولتمندی کے مشہور تھا اور ان قطعات سے متصل تھا جو مسولی پٹم کے گرد و نواح میں اس سے قبل فرانسیسیوں کو دئے جا چکے تھے۔ اس ضلع میں وہ مختلف قسم کے سوتی کپڑے تیار ہوتے تھے جن کا بڑا حصہ یورپ بھیجا جایا کرتا تھا اس لئے اُس کا قبضے میں آجانا بڑی بات تھی۔ جب ڈوپلے کو اس کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ کمپنی کو جس قدر ملک کی ضرورت تھی وہ اُس کو مل گیا۔ اور یہ لکھا کہ "شمال میں ہمیں جس قدر ملک اس وقت مل گیا ہے اُسی پر ہم کو قناعت کرنا چاہیئے"[1]

مگر بسی اُس کامیابی پر جو اُسے حاصل ہو چکی تھی قانع ہونے والا نہ تھا۔ صلابت جنگ کی فوج کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی۔ مہاجنوں نے مزید قرضہ دینے سے انکار کر دیا تھا سپاہیوں نے ایکا کر کے قسم کھائی تھی اور قریب تھا کہ باغی ہو جائیں۔ یہی ایک مصیبت نہ تھی عام شورش یہ تھی کہ فرانسیسیوں نے تمام دکن کی دولت لوٹ لی ہے۔[2] بسی کی مایوسی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ صلابت جنگ کو اس عہدے پر قائم رکھنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے .... موجودہ حالت میں اگر کوئی جدید دعویدار پیدا ہو جائیگا تو سب اُسی کی طرف مائل ہو جائیں گے"۔ اس بنا پر اُس کی یہ تجویز تھی کہ وہ صلابت جنگ کو بحال خود چھوڑ کر اپنی تمام فوج کے ساتھ مسولی پٹم چلا جائے[3] "صلابت جنگ سے کبھی یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنی مالی حالت کو درست کر سکیں گے مال کا انتظام نہایت خراب ہے .... ہر طرف لوٹ مچی ہوئی ہے۔ مال گزار رقم واجب الادا میں سے صرف نصف حصہ ادا کرتے ہیں .... میں نہیں سمجھتا کہ وہ کسی زمانے میں بھی اُتنا خزانہ جمع کر سکیں گے جتنا نواب نظام الملک

---

[1] یادداشت خدمات بسی (۱۷۶۴) صفحات ۲۱-۲۰۔

[2] دیکھو محمد علی کے وکیل کی رپورٹ دیسی خط و کتابت ۱۷۵۳ صفحہ ۸۔

[3] بسی بنام ڈوپلے ہیمنٹ صفحہ ۲۳۹۔

فصل چہارم

چھوڑ گئے تھے[1] بسی نے راجمندری - ایلور سیکاکول اور گنٹور کے اضلاع طلب کئے تھے مگر اس میں اُسے کامیابی نہیں ہوئی - وجہ یہ تھی کہ امرائے دربار فرانسیسیوں کے سخت خلاف تھے - ان حالات اور واقعات میں بسی نے ایک نیا منصوبہ باندھا اگرچہ اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی مگر اس سے اُس طرز عمل کا پتا چلتا ہے جو وہ اور ڈوپلے ایسے مواقع پر اختیار کرتے تھے - صلابت جنگ ایک عرصے سے اس خیال کے درپے تھے کہ اپنے بھائیوں کو نظربند کردیں - ایک زمانے میں اس کام کے لئے قلعۂ بیدر تجویز ہوا تھا مگر بسی نے کہا یہ امر یقینی ہے کہ اُنکے محافظ رشوت لے کر انھیں چھوڑ دیں گے - وہ لکھتا ہے کہ "میں نے نوابصاحب کو سب لوگوں کی طرف سے مشتبہ کر کے یہ صلاح دی ہے کہ وہ پانڈیچری بھیج دئے جائیں .... اس اَوّل (یرغمال) کے ہمارے ہاتھ میں رہنے سے نوابصاحب ہمارے قابو سے نہ نکلنے پائیں گے"[2]

ڈوپلے اس کم ہمتی پر ایسے وقت میں کہ خوش قسمتی سے غازی الدین خاں باقی نہ رہے تھے اور مرہٹوں سے صلح ہوگئی تھی - بیحد برہم ہوا اور اُس نے جنوری ۱۷۵۳ء میں بسی کو لکھا کہ صلابت جنگ کو چھوڑ کر چلا آنا صرف اُسی وقت ممکن ہے جبکہ فوجی کونسل اس کی رائے دے - دربار کے جو امیر ہمارے مخالف ہیں انھیں اور خصوصاً سید لشکر خاں کو کسی طرح راضی کرلینا چاہیئے معاملات کو اس نوبت تک پہنچانے اور اُن تمام مشکلات کا مقابلہ کرنے کے بعد جو نواب کو صوبہ دار بنانے اور قائم رکھنے میں پیش آئیں انتہائی کامیابی حاصل کئے بغیر اس طور سے چلے آنا عقل اور عزت دونوں کے خلاف ہے - اگر ضرورت لاحق ہو تو سید لشکر خاں کا کام کیوں نہ تمام کردیا جائے - اس بہی فعل سے نواب اور فرانسیسی دونوں محفوظ ہوتے جاتے ہیں -

اس عرصے میں بسی پریشانیوں اور بیماریوں میں مبتلا ہوکر پہلے حیدرآباد اور بعدہ اپنے معالج طبیب کے مشورے سے مسولی پٹم چلا گیا اور فرانسیسی فوج کی سرکردگی

---

[1] بسی بنام ڈوپلے ۲۸ر نومبر ۱۷۵۲ء (یادداشت بسی ۱۷۶۴ء صفحہ ۱۳۶ -

[2] " " " " " " " (" " " صفحہ ۱۳۸ -

فصل چہارم

گوپل کے سپرد کر گیا حقیقت یہ ہے کہ بسی کی دلی خواہش یہ تھی کہ وہ خدمت سے علیحدہ ہو جائے
اُس نے کافی دولت جمع کر لی تھی وہ فطری طور سے اپنے وطن میں آرام سے بیٹھ کر حظ
اُٹھانا چاہتا تھا لیکن ڈوپلے کا یہ کہنا تھا کہ اُسے کوئی ایسا شخص دستیاب نہیں ہو سکتا جو دکن
کی فوجوں کی سرکردگی کی خدمت بجا لا سکے۔ فوج کے افسروں نے اُس کی واپسی کی ضرورت
پر زور دیا بالآخر مجبور ہو کر وہ طوعاً و کرہاً پھر ۱۷۵۳ء میں حیدر آباد واپس ہوا۔

وہاں اُس کی موجودگی کی بے حد ضرورت تھی۔ فرانسیسیوں کے مخالف اُسکے
چلے جانے سے دلیر ہو گئے تھے۔ گوپل جو اُس کی عدم موجودگی میں فرانسیسی فوج کا
سرکردہ تھا ایک بہادر افسر مگر کمزور سیاسی مدبر تھا۔ بالاجی راؤ میسور اور اس کے گرد و نواح
کے علاقہ جات میں وصول مال گزاری کی مہم میں مصروف تھا۔ ایسی حالت میں سید لشکر خاں
نے یہ تجویز کی کہ یہ وقت بالاجی راؤ کے ملک پر حملہ کر دینے کے لئے بہت مناسب ہے
اور صلابت جنگ کو ترغیب دی کہ وہ اورنگ آباد چل کر قیام کریں۔ اگرچہ نواب صاحب کو
یہ تجویز کچھ زیادہ پسند نہ تھی۔ گوپل نے اس کے متعلق یہ عذر کیا کہ اورنگ آباد کی آب و ہوا
یورپین سپاہیوں کے لئے موافق نہیں ہے ۱۷۵۲ء میں اُن کی ایک کثیر تعداد وہاں
ضائع ہو چکی ہے۔ اس پر یہ قرار پایا کہ صلابت جنگ کی ہمراہی میں (۱۰۰) فرانسیسی بطور
"باڈی گارڈ" کے اور سپاہیوں کی ایک پلٹن ساتھ جائے اور باقی (۸۰۰) یورپین اور دیسی
سپاہیوں کی چار پلٹنیں حیدر آباد ہی میں قیام کریں[1]

اورنگ آباد پہنچ کر صلابت جنگ کو یہ صلاح دی گئی کہ وہ اپنے بھائیوں کو دولت آباد
کے قلعے میں مقید کر دیں اور یہ قصے گھڑ لئے گئے کہ ان میں اور فرانسیسی عہدہ داروں
میں ساز باز ہے۔ اگرچہ تمام واقعات صاف طور سے بتا رہے ہیں کہ فرانسیسی افسروں کا
کوئی دخل بجز اس کے نہ تھا کہ وہ مبہوت ہو کر اس کل معاملے کو جو اُن کی آنکھوں کے سامنے
ہو رہا تھا دیکھ رہے تھے۔ جو فوج حیدر آباد میں چھوڑ دی گئی تھی وہ تنخواہ ادا نہ ہونے

[1] انگریزوں نے صلابت جنگ کے کیمپ میں ایک برہمن کو بطور جاسوس کے مقرر کر رکھا تھا جس کے ذریعے
اُن کو مفصل اور بظاہر صحیح خبریں ملتی رہتی تھیں۔ دیکھو خطوط واسدیو پنڈت مورخہ اپریل تا جون مندرجہ دیسی
خط و کتابت بابت ۱۷۵۳ء۔

فصل ۱۷۵۳ء

بے ضابطہ اور نافرمان ہوگئی۔ ڈوپلے نے ایسے زمانے میں بسی کو لکھا کہ جو خطوط میرے پاس آرہے ہیں اُنھیں پڑھ کر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ہر قسم کی بے اعتدالیاں انتہائی درجے کو پہنچ گئی ہیں اور قوم بیحد حقیر اور ذلیل ہوگئی ہے جس سے تم ہی اُسے نجات دلا سکتے ہو[1]۔

اُس زمانے میں حقیقی مشکل رقم کی تھی۔ فرانسیسی امدادی فوج کا خرچ ۲ ۱/۲ لاکھ روپے ماہانہ یا (۲۹) لاکھ سالانہ تھا۔ دکن کے ذرائع آمدنی غیر محدود سمجھے جاتے تھے۔ مگر ہم کو معلوم ہوچکا ہے کہ بسی نے ۱۷۵۲ء کے ختم ہونے سے پہلے ہی اس معاملے میں اپنی رائے بدل دی تھی۔ مزید براں اس قدر کثیر رقم کا خزانہ سے ماہانہ نکلنا عام طور سے نہایت ناپسندیدہ نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ تمام دربار کے امرا اور صوبہ دار کے تمام رسالوں کے سوار یہ سمجھتے تھے کہ یہ رقم اُن سے چھین کر فرانسیسیوں کو دی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی تھا کہ خزانے میں تنخواہ کے لئے رقم موجود نہ ہوتی تھی۔ ۱۷۵۳ء کے جون میں فرانسیسی فوج کی تین چار مہینے کی تنخواہ چڑھ گئی تھی۔ جولائی میں بسی نے آکر مقامی مہاجنوں اور مسلمان دوستوں سے قرض لے لوا کر تنخواہ کا ایک حصہ ادا کیا[2]۔

تنخواہ کے بروقت ادا ہونے کی صرف یہی ایک صورت ہوسکتی تھی کہ کسی مالگزاری کے علاقے کی سند لے کر خود فرانسیسی اُس کے وصول کا انتظام کریں۔ اس لئے بسی نے اپنی قدیم تجویز یعنی چار اضلاع سیکاکول۔ ایلور۔ راجمندری اور گنٹور کے حصول کی کارروائی شروع کی۔ اُن کے مل جانے سے بشمول اُن عطیات کے جو اس سے قبل حاصل ہوچکے تھے فرانسیسی ساحل کے ایک طویل قطعہ اور دوآبۂ گوداوری اور کرشنا کی شاداب اراضی پر بلامداخلت غیرے قابض اور متصرف ہوئے جاتے تھے۔ مال گزاری کی رقم کا اندازہ (۳۱) لاکھ کیا گیا تھا اور قدیم عطیات کو ملا کر جملہ رقم (۴۲) لاکھ سالانہ سمجھی جاتی تھی۔ نومبر ۱۷۵۳ء میں بسی اپنی فوج مقیم حیدرآباد میں ترتیب اور انتظام قائم کر کے

---

[1] اس خط کا انتخاب ہمینٹ نے چھاپا ہے صفحہ ۲۲۹۔

[2] یادداشت بسی (۴۳ و ۱۷۶) صفحہ ۳۱۔

[3] " " صفحہ ۴۱۔ ۴۰۔

اورنگ آباد جا پہنچا۔ اس کے پہنچتے ہی اُس کے دشمن دب گئے اور جن اضلاع کے عطا سے پہلے انکار کیا جا چکا تھا وہ بلا تامّل اُسے دیدئے گئے۔ اس فوری تبدیلی کی کوئی صریح وجہ سمجھ میں نہیں آتی بجز اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اٹھارھویں صدی میں ہندوستان کے لوگ عزم بالجزم کے سامنے گردن جھکا دینے کے عادی تھے۔ علاوہ اس کے صوبہ دار اور اُن کے وزرا بخوبی جانتے تھے کہ اُن کو مرہٹوں کے ہاتھ سے بچنے کے لئے فرانسیسی مدد کی ضرورت ہے۔ لیکن پہلے بھی یہی دونوں وجوہ موجود تھے۔ بہرحال وجہ خواہ کچھ ہو اضلاع مذکورالصدر فرانسیسی فوج کی نگہداشت کیلئے ذاتی طور سے بسی کے نام کردئے گئے۔[1]

باوجود بسی کی اصلاحوں کے جس سے فوج کا خرچ صرف ڈیڑھ لاکھ روپے ماہانہ رہ گیا تھا[2] جو مشکلیں درپیش تھیں وہ رفع نہ ہوسکیں۔ جدید اضلاع کے عطیے سے فوراً روپیہ ہاتھ نہ آسکتا تھا اور نہ صلابت جنگ کے احکام ایسے تھے کہ اُنکی فوراً تعمیل ہوسکتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی صلابت جنگ اور راگھوجی بھونسلہ سے پھر لڑائی چھڑ گئی جو سنہ ۱۷۵۴ء تک قائم رہی۔ صلح اُس وقت ہوئی جبکہ صلابت جنگ اور بسی راگھوجی کے دارالحکومت ناگ پور پہنچ گئے۔ مئی میں فرانسیسی فوج حیدرآباد لوٹ آئی۔ بسی کا کام اُس قرضے سے چلتا رہا جو اُسے بوکن جی سے جو کہ جنوبی دکن کا سب سے بڑا مہاجن تھا ملتا تھا۔[3]

اس عرصۂ مدت میں فرانسیسیوں کو اضلاع مفوضہ میں عمل و دخل کرنے میں بعید دقتیں پیش آئیں۔ وہاں کا پہلا گورنر جعفر علی خاں نامی فوراً مقابلے کے لئے تیار ہو گیا اس میں فطری طور سے انگریزوں کی ترغیب شامل تھی۔ اُس نے اپنے اہل و عیال کو حفاظت کی غرض سے اُن کی نوآبادی وزنگاپٹم میں بھیج دیا اور درخواست کی کہ قلعہ راجمندری میں انگریزی فوج بھیج دی جائے۔ ویسٹ کوٹ نے جو ان اقطاع میں

---

[1] یادداشت بسی (۱۷۶۷) صفحہ ۷۹۔

[2] " " " " " ۔

[3] بسی خط و کتابت بابت سنہ ۱۷۵۵ء صفحات ۹۶ و ۱۲۰۔

فصل چہارم

انگریزوں کا ایجنٹ تھا یہ تجویز کی کہ جو مختصر فوج برہما کے سواحل پر ایک عارضی نوآبادی کو بھیجی جا رہی ہے اُسے روک کر جعفر علی خاں کی مدد کی جائے۔ لیکن شمال کی طرف انگریزی فوجیں اس قدر کم تھیں کہ کسی طرح یہ امید نہیں ہو سکتی تھی کہ بسی کے مقابلے میں کامیاب ہو سکیں گی اس لئے مدراس کی کونسل نے ویسٹ کوٹ کی تجویز نامنظور کر دی۔[1]

جعفر علی خاں کو مقامی سرداروں سے بھی زیادہ مدد نہیں ملی۔ دسمبر ۱۷۵۳ء میں جس وقت ان اضلاع کے فرانسیسیوں کو دئے جانے کی خبر وہاں پہنچی تھی سب زمینداروں نے جعفر علی خاں کو مدد دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ لیکن فروری میں موراسن نامی مسولی پٹم کے فرانسیسی افسر نے وزیا نگرم کے راجہ کو جو اُس نواح میں سب سے بڑا زمیندار تھا یہ ترغیب دے کر کہ شمالی اضلاع کا نائب وہی مقرر کر دیا جائیگا اُسے اپنی طرف کر لیا۔ البتہ رگھوجی بھونسلہ نے پندرہ ہزار سوار اپنے بیٹے کے تحت فرانسیسیوں کی مدافعت میں مدد دینے کے لئے بھیج دئے تھے۔ یہ اپنی عادت کے مطابق لوٹ مار کرتے ہوئے اُن اضلاع کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ گئے اگرچہ اُن کی دوادوش سے کوئی مستقل مزاحمت فرانسیسیوں کے قبضے میں نہیں ہوئی مگر اُن کے اس عمل نے اس سال کے محاصل کے وصول میں بے حد دقتیں پیدا کر دیں اور اس سے بسی کی مالی مشکلات اور زیادہ ہو گئیں۔ مئی ۱۷۵۴ء میں مرہٹے ان اقطاع کو چھوڑ کر چلے گئے۔

اس عرصے میں موراسن نے ان اضلاع کو ٹھیکے پر دینے کا انتظام کر لیا۔ اضلاع راجمندری چیکاکول کی نسبت یہ قرار پایا کہ وہ سولہ لاکھ روپے سالانہ پر وزیا نگرم کے راجہ کے حوالے کر دئے جائیں[2] مگر اُس زمانے کے بندوبست کے مطابق اتنی رقم وصول نہ ہو سکی۔ بسی کا بیان ہے کہ پہلے سال صرف ساڑھے گیارہ لاکھ روپے وصول ہوئے[3] ۱۷۵۵ء میں وہ لکھتا ہے کہ اُس کی فوج کو بھیک مانگنے کی نوبت

---

[1] روئداد کونسل ۱۴ فروری ۱۷۵۴ء۔

[2] یادداشت بسی (۱۷۶۷) صفحہ ۶۰-۱۲۰۔

[3] " " " " " " " " ۔

فصل چہارم

آگئی ہے۔ اُسے اپنے جواہرات فروخت کردینے پڑے۔ روپیہ مسولی پٹم سے بھیجا جانا چاہیئے خواہ وہ قدیم عطا شدہ اقطاع[51] کا ہی کیوں نہ ہو۔

جولائی میں وہ اپنی فوج کے بڑے حصے کے ساتھ اس غرض سے روانہ ہوا کہ اُن اضلاع میں خود جاکر فرانسیسی عمل و دخل قائم کرے۔ وہاں پہنچ کر اُسے معلوم ہوا کہ بے حد بدنظمی پھیلی ہوئی ہے۔ زمینداروں سے جن کے ہاتھ میں یہ تمام اضلاع تھے معاملہ کرنے میں بیحد ہوشیاری کی ضرورت تھی۔ بہرحال اس نے مختلف مالگزاروں سے معاہدات کرکے یہ اندازہ کیا کہ ۱۷۵۵-۵۶ء[52] میں تقریباً ساڑھے اٹھارہ لاکھ روپیہ وصول ہوگا اور اگر یہ رقم پورے طور سے وصول ہوگئی تو دکن کی فوج کے اخراجات کے لئے کافی ہوگی۔ اس اہم معاملے کا انتظام کرکے ۱۷۵۵ء کے ختم پر بسی دکن لوٹ آیا۔

اگست ۱۷۵۵ء میں ڈوپلے کے واپس طلب کر لئے جانے اور ریودہ گادہیو کے سانڈرس کے ساتھ صلح کر لینے کا کوئی اثر بسی پر نہ پڑا تھا۔ گادہیو مطلق اس پر رضامند نہ تھا کہ جو ممالک دکن میں فرانسیسیوں کو مل چکے ہیں وہ چھوڑ دئے جائیں بشرطیکہ فرانسیسی کمپنی کی مالی حالت اُسے جنگ جاری رکھنے کی اجازت دے۔ دکن صلح و صلح سے خارج تھا اور اس لئے صلح بسی کی کارروائیوں کی مانع نہ تھی۔ جو عارضی صلحنامہ

---

[51] یادداشت بسی (۱۷۶۷ء) صفحہ ۶۰-۱۲۰۔

[52] جو بندوبست اُس نے کیا اس کی روایت اُس کے خط موسومۂ ڈوپلے مورخۂ ۵ اکتوبر ۱۷۵۴ء میں دی گئی ہے۔ وزیانگرم کے راجہ کو صرف راجمندری کا ضلع تیرہ لاکھ سالانہ پر دیا گیا تھا۔ اور سیکاکول ابراہیم خاں کو ۹ لاکھ پر اور دوسرے دو اضلاع کا ٹھیکہ (۹) لاکھ کی مجموعی رقم پر ہوا۔ اس طور سے چاروں اضلاع کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ۱۷۵۵-۵۶ء میں (۳۱) لاکھ روپیہ وصول ہوگا۔ جس سے بعد اخراجات انتظام و تنخواہ فوج ساڑھے پانچ لاکھ سالانہ کی بچت ہوسکیگی۔ جو روایت ہم نے اوپر لکھی ہے اور جو بسی کی یادداشت (۱۷۶۸ء) صفحات ۲۲-۶۰ سے لی گئی ہے زیادہ قرین قیاس ہے۔ یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ بسی کا فائدہ اس میں تھا کہ وہ اُن اعداد کو گھٹا کر دکھائے اور ڈوپلے کا فائدہ اس میں تھا کہ وہ اُن کو بڑھا کر دکھائے۔

فصل چہارم

۱۷۵۴ء کے آخر میں مرتب ہوا اُس میں فرانس کے شمالی مقبوضات کی واپسی کی شرط تھی مگر کمپنی کی منظوری تک ہر فریق کا موجودہ قبضہ بحال رکھا گیا تھا۔ اس صلح سے موجودہ منافع سے استفادہ جائز تھا اور انگریزوں سے لڑائی کے جو مصارف عائد ہوتے تھے وہ موقوف ہو گئے تھے اور ان فوائد سے دست برداری کمپنی کی منظوری پر منحصر تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ گاڈیہو نے صرف مشروط وعدہ کر کے فوری صلح سے پورا فائدہ اُٹھایا۔ وہ فروری ۱۷۵۵ء میں فرانس واپس چلا گیا اور اُس کا جانشین ڈی لیرٹ بنگال سے دوسرے مہینے میں آ کر پانڈیچری میں داخل ہوا۔ وہ بھی بسی کی اُسی طرح تائید کرتا رہا جیسا کہ اُس کے دو پہلے جانشین کرتے رہے تھے۔ ان تبدیلیوں کا سب سے بڑا نتیجہ یہ تھا کہ بسی ڈوپلے جیسے شخص کی ماتحتی کے فوائد سے محروم یا اُس کی غفرتوں سے محفوظ ہو گیا جس کا دماغ تدبیروں سے معمور مگر جلد بھڑک اُٹھنے والا اور معمولی صریح واقعات پر لحاظ نہ کرنے والا تھا۔

بسی صلابت جنگ کے پاس پہنچنے کے بہت تھوڑے عرصے کے بعد صلابت جنگ کے ساتھ میسور کی مہم پر روانہ ہو گیا جس کا مقصد حکمران میسور سے وصول خراج یا اخذ رقم تھا جسے ۵۴-۱۷۵۳ء میں بالاجی راؤ اور اُس کے مرہٹوں کی کثیر جمعیت کا جبریہ میزبان بننا پڑا تھا۔ میسوریوں نے پہلے مقابلے کا ارادہ کیا مگر یہ سن کر کہ مرہٹے پھر آ رہے ہیں اُنھوں نے بسی کی پیش کردہ مصالحت کو قبول کر کے صلابت جنگ سے باون لاکھ پر صلح کر لی اس قرارداد کے ساتھ کہ ستائیس لاکھ نقد اور باقی بذریعہ ہنڈویوں کے ادا کئے جائیں[1]۔

اس کے چند روز بعد ہی بسی کے دماغ میں ایک نئی ہوا بھر گئی۔ ڈوپلے اور وہ ایک عرصے سے دہلی جانے کا خیال پکا رہے تھے۔ ۱۷۵۵ء کا آخر دن تھا کہ اُس نے ایک خط فرانس کے وزیر جنگ ڈی ارگنسن کو لکھا جو اتفاق سے یورپ جاتے ہوئے انگریزوں کے ہاتھ پڑ گیا[2]۔ اس خط میں اُس نے صلح کا ذکر کر کے جو اُس وقت

---

[1] فوجی کونسل ۵ و ۱۷ ۱۷۵۵ء صفحہ ۹۲ و آرمی قلمی تاریخ متفرقات ۵ صفحہ ۱۹-۱۸۔ و یادداشت بسی (۱۷۶۳) صفحہ ۵۳۔

[2] فوجی مراسلہ انگلستان سے مورخہ یکم فروری ۱۷۵۵ء مع ملفوفات۔ نیز ملاحظہ ہو انگریزی وکیل کی رپورٹ مورخہ یکم فروری ۱۷۵۶ء (دیسی خط و کتابت بابت ۱۷۵۶ء صفحہ ۲۶)۔

فصل چہارم

تھوڑے عرصے کے لئے دکن میں قائم ہوگئی تھی ہندوستان کے بادشاہ کے ساتھ مجوزہ اتحاد کا تذکرہ اس طور سے کیا تھا کہ بادشاہ اور نیز اُس کا وزیر اس کے متمنی ہیں کہ مرہٹوں کو نیچا دکھانے میں ہم اُن کے شریک ہو جائیں۔ اُس نے اس امر پر بہت زور دیا تھا کہ اس شرکت میں ہمارا سراسر فائدہ ہے اُس کی رائے میں اس شرکت کی شرائط یہ ہونی چاہئیں کہ پہلے ایک رقم فوراً ادا کی جائے۔ فرانسیسیوں کے قبضے میں جو ممالک ہیں اُنکی توثیق کی جائے۔ آرکاٹ کامل طور سے صوبۂ دکن کے ماتحت رہے اور جن فوجوں سے کام لیا جائے اُن کی تنخواہ ادا کی جائے۔ یہ محض خیالی پلاؤ تھا فرانسیسیوں کے ان مقبوضات کی بیکار اور فضول توثیق سے قطع نظر کرکے جنھیں اُنھوں نے بزور شمشیر لیا تھا اور جنھیں وہ بزور شمشیر ہی قائم رکھ سکتے تھے اس تجویز میں جو فائدہ سوچا گیا تھا وہ رقم کا تھا جس کا سرانجام بادشاہ دہلی سے ناممکن تھا۔ ڈوپلے اور اُس زمانے کے دوسرے یورپینوں کی طرح بسی بھی اس شاندار نمود بے بود (یعنی شاہان مغلیہ) کی عظمت اور تمول میں مبالغے سے کام لے رہا تھا۔[1]

اُس زمانے میں جبکہ وہ یہ خیالی پلاؤ پکا رہا تھا ایسے اسباب جمع ہو رہے تھے جو اس کی بنیاد کو ہلا دینے والے تھے۔ دکن کے جنوبی مشرقی حصے کے پٹھان نوابوں میں سے ایک نواب نے صلابت جنگ کی حکومت کو پورے طور سے تسلیم نہیں کیا تھا مراری راؤ لٹیرا مرہٹہ اُس نواب کا پڑوسی تھا اور بالاجی راؤ سے مقابلہ کر رہا تھا۔ ۱۷۵۶ء کے آغاز میں صلابت جنگ اور بالاجی راؤ نے متفق ہو کر اُن باغیوں کو زیر کرنا چاہا اور پٹھان کے دار الریاست بنکاپور[2] کے محاذی خیمہ زن ہوگئے سنہ ۱۷۵۲-۵۵ء میں مراری راؤ نے جو کارگزاری کرناٹک میں کی تھی اُس کے متعلق اُسے فرانسیسیوں پر ایک کثیر رقم کا دعویٰ تھا۔ بسی نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر باغیوں اور اُنکے آقاؤں کے درمیان صلح کرادی اور اسکے معاوضے میں مراری راؤ اپنے مطالبے سے

---

[1] بعدہ کلکتے میں بھی ایسی تجویزیں پیش ہوئیں جن کی بنیاد اس تجویز سے بھی کمزور تھی۔ دیکھو آئندہ آنے والا بیان۔

[2] یا سوانور

فصل چہارم

دست بردار ہوگیا[۱] - یہ آخر اپریل کا واقعہ ہے - اور ۱۲ مئی کو بسی صلابت جنگ کی ملازمت سے علیحدہ ہوکر اپنا سفر شروع کرچکا تھا[۲]

یہ اُن سازشوں کا نتیجہ تھا جو ایک عرصے سے ہو رہی تھیں ۱۷۵۵ء میں جب بسی پھر برسر اختیار ہوگیا تھا اُس نے سید لشکر خاں کو دیوانی کی خدمت سے علیحدہ کرا کے شاہ نواز خاں کو دوبارہ دیوان مقرر کرا دیا تھا - مگر شاہ نواز خاں بھی فرانسیسیوں کے ویسے ہی مخالف تھے جیسے کہ سید لشکر خاں تھے - شاہ نواز خاں نے خاموشی کیساتھ بسی کو بنگاپورم میں صلح کی کارروائی کرنے دی اور جب وہ مکمل ہوگئی اس وقت یہ ظاہر کیا کہ اگر بسی نے فرانسیسیوں کے فائدے پر صوبہ دار کے فوائد کو قربان نہ کردیا ہوتا تو صلح ان سے بہت بہتر شرائط پر طے ہوسکتی تھی اور نیز یہ کہ صوبۂ کرناٹک کی کل آمدنی فرانسیسیوں نے حاصل کرلی اور صوبہ دار کو اُس کا کوئی حصہ نہیں ملا - اس کے ساتھ ہی جعفر علی خاں جنھوں نے اضلاع متذکرۂ بالا کے تصرف میں فرانسیسیوں کی مزاحمت کی تھی اور جو بعد میں صلابت جنگ کی خدمت میں حاضر ہوگئے تھے یہ بیان کیا کہ صوبہ دار کو جس قدر فوج کی ضرورت ہوگی وہ انگریز دینے کیلئے تیار ہیں - تمام دربار فرانسیسیوں کے خلاف تھا - بالاجی راؤ بھی اس سے متفق تھا کیونکہ اُسے یہ امید تھی کہ اگر بسی موقوف کردیا جائیگا تو وہ اپنے مرہٹوں کے ساتھ اُس کی جگہ ملازمت اختیار کرلیگا - ایسی حالت میں بسی کو بجز اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اپنی علیحدگی کے حکم کی خاموشی کے ساتھ تعمیل کرے وہ اسی کو غنیمت سمجھتا تھا کہ اُسکے جانے میں کوئی مزاحمت نہیں کی جاتی ہے - اس کی وجہ یہ تھی کہ بالاجی راؤ کے رضامند ہوجانے کے پوشیدہ مقاصد اس امر کے مانع تھے کہ وہ اپنے مجوزہ حلیف کی تباہی کا خواہاں ہو -

۱۴ جون ۱۷۵۶ء کو بسی حیدرآباد پہنچا - اُسے بہت کم امید تھی کہ وہ بلا کسی مزاحمت کے مسولی پٹم تک پہنچ سکے گا اس لئے اُس نے آنے کے ساتھ ہی شہر کے شمال مغرب میں

---

[۱] بی - آر - نمبر ۱۵ - ایف ۵۱۶ -

[۲] دیسی خط و کتابت بابت ۱۷۵۶ء صفحہ ۹ -

فصل چہارم

اُس باغ میں جو چار محل کے نام سے مشہور ہے ایک محفوظ مقام منتخب کرلیا۔ یہاں اسکا نہایت کمزوری کے ساتھ محاصرہ کیا گیا جسے وہ نہایت آسانی کے ساتھ دفع کرتا رہا اگرچہ خود اُس کے دیسی سپاہیوں کی کثیر تعداد اُس کو چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ ۱۶ر اگسٹ کو لاؔ اُس فوج کے ساتھ جو اُس نے پانڈیچری اور متصلی پٹم سے جمع کرلی تھی اُس کی مدد کیلئے آگیا۔ چار دن کے بعد اہل اسلام اس شرط کے ساتھ صلح پر راضی ہوگئے کہ ضلع کونداور جو بسی کو جیون حیاتی عطا کیا گیا تھا وہ دوامی کردیا جائیگا اور بسی کی طرف سے یہ وعدہ کیا گیا کہ وہ ریاست کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دیگا۔[1] اس کارروائی کی نہایت زور و شور کے ساتھ ثنا و صفت کی جاتی ہے اس سے بسی کی صلابت رائے اور صحت عمل کا ضرور اظہار ہوتا ہے مگر فی الحقیقت نہ کوئی سخت مقابلہ محاصرے کے زمانے میں ہوا اور نہ لاؔ کی آمد پر۔ صلابت جنگ کی فوج میں غداری عام طور سے پھیلی ہوئی تھی۔ بسی نے صلابت جنگ کی فوج کے متعدد افسروں کو ملا رکھا تھا اور جب اُس نے لاؔ کو بعجلت تمام حیدرآباد کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا تھا اُس وقت اُس کو اُن افسروں کے نام تک بتادئے تھے جو اُس کے روکنے کے لئے بھیجے گئے تھے اور جن کی نسبت معلوم تھا کہ وہ سختی کے ساتھ مزاحمت نہ کریں گے۔[2] اس کارروائی کی کامیابی بہ نسبت کسی دوسری سخت لڑائی کے کلائیو کی پلاسی کی کامیابی سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔

یہ واقعات اُس وقت وقوع پذیر ہو رہے تھے جبکہ صورت معاملہ بڑھ کر اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ کلائیو بجائے بنگال کا فاتح ہونے کے قریب تھا کہ دکن کا فاتح قرار پائے۔ ۱۷۵۵ء میں جبکہ یورپ میں دونوں کمپنیوں کے درمیان صلح کی گفت و شنید ہو رہی تھی اور فرانسیسی اپنے شمالی مقبوضات سے دست بردار ہونے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے یہ تجویز قرار پائی تھی کہ بالاجی راؤ کی شرکت میں بسی پر حملہ

---

[1] بسی بنام لیرٹ ۲۸ر اگست ۱۷۵۶ء (آرمی کی قلمی تاریخ ہندوستان جلد ۶۔ الف۔ الف ۳۰ ۱۲ وغیرہ) نیز ایک مراسلہ لاؔ کی فوج کے ایک افسر کا جوالہ حسب سابق اور دیسی خط و کتابت بابت ۱۷۵۶ء صفحہ ۳۳)۔

[2] اس کی تائید خود بسی کے بیان سے ہوتی ہے (آرمی کی تاریخ قلمی متفرقات نمبر ۵ صفحہ ۱-۲)۔

فصل چہارم

کیا جائے خواہ بمبئی کی طرف سے خواہ مشرقی ساحل سے یا دونوں طرف سے جیسا موقع ہو۔ کلائیو اس زمانے میں قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کا نائب گورنر ہو کر اس شرط کے ساتھ کہ جگہ خالی ہوتے ہی وہ مدراس کا گورنر مقرر کر دیا جائیگا ہندوستان روانہ ہونے کے قریب تھا دربار انگلستان کی سرپرستی کی بنا پر کمپنی کو کرنل کار ولائن اسکاٹ کو انجنیر جنرل بنا کر مجوزہ مہم کا افسر اعلیٰ مقرر کرنا پڑا اور یہ قرار دیا گیا کہ اگر کرنل کار ولائن کسی وجہ سے کام نہ کر سکیں تو یہ مہم کلائیو کے تحت میں رہے گی۔ ۱۷۵۵ء میں کلائیو شاہی توپ خانے کی تین کمپنیاں اور تین چار سو شاہی پیدل ہمراہ لیکر بمبئی پہنچ گیا[1]

جن مراسلات میں یہ تجویزیں درج تھیں وہ ستمبر ۱۷۵۵ء میں بمبئی پہنچ گئے تھے لیکن جہاز ڈاڈ ونگٹن نامی جو اسی قسم کے مراسلے لئے ہوئے مدراس جا رہا تھا راستے میں تباہ ہو گیا[2]۔ مدراس میں براہ راست پہلی مرتبہ اس کی اطلاع بمبئی کی کونسل کے صدر نشین بورشمیر کے خط مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۷۵۵ء کے ذریعے سے ہوئی مگر پگٹ کے پاس اس سے قبل ایک خط خفیہ کمیٹی کا آچکا تھا جس سے اُس کو اس تجویز کی حقیقی نوعیت کا پتا لگ گیا تھا۔ بورشمیر نے لکھا کہ اُس کے خیال میں جو صلح گاڈ ہیو سے ہو چکی ہے وہ فرانسیسیوں کے مقابلے میں کارروائی کی مانع تھی اور اسلئے اُس نے بالاجی راؤ کو ہموار کرنے کے متعلق کوئی کارروائی نہیں کی۔ پگٹ اور اُس کے مشیروں کی رائے بالکل اس کے خلاف تھی۔ صلح کی بنا پر کرناٹک میں کوئی حملہ نہ ہو سکتا تھا مگر دکن کا کہیں تذکرہ نہیں ہوا تھا اور خود گاڈ ہیو نے بالآخر یہ مان لیا تھا کہ یہ صلح دکن پر حاوی نہ تھی اس لئے پگٹ اور اُس کے مشیروں نے اس پر زور دیا کہ مرہٹوں کے ساتھ فوراً معاہدہ کر لیا جائے اور ایک انگریزی جمعیت اُنکی فوج میں شریک ہونے کے لئے بھیج دی جائے اور اگر بالاجی راؤ اور صلابت جنگ میں

---

[1] خفیہ کمیٹی بنام پگٹ ۱۲ جنوری ۱۷۵۵ء (ریتیم کے قلمی کاغذات) فوجی مراسلہ بنام مدراس ۲۶ مارچ ۱۷۵۵ء مع منسلکات۔ فوجی مراسلہ بنام بمبئی مورخہ حسب سابق۔ فوجی مراسلہ بنام بمبئی مورخہ ۲۵ اپریل ۱۷۵۵ء اور کلائیو کی شہادت (اول رپورٹ کمیٹی منتخبہ صفحہ ۱۴۳)

[2] مدراس میں اُن کے مثنیٰ جات ۹ مئی ۱۷۵۶ء کو پہنچے۔

لڑائی چھڑ جائے تو انگریزوں کو اس کی مدد کرنے میں مطلق تامل نہ ہونا چاہیے بشرطیکہ فرانسیسی صلابت جنگ کی مدد کریں۔[1] یہ بین الاقوامی ذمہ داریوں کی ضرورت سے زیادہ باریک تعبیر خیال کی جاسکتی ہے مگر یہ تجویز صحیح اور عملی فوائد پر مبنی تھی۔ فرانسیسی اب تک اتنے نہیں دبے تھے کہ اپنے ایسے مقبوضات سے دست بردار ہو جائیں جن کے ذریعے سے وہ ایسی فوج قائم رکھ سکتے تھے جو انگریزوں کو اطمینان سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی۔ یہ لڑائی خاتمے کی لڑائی تھی۔ مدراس کے مشیروں نے اس کی صحیح نوعیت کا اندازہ کر کے اس کا انتظام کیا تھا۔ بظاہر اس معاملے میں بڑا حصہ رابرٹ آرمی کا تھا جس نے باوجود بعض لوگوں کے تردد اور تامل کے اسے منظور کرا لیا۔ بسی کی تیسور کی کارروائی اور پیگٹ اور ڈی لیرٹ کی خط و کتابت نے مدراس کی تجویز کو مستحکم کر دیا اور بمبئی کو پھر اس بارے میں لکھا گیا۔[2]

لیکن بمبئی کے حضرات ضدی واقع ہوئے تھے۔ ان کے پاس جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے فوج کی کافی مدد پہنچ چکی تھی مگر انھوں نے بجائے بسی کے تعجب انگیز بے سمجھی سے کام لے کر ایک دریائی غارت گر (گھریا) نامی پر حملہ کرنا مناسب تصور کیا جو ان دیسی کشتیوں کو لوٹ لیا کرتا تھا جو مغربی ساحل پر سفر کرتی رہتی تھیں۔ اس تجویز کی بنا پر واٹسن اور کلائیو ان غارت گروں کے مقابلے میں بھیج دیے گئے جنھوں نے بہت تھوڑے عرصے میں ان کا قلعہ فتح کر لیا۔ اس معاملے میں اصل غرض کی طرف سے اس قدر بے پروائی برتی گئی کہ ان کے حلیف مرہٹوں کو یہ شکایت پیدا ہو گئی کہ مال غنیمت سے ان کو فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دیا گیا۔ یہ مقامی مفاد اور مقامی رقابتوں کا اثر تھا۔ آرمی کا یہ لکھنا غلط نہ تھا کہ "صلابت جنگ کی مہم میں لیڈن ہال کے سفید ریشوں کے نزدیک گورنر بمبئی کی صرف اتنی ہی نیک نامی ہوتی کہ اس نے مدراس پریسیڈنسی کو

---

[1] بورچیر بنام پیگٹ ۲۵ ستمبر ۱۷۵۵ء اور پیگٹ کا جواب مورخہ ۳۰ نومبر مع مباحث کمیٹی منتخبہ مدراس (فوجی متفرقات کی کتاب نمبر ۹)۔

[2] آرمی بنام ہولڈرنس ۱ مارچ ۱۷۵۶ء (آرمی قلمی متفرقات نمبر ۱۔الف۔الف ۲۸۷)۔

[3] مدراس کی خانگی کمیٹی ۵ مارچ ۱۷۵۶ء۔

فصل چہارم

مدد دی گئی[1]

اس تعویق کے باوجود بسی کو دکن سے خارج کر دینے کا موقع اب بھی باقی تھا۔ ۱۷۵۶ء کے آغاز میں فرانس کے ساتھ جنگ کے تمام آثار نمایاں ہو گئے تھے اور مصالحت اور معاہدات کی گفت و شنید تقریباً موقوف ہو چکی تھی۔

مارچ ۱۷۵۶ء کو بالاجی راؤ کی تحریک انگریزی فوجی مدد کے لئے وصول ہوئی اور مدراس کی کونسل نے (۳۰۰) یورپین ایک ہزار دیسی سپاہی اور توپ خانہ بھیجنے کا ارادہ کر لیا اور یہ سمجھا گیا کہ گھوڑپا کے مغلوب ہو جانے سے بالاجی راؤ ہمارا مضبوط رفیق اور حلیف ہو جائیگا۔[2] اس بارے میں بمبئی سے خط و کتابت ہو رہی تھی کہ دکن میں ایک تعجب انگیز تبدیلی واقع ہوئی جس کی بنا پر بسی اپنی خدمت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ ۱۵ جون کو صلابت جنگ کا ایک مراسلہ وصول ہوا جس میں ایک انگریزی جمعیت کے بھیجنے کی استدعا کی گئی تھی۔ اس پر یہ تجویز ہوئی کہ (۴۰۰) یورپین مع توپچیوں کی ایک جمعیت کے فوراً روانہ کئے جائیں۔ اس کے متعلق مباحث پیش تھے اور تیاریاں ہی ہو رہی تھیں اور مہم ہنوز مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ۱۳ جولائی کو قاسم بازار کی تسخیر اور ۲۳ اگست کو نواب بنگالہ کے طرز عمل کی خوفناک خبریں آئیں اور ۱۳ اگست کو معلوم ہوا کہ کلکتہ فتح ہو گیا ہے۔ اس نے باوجود اختلاف کے جس کو آرمی خانگی خط و کتابت میں ذاتی اغراض کا نتیجہ قرار دیتا ہے[3] دکن میں انگریزی مہم کے بھیجے جانے کا خاتمہ کر دیا۔

اس تمام کارروائی کا خلاصہ یہ ٹھہرا کہ بسی دکن میں بدستور قائم رہا اور انگریزوں کو بنگال میں اپنے قدم مضبوطی کیساتھ جمانے کا خوب موقع مل گیا۔ اگر ہم دکن کی مہم میں پھنس گئے ہوتے اور کلکتہ ہاتھ سے نکل جاچکا ہوتا تو کلائیو کسی طرح اس کو چھڑانے کے لئے بنگال نہیں جا سکتا تھا اور وہاں کے معاملات کی صورت بالکل دگرگوں ہوتی۔ اس لئے

---

[1] آرمی بنام ہولڈرنس (حوالہ حسب سابق)

[2] مدراس کی خانگی کیفیات ۱۵ مارچ و ۱۷ - ۱۸ مئی ۱۷۵۶ء

[3] آرمی بنام پین ۳ نومبر ۱۷۵۶ء (آرمی کی قلمی تاریخ متفرق ۲۸ - الف - الف ۵۸)۔

فصل چہارم

یہ سمجھنا چاہیئے کہ ۱۷۵۶ء میں بمبئی کی کونسل نے جو مقامی مفاد کو پیش نظر رکھ کر گھیریا پر حملہ کیا اور قومی مفاد کو نظرانداز کر کے بسی پر حملہ آور نہ ہوئی وہ ایک طرح کی خوش قسمتی تھی۔ یہ مگر یہ اتفاقیہ امر تھا جس نے ایک سخت غلطی کو ایک دانشمندانہ احتیاط ثابت کر دکھایا ورنہ ان سے وہ منافع اور ذرائع نہیں ہاتھ آسکتے تھے جو بنگال سے ہاتھ آئے اور جو بالآخر ۱۷۶۱ء میں پانڈیچری کی فتح کے باعث ہوئے۔ ۱۷۵۶ء کی ابتدا میں ہوشیار سے ہوشیار مدبر بھی ان امور کا گمان بھی نہیں کر سکتا تھا جنھوں نے ہندوستان کے شاداب اور زرخیز ترین قطعۂ ملک پر ہمیں قابض کر دیا مگر بمبئی کا طرز عمل باوجود اس کے نتائج کے غلط تھا اور بسی کا طرز عمل اگرچہ اس کی وجہ سے ہم بہت سی مشکلوں میں پھنس جاتے بالکل صحیح تھا۔ یہ ایک ایسی صورت تھی جس میں ایک خود غرضانہ بیوقوفی ایسی تعریف اور توصیف کی مستوجب قرار پائی جس کی وہ فی الحقیقت مستحق نہ تھی۔

چار محل کے محاصرے سے کامیابی کے ساتھ نکلنے کے بعد بسی نومبر ۱۷۵۶ء میں اضلاع عطیہ کے انتظام کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں کے مال گزاروں اور زمینداروں نے باستثنائے وزیارام راجہ راجۂ وزیانگرم کے حیدرآباد میں بسی کی پریشانیوں اور موقع پر کسی قسم کی قوت موجود نہ ہونے کی وجہ سے مال گزاری کی واجب الوصول اقساط کے ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ زمینداروں میں وزیارام کے بعد سب سے بڑا زمیندار رنگاراؤ بوبلی کا راجہ تھا۔ وزیارام کے مشورے کے مطابق پہلے بسی نے اُسی کو مغلوب کرنے کا ارادہ کیا۔ ۲۴ر جنوری ۱۷۵۷ء کو اسکے قلعے پر حملہ کیا گیا جس بہادری سے اُس کی حفاظت کی گئی اور جو خوں ریزی ہوئی اور جس طرح قلعے کے دو بچے ہوئے آدمیوں نے راجہ وزیارام کو قتل کر ڈالا دردناک واقعات ہیں جو آرمی نے نہایت تفصیل اور موثر طریقے سے بیان کئے ہیں اسکے بعد بسی راجہ گمسر کے مغلوب کرنے کی طرف متوجہ ہوا جہاں گھنے جنگل میں راستہ بنانے میں اُسے کئی ہفتے لگ گئے بالآخر اُس نے راجہ کی پیش کردہ شرائط کو منظور کر لیا اور اُن اضلاع سے انگریزوں کو خارج کر دینے کے لئے آگے بڑھا۔ اُسکو اعلان جنگ کی خبر پہنچ چکی تھی۔ صرف وزیگاپٹم ایک ایسا مقام تھا جہاں برائے نام قلعہ تھا اور وہ نوآبادیات کے قلعوں میں بھی سب سے زیادہ کمزور تھا۔ ۲۴ر جون کو بسی وہاں پہنچا۔ دوسرے دن

شہر والوں نے اپنے آپ کو اُس کے سپرد کر دیا اس شرط پر کہ ان کے ذاتی مال پر کوئی دست اندازی نہ کی جائے جس کی تعمیل بسی نے نہایت فیاضی سے کی۔ سال کا بقیہ حصہ وصول مال گزاری کی چھوٹی چھوٹی مہموں میں گزر گیا۔ یہ امر قابل بیان ہے کہ اُس نے اس سال کے بندوبست میں مال گزاری کی رقم کو اکتالیس لاکھ تک پہنچا دیا جو یہ مقدار ایک ثلث کے اُس سے بڑھی ہوئی تھی جو ۱۷۵۶ء میں قرار پائی تھی۔[1]

اس عرصے میں دربار (حیدرآباد) میں ایک بغاوت کے سامان نہایت تیزی کے ساتھ جمع ہو رہے تھے۔ صلابت جنگ کے دو بھائی اور بھی تھے۔ نواب نظام علی خاں اور بسالت جنگ جو فطری طور سے ان تمام سازشوں کے مرکز تھے جو فرانسیسیوں کے خلاف ہوتی تھیں۔ بسی نے ایک مرتبہ یہ کوشش کی تھی جیسا کہ ہمیں پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ لوگ فرانسیسیوں کے زیر حفاظت پانڈیچری میں رکھے جائیں مگر وہ تجویز کامیاب نہ ہوئی مگر اس پر بھی اُس نے ایسا انتظام کیا تھا کہ ان لوگوں کو انتظامی معاملات میں کسی قسم کا دخل نہ تھا۔ چار محل کے محاصرے کے زمانے میں بسی کے دشمنوں نے ان کو مغاک گمنامی سے نکال کر نواب نظام علی خاں کو برار اور بسالت جنگ کو ادھونی کی حکومت پر قائم کرا دیا تھا۔ ۱۷۵۸ء کے آغاز میں شاہنواز خاں نے بہت جد وجہد کر کے نواب نظام علی خاں کو معاملات ریاست میں پیش پیش کر دیا تھا اور بالآخر صلابت جنگ کو سمجھا بجھا کر اُس پر راضی کر لیا تھا کہ ریاست کی بڑی مہر اُن کے پاس رہا کرے۔ ۱۷۵۸ء میں جب بسی پھر دکن واپس آیا تو اُس نے یہ حالت دیکھ کر صلابت جنگ کو پھر برسر اقتدار کرنا چاہا۔ نواب نظام علیخاں سے صلابت جنگ اور بسی دونوں نے مہر واپس طلب کی مگر نواب نظام علی خاں نے دونوں کو انکار کر دیا۔ اس کے بعد ایک ہنگامہ یہ برپا ہوا کہ بسالت جنگ کو مار ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ واقعہ غلط تھا مگر اس کے بعد ہی مہر نہایت نہایت گستاخانہ طریقے سے واپس کر دی گئی۔[2]

---

[1] یادداشت بسی (۱۷۶۴) صفحات ۹۳-۹۲۔

[2] دکن کی تاریخوں میں کسی گستاخی وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ نواب نظام علی خاں کے جو الفاظ اس موقع پر

فصل چہارم

فرانسیسیوں کے خلاف جو جماعت تھی اُس کے سربرآوردہ رکن یہی دونوں
بھائی اور شاہنواز خاں تھے۔ ان کی قوت کا انحصار نواب نظام علی خاں کی فوج اور
بسالت جنگ کی دولت پر تھا جو انھوں نے قلعۂ دولت آباد میں جمع کر رکھی تھی۔ اِس
جماعت کو توڑ دینے کے لئے بسی قلعۂ دولت آباد پر وہاں کے حاکم کی چشم پوشی
سے قابض ہوگیا اور ساتھ ہی اس کے شاہنواز خاں کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔
اس نے اور بالاجی راؤ کی عدم مدد دہی نے نواب نظام علی خاں کو اس پر مجبور کیا کہ
وہ بظاہر اطاعت قبول کرلیں مگر اس کے ساتھ ہی ایک دوسری تجویز پر عمل شروع ہوگیا
بسی کا دیوان جو نواب نظام علی خاں کے پاس اُن کے خیمے میں آیا تھا تقریباً اُن کی
آنکھوں کے سامنے مار ڈالا گیا۔ اس کی خبر پاکر بسی نے خیال کیا کہ عنقریب اُس پر بھی
حملہ کیا جائیگا اس لئے اُس نے چاہا کہ شاہنواز خاں کو فرانسیسی کیمپ میں منتقل کر لے۔
اس میں مزاحمت کی گئی اور اس کشمکش میں شاہنواز خاں مارے گئے اور نواب
نظام علی خاں تلوار کے فیصلے سے پہلو تہی کر کے تھوڑے سے سواروں کے ساتھ
چلے گئے۔ بسی نے بسالت جنگ کو صوبۂ حیدرآباد کی حکومت دینے کے وعدے
پر راضی کرلیا اور اس طور سے پھر صلابت جنگ کو اپنے منصب صوبہ داری پر قائم کر دیا۔
بسی دکن میں یہ کارروائیاں کر رہا تھا کہ دفعۃً لالی نے اُس کو مع اُس تمام فوج کے جو
حفاظت مسولی پٹم سے بچ رہی تھی جنوب میں چلے آنے کا حکم دیا۔

ہمارے مقصد کے لئے اس سے زیادہ تاریخی واقعات کے بیان کی ضرورت
نہیں معلوم ہوتی۔ صرف ناظرین کو اتنا یاد دلا دینا کافی ہے کہ اسی سال کلائیو نے کرنل فورڈ
کے تحت میں ایک فوج کلکتے سے روانہ کی جس نے فرانسیسیوں کو میدان جنگ میں
شکست دے کر مسولی پٹم پر قبضہ کرلیا اور اُسے نہایت مشکل سے قائم رکھا اور صلابت جنگ
سے جو اُس وقت بے یار و مددگار رہ گئے تھے معاوضے میں کسی خدمت کا اقرار

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ بیان کئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں "جو مہر آپ کی عنایت کردہ میرے پاس مستعار تھی
وہ حاضر ہے مجھ کو اس کی ضرورت نہیں۔ آپ کی محبت اور عقیدت کا نقش جو میرے دل پر کندہ ہے وہ کافی ہے"
دیکھو دربار آصف وغیرہ ۔۱۲۔ (مترجم)۔

فصل چہارم

کئے بغیر وہ تمام ممالک حاصل کر لئے جو قبل ازیں فرانسیسیوں کو عطا کئے گئے تھے۔
اس عجیب واقعے کا تعلق معاملۂ زیر بحث سے دو طرح ہے۔ اس سے مطلق انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بسی ایک غیر معمولی قابلیت کا شخص تھا اور اُس کو فوجی اور نیز سیاسی معاملات کی انجام دہی میں ید طولیٰ حاصل تھا مگر باوجود اس کے فرانسیسیوں کو دکن میں بجز اس کے کچھ حاصل نہ ہوا کہ ڈوپلے کو باضابطہ سند کے حصول کا ایک شائبہ ہاتھ آگیا۔ کرناٹک کا تعلق قدیم روایات کی بنا پر صوبہ داری حیدرآباد سے تھا۔ فرانسیسیوں کا جو اثر صوبہ دار دکن پر قائم ہوگیا تھا اُس کی بنا پر ڈوپلے نے اپنے دعوے کو بظاہر ایسی مدلل صورت میں پیش کیا کہ انگریزوں کو اُس کے بطلان میں سخت دقتیں پیش آئیں حالانکہ وہ تمام عذرات حقیقی واقعات کے خلاف تھے۔ چونکہ انگریز ڈوپلے کے دعوے تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے اس لئے اُن کا معقول یا نا معقول ہونا قابل بحث نہ تھا اور فرانسیسیوں کو اس دعوے کی بنا پر کہ ڈوپلے کو باضابطہ طور سے شاہان مغلیہ نے جنوب ہند کا نائب اور نواب مقرر کیا تھا بہت کچھ نقصان اُٹھانا پڑا۔

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ۱۷۵۸ء میں لالی کا بسی کو ازراہ ناعاقبت اندیشی حیدرآباد سے بلالینا ڈوپلے کی حکمت عملی کے تمام محصلہ فوائد کو برباد کر دینا تھا اسلئے ہم کو اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ فوائد کیا تھے۔ اوّل یہ کہ جنوب کی مہم نے کرناٹک کے فیصل کن میدان جنگ سے فوج کے بڑے حصے اور اُسکے بہترین افسر کو ہٹا لیا اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ امر بہ آسانی ممکن تھا کہ انگریزوں سے جو عرصۂ دراز سے غیر منفصلہ طریقے سے کشمکش ہو رہی تھی بڑے درجے تک اُس میں تخفیف ہو جاتی اور فرانسیسی کمپنی فتوحات کے شاندار بیانات سے جن کا نتیجہ بجز مزید کشمکش کے کچھ اور نظر نہ آتا تھا متنفر نہ ہوتی۔ ڈوپلے پانڈیچری ہی میں رہتا اور آئندہ واقعات کی صورت دوسری ہو جاتی۔ دوسرے یہ کہ اس مہم سے اگرچہ وسیع اقطاع ملک فرانسیسیوں کے ہاتھ آگئے تھے مگر اُن کی آمدنی صرف اسی قدر تھی کہ وہ اپنے مصارف خود برداشت کر سکیں۔ البتہ ابتدائی زمانے میں بسی اور اُس کے ساتھیوں نے کچھ رقمیں جو صلابت جنگ کی فیاضی سے اُن کو ملی تھیں پانڈیچری بھیجیں۔ جس وقت سے حیدرآباد اور اورنگ آباد کے خزانے خالی ہو گئے تھے بسی خود

رقم کی طرف سے مصیبت میں مبتلا رہتا تھا۔ جب بسی دکن سے چلا ہے اُس نے کمپنی کے ذمے ایک کثیر رقم واجب الادا نکالی تھی جو افواج کی نگہداشت میں اُس نے اپنے پاس سے خرچ کی تھی۔ اس سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بسی کی کارگزاریوں کے جو فوائد تھے وہ بجائے حقیقی کے محض نمائشی تھے اور جو طرزِ عمل اُنکے حصول کے لئے اختیار کیا گیا تھا وہ اصولاً غلط تھا۔ دکن فتح کرنے کے قابل ہی نہ تھا۔

تاہم یہ مہم بطورِ خاص قابلِ لحاظ ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند یورپین ایک مشرقی دربار پر کس طرح حاوی ہو سکتے ہیں۔ اُن کو کیا کیا خطرات پیش آ سکتے ہیں اور کیا کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ کلائیو کے تعلقات جعفر علی کے ساتھ وہی تھے جو بسی کے صلابت جنگ کے ساتھ تھے۔ دونوں صورتوں میں صوبہ دار کم زور نا قابلِ اطمینان اور محض اُن یورپینوں کے زور پر قائم تھے جنھوں نے اُن کو تخت نشین کیا تھا۔ دونوں صورتوں میں مسلمان امرا اس یورپین غلبے کے خلاف تھے اور اُس کو توڑنے کے لئے دوسری یورپین قوموں سے سازشیں کرتے رہتے تھے۔ دونوں صورتوں میں مالی حالت اس قدر خراب تھی کہ صوبہ داروں کو کمی کی وجہ سے مشکلوں کا سامنا تھا اور ہر وقت ایسی فوج سے جس کی تنخواہ نہیں ادا ہوتی تھی خوف زدہ رہنا پڑتا تھا۔ دونوں صورتوں میں مالی مشکلات عطائے ممالک کی باعث ہوئیں اور اس پر بھی کافی رقم بقدر ضروریات عامہ وصول ہونا مشکل تھا۔ دونوں صورتوں میں یورپین افسروں نے اپنی خدمات کے حیرت انگیز صلے حاصل کئے تھے۔ دونوں صورتوں میں یورپینوں نے براہِ راست اور علانیہ طور سے خود مختارانہ کارروائی سے احتراز کیا اور دیسی حکومت کے پردے میں حکومت کرتے رہے۔

یہ کہنا شائد غلط نہ ہو کہ کلکتے پر سراج الدولہ کا تسلط ہو جانے کے بعد اس واقعہ خیز اور متزلزل زمانے میں ڈوپلے کی مثال کلائیو کے پیش نظر رہی اگرچہ کلائیو بسی کی طرح خوش خلق اور مہذب نہ تھا مگر اُس کی زیادہ تر زوردار طبیعت اور حیثیت نے اس سے زیادہ رسوخ پیدا کر لیا جو بسی پیدا کر سکا تھا۔

فصل چہارم

بنگال کی بڑھی ہوئی دولتمندی نے بمقابلہ دکن کے خشک اور چٹیل میدانوں کے اُسکو اور زیادہ موقع دیا مگر ان خصوصیات اور حیثیات سے قطع نظر کرکے کلائیو کو اُنھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جو بسی کو پیش آئی تھیں اور اُس نے اُن کو دور کرنے میں اُنھیں ترکیبوں سے کام لیا جو بسی نے ایجاد کی تھیں۔

فصل پنجم

ڈوپلے کی حکمتِ عملی

ڈوپلے اور بسی کی کارگزاریوں کے فطری نتائج کے ظہور پذیر ہونے سے قبل یورپین اقوام کی حیثیت ہندوستان میں بہت کچھ تبدیل ہوتی رہی تھی۔ شمال میں وہ لوگ صوبہ داروں کے غیر یقینی رحم و کرم پر منحصر تھے۔ تمثیلاً کلکتے ہی کی حالت کو لو کونسل کسی مسلمان کو سزائے موت دیتے ہوئے ڈرتی تھی اور انگریزوں اور فرانسیسیوں میں سے کسی کو اجازت نہ تھی کہ وہ قلعوں کی مضبوطی یا توسیع کے متعلق کوئی کارروائی کرسکیں۔ بنگال کی حکومت الہ وردی خاں کے عہد میں ایک حد تک زوردار تھی اور ماتحت عہدہ داروں کی پوری نگرانی ہوتی تھی مگر جن حکومتوں کا تعلق صوبہ دار دکن سے تھا اُن پر نواب نظام الملک کے آخر عہد میں ایسی نگرانی باقی نہیں رہی تھی۔ انھوں نے مختلف عہدوں کو تھوڑے تھوڑے عرصے کے لئے سب سے زیادہ رقم دینے والوں کو ٹھیکے پر دینے کا قدیم قاعدہ اختیار کرلیا تھا جس سے مقامی نوابوں کو یہ اختیار حاصل ہوجاتا تھا کہ وہ جس طرح چاہیں اپنی رقم کا معاوضہ حاصل کرلیں۔ یورپین اقوام کی جو کوٹھیاں ان کے حدود میں واقع تھیں وہ اُن کی سختیوں کو پوری طرح سے محسوس کرتی تھیں۔ مسولی پٹم کی کوٹھیاں جو ایک زمانے میں بڑی تجارت گاہ تھیں اُن بھاری محصولوں کی وجہ سے جو اُن پر عائد کئے گئے بند ہوگئیں یا وہاں سے منتقل کرلی گئیں۔ فرانسیسیوں کی کوٹھی یانم میں تھی اور ڈچوں کی نرساپور اور انگریزوں کی

فصل پنجم

انگیرم اور آدو یوطم میں ۔ یہ کوٹھیاں نذرانوں اور تحفوں یا خرید چوبینہ کے مطلوبہ جاست سے پریشان کی جاتی تھیں اور ان کو موقوفی تجارت کی دھمکی دی جاتی تھی ۔ چند مرتبہ ان کوٹھیوں کو قطعی طور سے بند کر دینے کا خیال کیا گیا ۔

جنوب میں دوسری حالت تھی ۔ وہاں یورپین جن شہروں پر قابض تھے ان میں قلعے اور فوجیں موجود تھیں ۔ مدراس ایک دولتمند شہر اور تجارت اور رہائشی امن و چین کا مرکز تھا جس میں بہ آسانی مداخلت نہیں ہو سکتی تھی اور وہاں انگریزی حقوق کی پوری طرح حفاظت کی جاتی تھی ۔ سنہ ۱۷۴۲ء میں ایک صراف نے ایک انگریز مدیون پر بجائے انگریزی عدالت کے سینٹ نامی کے عملدار کے سامنے وصول قرضہ کے لئے دعویٰ دائر کر دیا ۔ اس پر فوراً (۳۰۰) پیگوڈا کا جرمانہ کیا گیا اور عملدار کو اس طریقے سے لکھا گیا کہ اُسے فوراً معافی مانگنی پڑی اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ حال ہی میں ہندوستان کے ایک دور و دراز مقام سے تبدیل ہو کر آیا ہے اور وہ انگریزوں کے حقوق سے واقف نہ تھا[1] ۔ مدراس اور پانڈیچری دونوں ایسے مقامات تھے جہاں نواب کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں محسوس کیا جاتا تھا ۔ وہ لوگ ایسے اعمال سے محترز رہتے تھے جو باعث فساد ہوں اور یہ ایسی جماعتوں کے لئے فطری بات تھی جن کا مقصد صرف تجارت ہو ۔ ڈوپلے نے ۱۷۴۲ء میں جس وقت اپنی خدمت کا جائزہ لیا اُس وقت یورپین اقوام کی یہ حالت تھی جو اوپر بیان ہوئی ہے اور قبل اس کے کہ اُسکے خیالات تجارتی امور سے الگ ہو کر سیاسی امور کی طرف متوجہ ہوں وہ اس حالت سے برابر فائدہ اُٹھاتا رہا ۔ یورپین اقوام کی اُس آزادانہ حالت سے جو کرناٹک میں تھی ڈوپلے کی حکمت عملی کا آغاز ہوتا ہے ۔

ارکاٹ کے لینے میں چند اصاحب کی مدد کی یہی وجہ تھی کہ وہ موجودہ حیثیت کو زیادہ تر محفوظ اور مضبوط کرنا چاہتا تھا ۔ اُس کے ذہن میں دو امور تھے ۔ اول یہ کہ جدید نواب فرانسیسی تجارت کی مدد کریگا اور جو مال فرانسیسی نوآبادی میں آئے اُسکے آنے میں ماتحت عہدہ داروں کی مزاحمت اور کم ہو جائیگی ۔ دوسرے یہ کہ پانڈیچری کے

---

[1] پبلک کونسل مباحث [illegible]

فصل پنجم

گرد و نواح کے رقبے میں وسعت ہوجائے گی جس سے کمپنی کی مستقل آمدنی میں اضافہ ہوگا اور کپڑا بننے والوں کی کثیر آبادی کا مرکز خود اُس کے حدود ارضی میں قائم ہوجائیگا۔ گران خیالات میں کوئی نئی چیز نہ تھی۔ انگریز اس سے تیس سال قبل اسی مقصد کے لئے بعض گاؤں کے حصول کے لئے ایک سفارت دربار مغلیہ میں بھیج چکے تھے۔ ڈوپلے اپنے سیاسی خیالات کی آئندہ نشوونما سے مطلق واقف نہ تھا جیساکہ اس کے اس طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے جو اُس نے مظفر جنگ کے معاملے میں فتح آمبر کے بعد اختیار کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ "مظفر جنگ" ایک جونک ہے جسے جس قدر جلد ممکن ہو الگ کردینا چاہیئے"۔ فرانسیسی امدادی فوج کا خاص مقصد یہ ہے کہ وہ چندا صاحب کو مظفر جنگ سے محفوظ رکھے۔ اس میں سیاسی قوت کے حصول کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ چندا صاحب اب تک بالکل خود مختار ہے ۱۷۴۹ء میں اُس نے ترچناپلی کی بجائے جو حملہ تنجور پر کیا وہ خود اُس کا مجوزہ تھا۔ ۱۷۵۰ء میں ناصر جنگ کے قریب آجانے پر وہ پانڈیچری میں جاکر پناہ گزیں ہوتا ہے اور فرانسیسی فوج اُس کے پیچھے پیچھے آتی ہے۔

اسی حقیقی سیاسی خیال کی عدم موجودگی سے اس امر کی تشریح ہوتی ہے کہ انگریزوں نے محمد علی کی جو مدد کی اس پر ڈوپلے کو اس قدر تعجب اور غصہ کیوں تھا۔ جب انگریزوں نے تنجور پر حملہ کیا تو اُس نے کوئی دخل نہیں دیا۔ اس کے خلاف انگریزوں کو کیوں عمل کرنا چاہیئے۔

فلوئیر گورنر قلعۂ سینٹ ڈیوڈ کے نام اُس کے جو خطوط ہیں وہ اسی قسم کی شکایتوں سے مملو ہیں[۱]۔ جب انگریزوں نے ترووندی پورم پر قبضہ کرلیا تو اُس نے اُن کے حق کے متعلق کوئی شکایت نہیں کی اُس کو جو کچھ شکایت تھی وہ صرف اس قدر تھی کہ انھیں بجائے فرانسیسی جھنڈا اُتار کر پھینک دینے کے اُسے قبل از قبل اطلاع کردینی چاہیئے تھی۔ محمد علی کی مدد کے لئے فوج بھیجنے پر وہ لکھتا ہے کہ قدیم سے یورپین اقوام نے کبھی ان تنازعات میں دخل نہیں دیا ہے جو یورپین اور دیسی ریاستوں میں

---

[۱] دیکھو مراسلت فرانسیسی ۱۷۵۰ء۔

فصل پنجم

پیش آئے ہیں اور اُن کا ہندوستان میں یہی طرزِ عمل ہونا چاہیئے مگر اُس کو یہ خبر نہ تھی کہ
جو طرزِ عمل اُس نے شروع کیا تھا اُس سے تمام حالات کا بدل جانا لازم تھا اور قدیم
طریقے کی پیروی ناممکن ہوگئی تھی - اس بارے میں اُس کے فریق مخالف انگریزوں
نے اُن کے طرزِ عمل کے نتائج کا اندازہ بہ نسبت خود اُس کے زیادہ درستی کیساتھ
کر لیا تھا جیسا کہ اُس کے ۱۷۴۹ء کے موسم خزاں کی مخالفت کی تیاریوں سے ظاہر
ہوتا ہے - مگر اس وقت اور اُس کے بعد بھی ایک عرصے تک اُن کے طرزِ عمل میں
بجائے سیاسی خیال کے تجارتی خیال زیادہ ملحوظ رکھا جاتا تھا - وہ کمپنی کے تجارتی
حقوق کی حفاظت کے لئے تیار ہے تھے نہ کہ جنوبی ہند میں حصول غلبہ کیلئے ۱۷۵۴ء
کے ختم پر جس معاہدے پر وہ رضامند ہوگئے اُس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے
دماغ اُس وقت تک بھی ان سیاسی خیالات سے خالی تھے جو اس اثنا میں ڈوپلے نے
پختہ کر لئے تھے -

اس پختگی کا آغاز ناصر جنگ کی شہادت سے سمجھنا چاہیئے جو ۱۷۵۰ء میں
واقع ہوئی - اُس وقت تک ڈوپلے ناصر جنگ کی صوبہ داری سے رضامند تھا -
مگر اُن کی شہادت اور مظفر جنگ کی مسند نشینی نے اُس کے مقاصد اور ارادوں میں
لازمی طور سے تبدیلی کر دی - مظفر جنگ چندا صاحب کی طرح بالکل فرانسیسیوں کے
ساختہ اور پرداختہ تھے - اُن کو اوروں پر اس قدر بے اعتباری تھی کہ اُنھوں نے
بہ اصرار تمام ڈوپلے سے اپنی حفاظت کے لئے فرانسیسی باڈی گارڈ مقرر کرایا جس طرح
اُن کی موت واقع ہوئی ہے اُس سے اس قسم کی مدد کی ضرورت کا اظہار ہوتا ہے -
اُن کے جانشین صلابت جنگ کی بے دست و پائی کی وہی حالت تھی اور اُن کو
بھی اسی قسم کی امداد کی ضرورت تھی - مغلوں کے مندرس ضوابط کے لحاظ سے دکن
کا صوبہ دار تمام جنوبی ہند کا حاکم تھا - آرکاٹ کے نوابوں کا تقرر اسی کے ہاتھ
میں تھا اور میسور اور تنجور کے راجہ اُس کے باجگذار تھے -

اس حالت میں جو تبدیلی ہوگئی تھی اُس کا علانیہ اظہار اُن عطیات سے ہوتا
ہے جو اس وقت عمل میں آئے - مظفر جنگ نے پانڈیچری میں فرانسیسیوں کو
مسولی پٹم عطا کیا اور دریائے کرشنا کے جنوب میں ڈوپلے کو اپنا نائب تسلیم کر لیا -

فصل پنجم

مگر اب تک ڈوپلے ان عطیات سے بطور کامل منتفع ہونے کے لئے آمادہ نہ تھا۔ اُسنے فوراً چندا صاحب کو آرکاٹ کا نواب مقرر کیا جس کے فی الحقیقت یہ معنی تھے کہ وہ اپنے ملکی اختیارات کے استعمال میں بہت سی مزاحمتیں پیدا کر رہا تھا۔ مظفر جنگ کے انتقال پر اُن کے جانشین نے فرانسیسیوں کے سابق عطیات کو بحال رکھا اور اس کے بعد ہی مزید مطالبہ جات کی خبریں وصول ہونے لگیں شہر اور ضلع مسولی پٹم کے ساتھ اس کے قریب کا ضلع کنڈور بھی شامل کردیا گیا اور جب بسی نے صلابت جنگ پر اپنا پورا زور جمالیا اور چندا صاحب فرانسیسیوں کے روز افزوں دباؤ سے گھبرا اُٹھا اُس وقت اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کے خیالات میں وسعت پیدا ہوگئی ڈوپلے نے اپنی نیابت کو کام میں لانے کا خیال پیدا کیا اور اس مقصد کے حصول کیلئے ایک عجیب سازش کا آغاز ہوا۔

چندا صاحب کے متعلق شکایت کا پیدا ہونا اُسی طرح یقینی تھا جیسا کہ دن کے بعد رات کا ہونا۔ وہ ڈوپلے کمپنی اور تقریباً نصف پانڈیچری کے لوگوں کا مقروض تھا۔ مشرقی حکمراں ہمیشہ نادہند رہے ہیں ۱۷۵۱ء میں جو رقم مالگزاری اُس کو وصول ہوئی وہ زیادہ نہ تھی اور نہ اس سے زیادہ وصول ہونے کی امید کی جاسکتی تھی۔ یہی اُلجھنیں باہمی اختلاف کی بنیاد ہوگئیں۔ اس کے علاوہ خود جنگ کا معاملہ تھا۔ امبر، تنجور اور ناصر جنگ کے مقابلے میں چندا صاحب نے کوئی ایسی کارگزاری نہیں کی جس سے اُس کی فوجی قابلیت کا اظہار ہوتا بلکہ ایسے اسباب موجود تھے جس سے اُس کی ذاتی بہادری بھی مشتبہ ہوگئی تھی۔ اس لئے ترچناپلی پر محمد علی کے مقابلے میں فرانسیسیوں نے مہم میں بڑا حصہ لیا اور بجائے صلاح دینے کے خود احکام دینے لگے۔ اس نے جیسا کہ لازمی طور سے ہونا چاہیئے تھا چندا صاحب کو اور زیادہ ناخوش کردیا۔ بیان کیا جاتا ہے اور یہ قرین قیاس بھی ہے کہ اُس نے دہلی کو مراسلہ بھیجکر شکایت کی کہ صلابت جنگ تمام ملک عیسائیوں کے ہاتھ میں دئے دیتے ہیں اگر بادشاہ کی طرف سے آرکاٹ کی حکومت کا فرمان اُس کے نام نہ بھیجا جائیگا تو اسلام تباہ ہوجائیگا۔[1]

---

[1] بسی بنام ڈوپلے ۱۸ ستمبر ۱۷۵۱ء (یادداشت گادہیو صفحہ ۶۲)۔

فصل پنجم

ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ ڈوپلے کے اختیار کو قائم رکھنے کے لئے اس تجویز کا توڑ کس طرح کیا گیا تھا۔[1] کمپنی کے مراسلے میں ڈوپلے اُسے بسی کی طرف منسوب کرتا ہے۔ لیکن یہ امر مطلق قرین قیاس نہیں ہے کہ بسی نے ایسے معاملے میں جو ڈوپلے اور چندا صاحب کے تعلقات پر اس قدر موثر تھا بغیر اپنے اعلیٰ افسر کی کامل ہدایت کے کوئی کارروائی کی ہو۔ اس کارروائی سے اظہار برأت کی غالباً یہ وجہ تھی کہ ڈوپلے یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس طرز عمل سے جس زیادتی کا اظہار ہوتا ہے اُس کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہو۔ اگرچہ اُس نے اس تجویز کی منظوری کی ایسی حجت سے سفارش کی جس سے اختلاف مشکل تھا یعنی یہ کہ اس عطیے سے کمپنی کو ہندوستان میں لگانے کے لئے سرمایہ بھیجنے کی ضرورت باقی نہ رہیگی اور اس سے یقین ہے کہ فرانسیسیوں کو کرناٹک میں اطمینان کلی حاصل ہو جائیگا۔[2]

اس تمام کارروائی کا اصل مقصد یہ تھا کہ چندا صاحب کو بے دخل کر دیا جائے۔ بسی لکھتا ہے کہ "پروانہ وصول ہونے پر میرے نزدیک آپ کو چندا صاحب اور اُس کے فرزند کو بلا کر یہ کہنا چاہیئے کہ وہ خاموش بیٹھے رہیں کیونکہ کرناٹک کے نواب آپ ہیں اور تمام فوج کو اپنی طرف منتقل کر لینا چاہیئے"[3]۔ مگر ڈوپلے نے اُس وقت تک انتظار کرنا مناسب خیال کیا کہ جب تک کہ صلابت جنگ کے پروانے کی توثیق دہلی سے ہو جائے۔ اس معاملے کو چندا صاحب سے پوشیدہ رکھنے میں بڑی احتیاط برتی گئی۔ مارچ سنہ ۱۷۵۲ء میں کہا جاتا ہے کہ ایک توثیقی پروانہ اُس کے شبہات دور کرنے کے لئے بھیجا گیا اور ایک ایسے خط کا حوالہ دیا گیا ہے جو اگرچہ مشتبہ ہو مگر بالکل قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ بسی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس نے لکھا کہ "مجھے اس امر کا یقین دلایا گیا ہے کہ چندا صاحب نے محمد علی کو لکھا ہے کہ مجھ کو یہی

---

[1] دیکھو صفحہ ۸۶ گزشتہ۔

[2] ڈوپلے بنام کمپنی ۱۹ر فروری سنہ ۱۷۵۲ء۔

[3] بسی بنام ڈوپلے ۱۳۔ اکتوبر سنہ ۱۷۵۱ء سیمینٹ صفحہ ۱۶۲۔

[4] کاڈہیو کی یادداشت صفحہ ۷۵۔

فصل پنجم

نظر آتا ہے کہ میں برائے نام نواب مگر حقیقت میں گورنر کا غلام رہوں گا اس لئے میں ترچناپلی آپ کے قبضے میں چھوڑ کر خود آرکاٹ چلا جانا چاہتا ہوں ہم کو اپنے مخالفین کے مقابلے میں گو وہ فرانسیسی ہی کیوں نہ ہوں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے[۵۱]"

چندا صاحب کا معاملہ تو اُس کی موت کے ساتھ ختم ہوگیا اور ڈوپلے کے نام کا پروانہ اُس کے دعوے کی تائید میں انگریزوں کے مقابلے میں پیش ہوا اور جب مرتضی علی خاں نواب ہوئے تو وہ صرف ڈوپلے کے نائب تھے[۵۲]

کرناٹک کی حکومت کے مسئلے کو ڈوپلے نے اس طور سے حل کرنے کی کوشش کی۔ چندا صاحب پر قابو رکھنے میں جو دشواریاں پیش آرہی تھیں اُنھوں نے ایک تغیر کو لازم اور ضروری کر دیا تھا لیکن جب ڈوپلے نے نواب ہونے کا فیصلہ کیا تو اُس کا ارادہ یہ نہ تھا کہ وہ بذات خود وہاں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے۔ "میں فوراً اپنی طرف سے ایک نائب مقرر کروں گا جو اس ملک کا تفصیلی کام انجام دیگا...... اور وہی مجھ کو مال گزاری کا حساب دیا کریگا[۵۳]" لیکن حقیقت یہ ہے کہ ڈوپلے کی یہ تجویز عملی طور سے کامیاب نہ ثابت ہوئی کیونکہ لاکی حماقت اور ۱۷۵۲ء اور ۱۷۵۳ء کی دوسری فرانسیسی شکستوں نے کرناٹک کا ایک بہت تھوڑا سا حصہ اُس کے قبضے میں چھوڑا تھا۔ مرتضی علی خاں کو نائب مقرر کرتے وقت بھی وہ اس بے احتیاطی سے مجتنب رہا کہ کُل ملک کی مالگزاری کے وصول کا کام اُس کے ہاتھ میں دیدے۔ یہ کام پاپیا پلے کے سپرد کیا گیا تھا جو پیڈم ڈوپلے کا آدمی تھا اور وہ مظالم اور بدنظمیوں میں کسی دیسی مالگزاری وصول کرنے والے عہدہ دار سے پیچھے نہیں رہا۔

جو طریقہ اس طور سے کرناٹک کے اُس حصے میں جاری ہوگیا تھا جو فرانسیسیوں کے زیر اثر تھا وہ کسی ملکی مصلحت پر مبنی نہ تھا بلکہ بلحاظ حالات وقت کے تھا اور اٹھارھویں صدی کے ہر منتظم کو بنا جاری وہی طریقہ اختیار کرنا پڑتا تھا۔ اس طریقے کا

---

۵۱ بسی بنام ڈوپلے، ۷ مارچ ۱۷۵۲ء۔

۵۲ دیکھو پروانہ مورخہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۱۶۷ھ۔

۵۳ ڈوپلے بنام بسی ۲۸ اکتوبر ۱۷۵۱ء۔

پہلا اختیار کرنے والا ڈوپلے ہی نہ تھا۔ جس وقت ڈچوں کی حکومت جاوا پر قائم ہوئی انھیں بھی یہی تمام مشکلیں پیش آئیں اور انھوں نے بھی کثیر رعایا کے پیچیدہ انتظامات میں دخل دینے سے پہلوتہی کی۔ وہ بھی دیسی قوانین اور وہاں کے رسم و رواج سے ناواقف تھے۔ اُن کے عہدہ دار بہ نسبت ملکی اور قانونی مسائل حل کرنے کے مسالوں کے جانچنے اور کپڑوں کے ناپنے میں زیادہ تر مشاق تھے۔ اس لئے انھوں نے دیسی انتظامات کو بحال خود رہنے دیا اور صرف دیسی رؤسا کو قابو میں رکھنے پر اکتفا کیا کیونکہ وہ بالکل اس سے واقف نہ تھے کہ اُن کو ہٹا کر دوسرا کیا انتظام کرنا چاہیئے۔

یہی حالت ڈوپلے کی کرناٹک میں تھی۔ اگر وہ چاہتا بھی تو انتظام وہاں ممکن نہ تھا جس واقفیت کی ضرورت تھی وہ اُس سے بالکل بے بہرہ تھا۔ پانڈیچری میں اُس کے جو ماتحت تھے وہ بھی ملک کی زبان اور رعایا کے رسم و رواج سے ناواقف تھے۔ اور اُس کو بجز اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ دیسی حکومت کی شکل مع اُس کے تمام عیوب کے قائم رکھے۔ تمام انتظامی کاموں میں جس امر سے اُس کو دلچسپی تھی وہ صرف وصول مال گزاری کا معاملہ تھا اور اس معاملے میں اُس نے جو تبدیلی کی وہ صرف اس قدر تھی کہ جو کچھ وصول ہو وہ بجائے آرکاٹ کے پانڈیچری بھیجا جائے۔ بسی نے دکن میں جیسا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے دیسی درباروں کو قابو میں رکھنے اور اُن پر حاوی ہو جانے کا راستہ بتا دیا تھا اور ڈوپلے کرناٹک کے معاملات میں ایک قدم اُس سے آگے بڑھ گیا تھا۔ بسی کا طرز عمل کلائیو کی پہلی حکومت کے مشابہ ہے اور ڈوپلے نے جنوب ہند کی حکومت کے متعلق جو خیالات قائم کئے وہ اُن خیالات کے مماثل ہیں جو انگریزوں نے بنگال میں کلائیو کے چلے جانے کے بعد اور کمپنی کے دیوانی لینے پر آمادہ ہو جانے تک قائم کئے تھے۔

انگریزوں نے فرانسیسیوں کی قائم کردہ مثالوں اور تنبیہوں سے انھیں حالات میں فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ ذاتی نذرانوں کا معاملہ بھی اسی ضمن میں داخل ہوتا ہے۔ گاڈیہو کی عارضی صلح کی شرائط کو سن کر بسی نے فوراً اُن امور کی طرف اشارہ کیا جو اُس کے خیال میں اس صلح کی تکمیل میں سخت مانع اور مزاحم تھے۔ اس شرط پر کہ آئندہ کوئی فریق کسی دیسی رئیس کی نزاع میں شریک نہ ہوگا۔ اُس نے کہا کہ "اس کی مطلق امید نہیں کیجا سکتی کہ

فصل پنجم

کوئی فریق بھی اس کا پابند رہیگا کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ ایشیائی لوگوں پر کس آسانی سے
غلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور جو قابل احساس فوائد اس سے حاصل ہوئے ہیں وہ
بڑے قوی محرک ہیں لیکن ذاتی فوائد ڈوپلے کی حکمت عملی کے اجزائے لاینفک تھے
مگر اس کا اندازہ کرنا کہ اُن کی وقعت ڈوپلے اور بسی کے ذہن میں کس حد تک تھی
مشکل ہے۔ غالباً آخری زمانے میں اُن کی زیادہ وقعت نہ رہی ہوگی کیونکہ اس وقت
اُن میں اولوالعزمی کے خیالات پیدا ہو گئے تھے۔ خواہ وہ پہلے کچھ ہوں مگر اس وقت
وہ بڑے لوگوں میں تھے اور عظیم الشان کام کر رہے تھے اور اپنے منصوبوں کی تکمیل
میں اس قدر مستغرق اور کام کے نشہ میں اس قدر سرشار تھے کہ حصول دولت کا خیال
اگر آتا بھی ہوگا تو بہت کمزور ہوگا۔ ڈوپلے نے وہی دولت جو اس کی حکمت عملی سے
حاصل ہوئی تھی اسی حکمت عملی کی کامیابی کے داؤں پر لگا دی تھی اگر وہ جیت جاتا تو
اس سے نہ حساب وکتاب لینے کی ضرورت پیش آتی اور نہ کوئی قرضہ کمپنی سے واجب الوصول
ہوتا اور ان سب کا تصفیہ وہ خود کر دیتا۔ لیکن فرانسیسیوں کی اس کارروائی میں بڑے
سے بڑے لوگوں میں بھی ہم کو قومی اور ذاتی محرک اور قومی اور ذاتی منافع ملے جلے
نظر آتے ہیں۔ بنگال میں انگریزوں نے بعد کو جو کارروائی کی اس کا بھی یہی حال تھا۔
جب بڑے آدمیوں کا یہ حال ہو تو دونوں اقوام کے چھوٹے آدمیوں میں صرف ذاتی
منافع کا خیال ہونا کچھ تعجب انگیز نہیں ہو سکتا۔ حکمت عملی کے علاوہ اس راستے میں بھی
ہمارے رہبر فرانسیسی ہی تھے۔

ہمیں اُن رقوم سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی جو اعلیٰ عہدہ داروں
کو ملی تھیں[1]۔ بسی کی دولت کا حال کسی کو معلوم نہ تھا مگر وہ اس قدر تھی کہ اُس نے اُس کو
ایک جائداد کے خریدنے اور ڈیوک آف روہن کی لڑکی سے شادی کرنے کے قابل
کر دیا تھا جس زمانے میں ڈوپلے ہندوستان سے بلایا گیا ہے اسی زمانے میں وہ ایک
جائداد کی خرید کے متعلق کارروائی کر رہا تھا۔ ڈی ارگنسن نے جو کچھ ڈوپلے کی واپسی کے
بعد اُس کے متعلق کہا اس سے والپول کا بیان جو کلائیو کی نسبت تھا فوراً یاد آجاتا ہے

[1] بسی بنام گاڈہیو ۲۳ر اکتوبر ۱۷۵۶ء۔

فصل پنجم

یعنی "ہر طرف جائداد ہی جائداد اور جواہرات ہی جواہرات ہیں"[1] عہدہ داران تحت بھی ان فوائد سے محروم نہ تھے ۔ ہم اُس رقم کا ذکر کر چکے ہیں جو فرانسیسی عہدہ داروں نے تنخواہ میں طلب اور وصول کر لی اور اس کے بعد کس طرح تیرہ عہدہ داروں نے بغاوت کی جن کو دوسروں کی طرح لڑائی سے فوائد نہیں حاصل ہوئے تھے ۔ اس قسم کی فتوحات کا سب سے بڑا میدان دکن تھا ۔ ایک فرانسیسی سرجن ۱۷۵۱ء میں پانڈیچری سے لکھتا ہے کہ "جو لوگ جاتے ہیں وہ دولتمند ہو جاتے ہیں کوئی شخص خالی ہاتھ نہیں آتا ۔ ایم وینسنس میڈم ڈوپلے کا بیٹا چالیس ہزار اشرفیاں جو ہر ایک سولہ روپے کی ہے اور بے شمار پگوڈے روپے اور جواہرات لے کر جو وہاں جانے والوں کو نہایت کثرت سے ملتے ہیں واپس آیا ہے ۔ ایم کرجین ڈوپلے کا بھتیجا بھی اسی قدر رقم لے کر آیا ہے گولکنڈہ جانے کا ہر شخص آرزومند ہے مگر یہ رعایت اُنھیں لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو دربار کے منھ چڑھے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"[2]

ابتدا ابتدا میں ڈوپلے ان تمام امور سے کمپنی کو اطلاع دیتا رہا اس خیال سے کہ اس سے لوگوں کو کمپنی کی ملازمت اختیار کرنے کی ترغیب ہوگی ۔ مگر کمپنی نے اس معاملے پر دوسری طرح نظر ڈالی ابتدا ہی سے ذاتی تحفوں کے لینے کی ممانعت ہو چکی تھی[3] ۔ جب ۱۷۵۰ء میں صفدر علی نے اپنی بیوی اور ماں کی حفاظت کے متعلق ڈوماس کو تین گاؤں بطور جاگیر کے عطا کئے تھے تو ڈوماس کمپنی کی اجازت لے کر اُن پر متصرف ہوا تھا ۔ اب کمپنی نے خود تحریک کر کے محکمۂ وزارت کے ذریعے سے ایک حکم کونسل آف اسٹیٹ کا حاصل کیا[4] جس میں کمپنی کے ملکی اور فوجی عہدہ داروں کو تحفہ جات اور

---

[1] ڈوپلے کو ضلع ولور بطور جاگیر کے دیا گیا تھا (دیکھو سفرنامہ مزید شاہت ہے) اور فرانسیسی کمپنی نے اسکو ضلع مذکور کی آمدنی سے اسوقت تک منتفع ہونے دیا جب تک کہ ضلع مذکور ان کے قبضے میں رہا ۔ ڈوپلے کے افلاس کا باعث کمپنی کی ناانصافی نہیں بلکہ انگریزوں کی کامیابی تھی ۔

[2] فرانسیسی خط وکتابت بابت ۱۷۵۲ء ۔

[3] حکم مورخہ ۳۱ جنوری ۱۷۵۲ء مندرجہ یادداشت کمپنی بمقابلہ ڈوپلے صفحہ (۹) این ۔

[4] ڈگری مورخہ ۳۰ جون ۱۷۵۲ء و نیز دوسری ڈگری مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۷۵۱ء ۔

فصل پنجم

ہدایا کے قبول کرنے کی ممانعت کی گئی تھی۔ اس کے متعلق ڈوپلے کا جواب قابل لحاظ ہے وہ لکھتا ہے کہ کمپنی جو احتیاط کام میں لارہی ہے اُس کا صریح مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو معاوضہ بہادری اور حسن کارگزاری کا ہو وہ کمپنی خود حاصل کرے بلا لحاظ اس کے کہ آیا یہ طرز عمل قرین انصاف ہے یا نہیں[1]

کمپنی کی کارروائی کا صرف یہ نتیجہ ہوا کہ جو تحفہ و تحائف دیسی ریاستوں سے ملتے تھے وہ بجائے علانیہ اور مقبولہ ہونے کے خفیہ اور خانگی ہوگئے۔ ڈوپلے کو جو جاگیر مظفر جنگ نے دی تھی اُس پر متصرف ہونے کی اُس کو اجازت دیدی گئی۔ باقی لوگوں نے ایسی چیزوں کو جن کی واجبیت وہ ثابت نہیں کرسکتے تھے چھپادیا لیکن ایسی دولت کی مثال کا اثر جو اس قدر جلد اور اس قدر آسانی سے ہاتھ لگ جاتی تھی فطری طور سے دوسرے عہدہ داروں پر بھی پڑا۔ اور وہ اس مثال کے اتباع سے بچنے اور احتراز کرنے کے لئے بالکل آمادہ نہ تھے۔ یہ رواج کہ عہدہ داروں کی تنخواہیں اُن رقوم سے ادا کی جائیں جو عامۂ خلائق سے وصول ہوں کمپنی ابتدائی زمانے میں یورپ سے اپنے ساتھ لائی تھی اور ہندوستان میں اگر اس رواج نے اس ملک کی خصوصیات سے نیا رنگ اختیار کیا جہاں کہ نذرانہ ادائے فرائض منصبی کا معمولی۔ جائز اور معزز انعام متصور ہوتا تھا۔ اس طور سے ڈوپلے کے کل عہدہ دار اس بلا میں مبتلا تھے جسے آجکل کے لحاظ سے رشوت ستانی کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ مقدمہ توریث میں موافق فیصلہ صادر کرنا۔ موقوف شدہ عہدہ دار کو بحال کردینا۔ کسی دیسی شخص کے یہاں شادی کی تقریب میں شریک ہونا۔ معزز اشخاص کی تعظیم اور تکریم کرنا ایسے امور تھے جس کی بابت تحائف کا دیا جانا ایک معمولی اور روزمرہ کا عمل تھا۔[2]

ڈوپلے کے ماتحت عہدہ داروں پر فطری طور سے اس کا گہرا اثر پڑتا ہوگا

[1] کلکٹرو صفحہ ۳۴۹۔

[2] روزنامچہ انند رنگا پلے جلد (۱) صفحہ ۲۶۸ و جلد ۲۔ ۵۳ و ۳۵۔ ۱۴۰۔ ۶۰۔ ۳۴۲۔ ۳۴۱۔ ۳۳۹
یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ روزنامچہ نویس نے یہ واقعات بطور معمولی واقعات کے لکھے ہیں۔

فصل پنجم

جبکہ وہ دیکھتے ہوں گے کہ بعض لوگ دیسی ریاستوں کی خدمات کرکے کس قدر جلد دولتمند ہو گئے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اُن کے اخلاق بگڑ جائیں اور بگڑ گئے روپیہ پیدا کرنے کا ہر امکانی ذریعہ تلاش کیا جاتا اور اُس سے فائدہ اُٹھایا جاتا تھا۔ سنہ ۱۷۵۴ء میں جو ہدایات گاڈ ہیو کو اور سنہ ۱۷۵۸ء میں لالی کو دئے گئے اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرانس کے لوگ ان خبروں کو سُن کر جو اُن کو پہنچتی رہتی تھیں کس قدر خوفزدہ تھے[۱]۔ سنہ ۱۷۵۰ء میں ڈوپلے کو یہ شکایت تھی کہ کمپنی کے ملازم ذاتی منافع کے خیال سے اپنے فرائض منصبی ادا نہیں کرتے[۲]۔ لیرٹ اپنے افسروں کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ خود مختارانہ کارروائی کرتے کرتے ایسے بگڑ گئے ہیں کہ کوچ پر اُس وقت تک رضامند نہیں ہوتے جب تک اُن کو پورا معاوضہ نہ دیا جائے[۳]۔ بیچارے لالی کو معلوم ہوا کہ ہر انتظامی صیغے میں تغلب و تصرف ہو رہا ہے۔ توپخانے کے بیلوں کا خرچہ ۱۰۰ ماہوار سے ۱۵۰۰ ہو گیا اس شرط کے ساتھ کہ کمانڈنگ افسر کو کچھ نہ دینا پڑے گا۔ کمپنی کی اراضی ہمیشہ کم مالگزاری پر دی جاتی اور مالگزار حسب خواہش بدل دئے جاتے ہیں اُن کو زمین سے۔ بے دخل نہ ہونے کے لئے رقمیں دینی پڑتی ہیں۔ لالی بیان کرتا ہے کہ ایک ناریل کا باغ جو صرف چار سو پچاس لیور کو ٹھیکے پر دیا جاتا تھا اس کا ٹھیکہ نو ہزار لیور پر دیا گیا ہے[۴]۔ ایک جگہ آرمی لکھتا ہے کہ ہندوستان میں لڑائیاں ہمیشہ بعض لوگوں کو دولتمند بنا دیتی ہیں[۵]۔ یہ فقرہ کس طرح لالی کی ہدایتوں سے ملتا جلتا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی بدامنی دفعتہً بہت سی جدید جائدادیں پیدا کر دیتی ہے۔ پانڈیچری میں اب تک یہی طریقہ جاری ہے۔ جن لوگوں کو اب تک دولت نہیں ملی ہے وہ انھیں ذرائع سے ایک دن دولتمند ہو جانے کی امید کرتے ہیں اور

۱؎ لالی کو یہ بھی ہدایت دی گئی تھی کہ کمپنی کی فوج کسی مہم پر بلا ضرورت نہ بھیجی جائے۔

۲؎ ڈوپلے بنام کمپنی ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۷۵۰ء۔

۳؎ گاڈ ہیو کی یادداشت صفحہ ۱۱۔ مراسلہ بنام ہولڈرنس (آرمی کی تاریخ ہندوستان قلمی جلد ۲۔ الف۔ الیف ۴۴۰)۔

۴؎ یادداشت لالی صفحہ ۴۲۔

۵؎ مراسلہ بنام ہولڈرنس (آرمی کی قلمی تاریخ ہندوستان جلد ۲۔ الف ۴۴۰۔

فصل پنجم

جن لوگوں نے اپنی دولت اُڑادی ہے وہ پھر اُس کے حصول کے امید وار ہیں[1]
ڈوپلے کی حکومت کے رجحان سے گو وہ اس وقت ایسا قوی نہ ہو جیسا کہ لیرٹ
کے زمانے میں ہوگیا تھا فرانس اچھی طرح واقف تھا اور جن امور نے ڈوپلے کی حکومت کو
بے اعتبار کر دیا اُن میں سے ایک وجہ یہ بھی شمار کرنا چاہیئے مگر اُس کی اصل ناکامی
مالی ناکامی تھی جس نے بدنظمی اور بددیانتی کی خبروں کو فرانس میں زیادہ ترقرین قیاس کر دیا
تھا یہ امر بڑے شدومد سے بیان کیا جاتا ہے کہ ڈوپلے نے اپنی کل لڑائیوں کا خرچ
خود اُنھیں لڑائیوں سے نکال لیا تھا مگر یہ خیال محض ایک بے بنیاد خیال تھا کرناٹک
سے اُسے جو کچھ وصول ہوا اُس کا علم کسی کو نہیں ہے۔ اُس کی لڑائیوں کے خرچ کی بھی
یہی کیفیت ہے اس نے ان دونوں کو بجد و جہد نہایت احتیاط کے ساتھ پوشیدہ رکھا۔
باوجود اس کمی علم کے ہمارے پاس اس امر کی کافی شہادت موجود ہے کہ اُسکے
طرز عمل سے کثیر مصارف عائد ہوئے اور اُن کا بار ایسی رقموں پر پڑا جو فرانسیسی
کمپنی نے دوسرے مقاصد کے لئے دی تھیں۔ وہ اعداد جن پر اس نتیجے کا
انحصار ہے معرض بحث میں ہیں اگر وہ غیر صحیح بھی تسلیم کر لئے جائیں تب بھی وہ اُسی
کے مفید متصور ہوں گے کیونکہ اُن کا بتانے والا خود وہی ہے۔ اُس کے
حساب آمد و خرچ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۳۰ جون ۱۷۴۸ء سے لے کر ۲۵
اپریل ۱۷۵۴ء تک اس نے ۶۳ لاکھ روپیہ نقد پانڈیچری میں روک رکھا تھا
اور اُس کے پاس یورپ اور دوسرے کارخانوں سے ۴۱ ½ لاکھ کا سامان تجارت
آیا تھا اور اسی اثنا میں اُس نے یورپ کو صرف ۶۲ ۱/۱۲ لاکھ روپے کا مال
بھیجا تھا۔ اس لحاظ سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ اُس نے پانڈیچری میں کمپنی کی رقم سے
(۴۲) لاکھ روپے صرف کئے منجملہ اس کے اُس نے سات لاکھ روپے سے
زیادہ پہلی لڑائی کے قرضے کی بابت ادا کئے گویا کہ موجودہ معاملات پر ۳۴ ½ لاکھ
صرف ہوئے[2] اگرچہ پانڈیچری اور کریکل کا معمولی اور منظورہ خرچ ۲ ½ لاکھ سالانہ تھا۔

---

[1] لالی کی یادداشت صفحہ ۲۱۔

[2] یہ اعداد اس بیان سے لئے گئے ہیں جو گاڈہیو کے خط کے جواب میں ڈوپلے نے کیا ہے۔

فصل پنجم

یہ فرض کرکے کہ ۳۰ رجون سنہ ۱۷۴۸ء سے لیکر ۲ اپریل سنہ ۱۷۴۹ء تک ڈوپلے نے محاصرے کے اخراجات اور مرمت میں المضاعف خرچ کیا جو کسیطرح کم نہیں سمجھا جا سکتا تب بھی یہ سمجھنا پڑتا ہے کہ ڈوپلے نے اس پانچسال کے عرصے میں علاوہ قدیم محاصل کے (۳۰) لاکھ روپیہ کمپنی کا صرف کیا۔ قدیم محاصل کی مقدار اُس زمانے میں پانچ لاکھ سے زیادہ سمجھی جاتی تھی۔ اس حساب سے منجملہ کمپنی کی رقم اور قدیم محصول کے (۷) لاکھ سالانہ کا اوسط خرچ پڑتا ہے جو معمولی سالانہ خرچ سے سہ گونہ ہے اسی کو دوسرے الفاظ میں اسطرح کہہ سکتے ہیں کہ کمپنی کو جنگ کے متعلق ۴ ۳/۴ لاکھ سالانہ خرچ اُٹھانا پڑتا تھا۔ اگر یہ مصارف عائد ہوتے تو اس سے ڈوپلے کمپنی کی تجارتی رقم میں پچاس فیصدی کا اضافہ کرسکتا تھا۔ اسطور سے کمپنی کو اپنی معمولی سالانہ درآمد کے مقابلے میں ڈوپلے کی لڑائیوں کی وجہ سے ایک کثیر رقم ادا کرنی پڑتی تھی درانحالیکہ وہ کمپنی کو برابر یہ یقین دلاتا جاتا تھا کہ لڑائی کا کوئی خرچ اُس پر نہیں پڑتا ہے۔

جو امور اوپر بیان ہوئے ہیں وہ بظاہر یقینی ہیں۔ مصارف کا جو حصہ کمپنی کی رقم سے ادا کیا جاتا تھا وہ بمقابلہ اُس رقم کے جو تجارت میں لگی ہوئی تھی زیادہ اور بمقابلہ معمولی سالانہ مصارف کے بہت زیادہ اور لڑائی کے جملہ مصارف کا قلیل جز نہ تھا۔ انگریزوں کے مصارف ان تین سالوں میں جنمیں اُنھوں نے مستعدی کیساتھ لڑائی میں شرکت کی گیارہ سے بارہ لاکھ سالانہ تک تھا اس سے قیاس یہی ہوتا ہے کہ فرانسیسی مصارف کا ایک ربع حصہ کمپنی کے ذمے پڑتا تھا یہ خیال کرکے کہ ڈوپلے اور چنداصاحب کرناٹک کے محاصل پر اطمینان تمام ایکسال سے کچھ کم ہی متصرف رہے یہ امر مشتبہ ہو جاتا ہے کہ اس ملک سے جملہ مصارف جنگ کے ایک ربع سے زیادہ وصول ہوا ہو کچھ میسور اور مرتضیٰ علی سے ملا اور کچھ ناصر جنگ کے خزانے سے ہاتھ لگا اسکا بڑا حصہ مجبوراً ڈوپلے کو جنگ کے بقیہ مصارف کے ادا کرنے میں لگا دینا پڑا۔ بعض اوقات خود اُسے اپنی جیب خاص اور بعض اوقات دوسرے شرکاء سے قرض لینے کی ضرورت واقع ہوتی تھی اس سے ظاہر ہے کہ فرانسیسی کمپنی کی رقم کا بڑا حصہ ڈوپلے صرف کرتا تھا اور انگریزوں کیطرح نہ اُسوقت اور نہ اسکے بعد وہ کرناٹک کی لڑائی کے مصارف خود اُس ملک کی آمدنی سے چلانے میں کامیاب ہوا۔ کرناٹک دکن کیطرح غیر زرخیز ملک تھا۔ اسکے قبضے کے لئے دوسری قوم سے مقابلہ کرنا بیکار محض اور تباہ کن تھا۔ ڈوپلے کی تجاویز اور حکمت عملی کی تکمیل کیلئے دکن اور کرناٹک سے بہتر ممالک کی ضرورت تھی۔

تمت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۱۲	سیپیر	سیپئیر	۵۹	۱۴	ہوئے	ہوگئے
۲۵	۱	گراب	گراپ	۶۶	۱۲	فلور	فلویر
۳۰	۴	میں	ہیں	۱۰۱	۱۱	محول	محمول
۳۰	۴	جاتا ہے	جانا ہے	۱۰۲	۲۰	ہائرپو	ہائریو
۴۴	۹	پڑادس	پراڈس	۱۰۶	۱۹	ایضاً	ایضاً
۴۵	۱۳	گڈپا	گڑپہ	۱۱۷	۱۷	سالانہ کہ	سالانہ کے